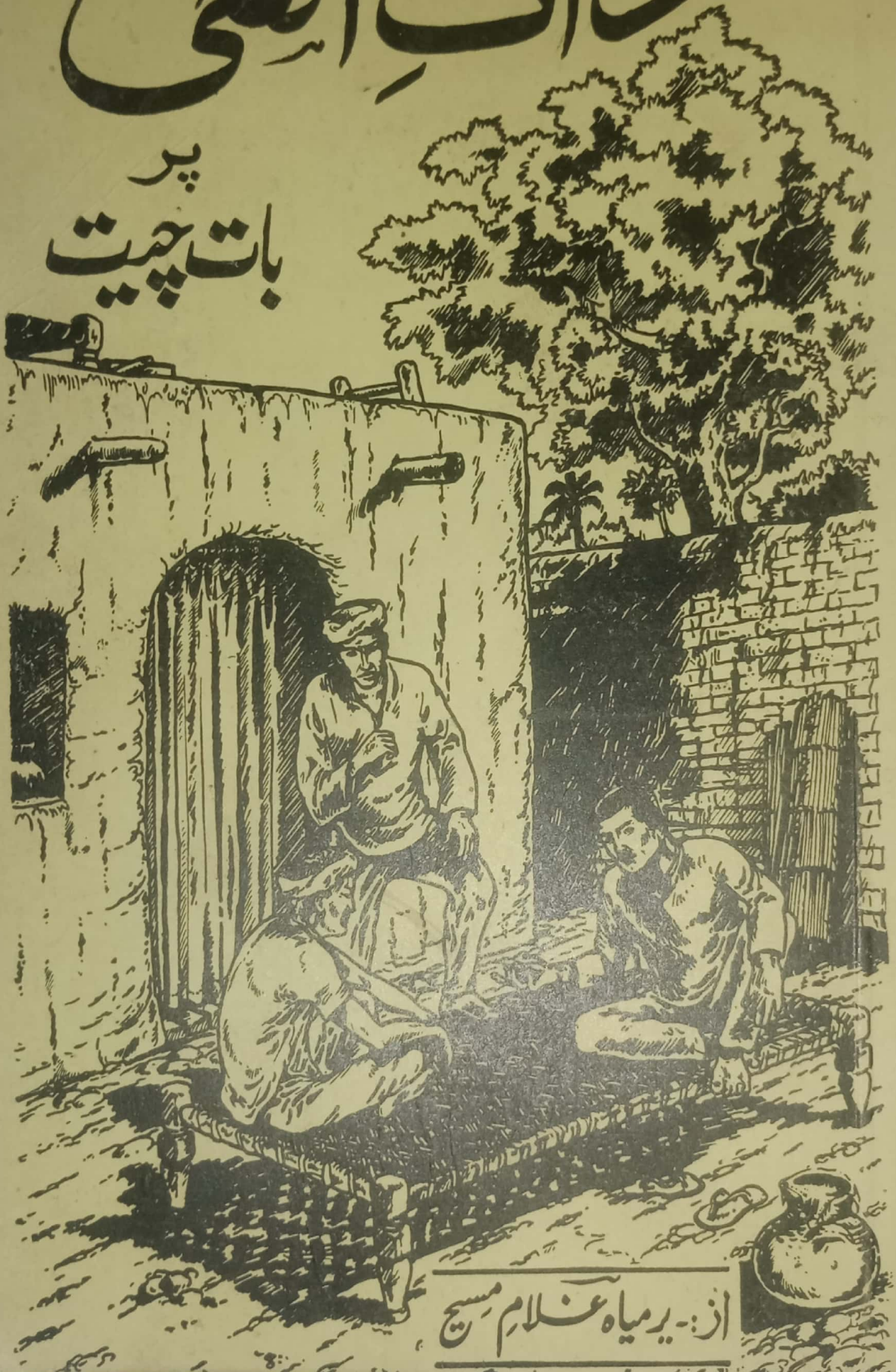


# خاتِ الہی

پر  
بات چیت



از: یرمیاہ غلام مسیح

ذاتِ الہی

پر

باتِ چیت

کینتھ پیلی

مصنف

دکلف۔ اے سنگھ

مترجمین

ایف نجم الدین (مرحوم)

ناشرین

مسیحی اشاعت خانہ۔ ۳۶ فیروز پور روڈ لاہور

## فہرست مضامین

صفحہ

۵	دیباچہ .....
۸	دیباچہ پرانے استاد .....
۹	کردار .....

پہلا حصہ

### خدا عظیم ہے

۱۱	۱۔ وہ قادر مطلق ہے۔
۲۳	۲۔ وہ اپنی قدرت کو حجت کرنے میں استعمال کرتا ہے
۳۳	۳۔ اس نے یہی اور بدی میں انتخاب کی آزادی بخشی
۳۷	۴۔ اس نے فروتن بن کر ہمارا فدیہ دیا (۱)
۵۹	۵۔ اس نے فروتن بن کر ہمارا فدیہ دیا (۲)

دوسرا حصہ

### خدا نور ہے

۷۰	۶۔ وہ ہم پر اپنا انہار کائنات کے ذریعہ کرتا ہے۔
۸۳	۷۔ وہ ہم پر اپنا انہار انبیاء کی معرفت کرتا ہے۔
۹۴	۸۔ وہ ہم پر اپنا انہار مسیح کے وسیعے کرتا ہے۔
۱۰۷	۹۔ وہ پرانے عہد میں اپنی امت کے ساتھ دغا دار رہا۔
۱۱۹	۱۰۔ وہ نئے عہد میں اپنے گھرانے کے ساتھ دغا دار رہا۔
۱۳۲	۱۱۔ وہ ہمارے دلوں میں نور کی طرح کام کرتا ہے۔

طالب \_\_\_\_\_ مٹرا پوجنیت

مطبع \_\_\_\_\_ امید پرنٹنگ پریس

بار \_\_\_\_\_ اول

تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار

قیمت \_\_\_\_\_ تین روپے اسی پیسے

تاریخ \_\_\_\_\_ مارچ ۱۹۷۳ء



## خدا تین میں ایک ہے

۱۲۔ ازل سے ایک ایک ہی خدا۔

۱۳۔ خدا باپ (۱)

۱۴۔ خدا بیٹا (۲)

۱۵۔ خدا روح القدس (۳)

چوتھا حصہ

## خدا قدوس بھی ہے اور محبت بھی

۱۶۔ خدا قدوس ہے۔

۱۷۔ خدا محبت ہے۔

۱۸۔ خدا قدوس بھی ہے اور محبت بھی (۱)

۱۹۔ خدا قدوس بھی ہے اور محبت بھی (۲)

۲۰۔ باپ کے حقیقی فرزند۔

۱۳۵

۱۶۱

۱۷۸

۱۹۶

۲۱۲

۲۲۹

۲۴۶

۲۶۳

۲۸۳

## دیباچہ

زیر نظر کتاب ڈراموں کے سلسلہ کا مجموعہ ہے۔ ان ڈراموں میں دیہاتی زندگی کی طرز پر ذات الہی پر بات چیت کی گئی ہے۔ یہ دیہاتی کلیسیاؤں کے لئے لکھے گئے ہیں، لیکن شاید یہ ہماری شہری کلیسیاؤں کے لئے بھی بہت مفید ثابت ہوں گے۔ ہماری شہری کلیسیاؤں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا تعلق دیہاتوں سے ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ روح پاک کی گہری باتوں کو بیان نہیں کیا جاسکتا، اس لئے انہیں عملی طور پر پیش کرنا چاہیئے، اور یقیناً درست ہے۔ بے شک ہم خدا اور اپنے پڑوسی سے محبت رکھنے کو بیان تو کر سکتے ہیں لیکن پیار کی گہری باتوں کو ضروری عملی طور پر پیش کرنا چاہیئے۔ خدا اپنی اس محبت کو، جو وہ ہم سے رکھتا ہے، دکھانا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے اپنی محبت کا اظہار صلیب پر اپنے بیٹے کی قربانی دے کر کیا۔

اسی طرح خدا، یسوع مسیح کی زندگی میں ایک عظیم اور پر مطلب ڈراما کو عمل میں لائے۔ مسیح کی پیدائش پر فرشتے گیت گاتے ہیں، مشرق سے مجوسی سجدہ کرنے کے لئے آتے ہیں اور ایک ستارہ ان کی راہنمائی کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ خدا ان واقعات سے اپنے بیٹے کی عجیب پیدائش کے مطلب کو بیان کرتا ہے۔

کلیسیا ہر زمانہ میں ڈراما کے ذریعہ انجیل کے گہرے مطلب کو بیان کرتی رہی ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی ان اسباق کو ڈرامائی صورت میں پیش کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ انہیں مختلف طریقوں سے استعمال کیا جائے گا۔ ہم ذیل میں چند خیالات پیش کرتے ہیں۔

## ۱۔ بائبل کلاس

گناہوں میں سے ایک آدمی کے لئے آسان نہیں ہے کہ وہ باقی تمام کو سکھائے۔ اس کے لئے جماعت کے سامنے سبق کو بیان کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن اگر وہ جماعت کے چند طلباء کو دے کہ ان کو ڈرامائی صورت میں پیش کرے تو کہانی اپنا مطلب خود بیان کرنے لگے گی۔ اس طرح جماعت مل جل کر سبق کے مطلب کو معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہے اور استاد ایک نگہبان کی صورت میں صرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت اس کا کام اتنا مشکل نہیں رہتا۔



## ۶۔ گرجے میں رات کی مٹنگیں

ہم خدا کی حمد و تعریف کرتے ہیں کہ دیہاتی کلیسیاؤں میں ہم رات کو اپنے لوگوں کے ساتھ مل کر عبادت کر سکتے ہیں۔ ہر رات ایک نئے پیغام کی تازہ قدرے شکل کام ہے۔ اگر پاسبان کسی کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت کو محسوس کرتے رہتے ہیں ہفتہ میں ایک بار کلیسیا رات کو ڈراما رکھ سکتی ہے اگر کلیسیا ہر ہفتہ ایک ڈراما رکھے تو یہ کتاب چھ ماہ کے لئے کافی ہے۔ یا اگر کلیسیا خواہش مند ہو تو لوگ ذات الہی کی تعلیم کا مطالعہ کرنے کے لئے ایک ماہ تک ہر دو رات ڈراموں کو استعمال کر سکتے ہیں۔

## ۳۔ خاص مٹنگیں

شہری اور دیہاتی کلیسیا میں سال کے خاص موقعوں پر خاص ڈرامے کیلتی ہیں۔ پاسبان اپنی کلیسیا کے چند نوجوانوں کو ان ڈراموں کے چند حصے سکھا سکتا ہے اور دو تین گھنٹے کا ایک خاص پروگرام بنا سکتا ہے اس سے بھی لوگوں کو سکھانے میں کافی مدد ملے گی۔ شاید یہ بہتر ہوگا کہ پاسبان اس کتاب کے ایک حصہ میں سے ایک شام کے لئے پروگرام مرتب کرے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ جو کچھ ہم سنتے ہیں اس کا صرف دس فیصد یاد رکھتے ہیں۔ لیکن جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس کا ساٹھ فیصد اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا نو فیصد یاد رہتا ہے۔ کلیسیا کے نوجوانوں کے لئے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہوگا کہ وہ خدا کی پاکیزگی اور محبت کے بارے میں ڈرامے کھیل کر سیکھیں۔

## ۴۔ نوجوان طبقہ

ہم اس بات کی بھی صلاح دیتے ہیں کہ ڈراموں کے اس سلسلہ کو کلیسیا کے نوجوانوں کے لئے بھی استعمال کیا جائے تاکہ وہ خدا کو جانیں اور اس کی خدمت کریں۔

## ۵۔ شخصی مطالعہ

ہمارے خیال میں اگر پاسبان اس کتاب کو لوگوں کو مطالعہ کے لئے دیں تو بڑا مفید ہوگا۔ اسے خود پڑھ کر بائبل اور خدا جی کے روح کی تحریک سے یک لکھی گئی اور صبح، دوپہر، شام اور رات کے لئے آیا، کے بارے میں اور زیادہ جان سکتے ہیں۔

## ۶۔ پیغامات

اگر آپ اس کتاب کو ڈراموں کی صورت میں استعمال نہیں کر سکتے تو بھی آپ اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ آپ ایک ماہ تک علم خدا کے بارے میں سکھا سکتے ہیں۔ ہر سبق کے شروع میں سبق کا خاکہ دیا گیا ہے پاسبان ان خاکوں کی مدد سے اپنا پیغام تیار کر سکتا ہے۔ اگر وہ ان اسباق کے سلسلے کے تمام خاکوں کو استعمال کرے تو لوگ ایک ماہ میں علم خدا کے متعلق کچھ نہ کچھ سیکھ جائیں گے۔

## ۷۔ ڈراموں کو پڑھنا

پاسبان ان ڈراموں کو پیغام کی صورت میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ یہ طریقہ بہت موثر ثابت ہو سکتا ہے۔ قاری ایک ڈرامہ کو چار یا پانچ مرتبہ پڑھے۔ وہ تمام حصے خود پڑھے گا۔ وہ ایک کردار کو پڑھتے وقت سراسر ایک طرف جھکائے رکھے اور دوسرے کو پڑھتے وقت دوسری طرف۔ وہ ہر کردار کے لئے اپنی آواز کو بھی قدرے بدلتا رہے۔

مثال کے طور پر، وہ لیبیک کے لئے آواز ناک سے نکالے اور اسے قدرے مضحکہ خیز بنائے۔ عہد کے لئے غصیلہ دیہاتی لب دلجو اختیار کرے۔ بوسلف صاحب کے لئے وہ دھیمی آواز میں بزرگوں کی طرح بات کرے۔ وہ اپنی بات چیت کی رفتار، لب دلجو اور آواز کو بدل سکتا ہے۔ وہ ایک کردار کے لئے ایک طرف سر جھکا کر رکھے اور دوسرے کے لئے دوسری طرف۔ اس طرح وہ کرداروں میں امتیاز پیدا کر کے گا اور پھر نام لے ان کا کردار ادا کر سکے گا۔

## ۸۔ شہری کلیسیا میں

شہری کلیسیا میں دیہاتی لوگوں سے بھری پڑی ہیں بعض اوقات شہری کلیسیاؤں میں ہم تعلیم یافتہ طبقے کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں اور دیہاتیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیوں کہ وہ سمجھ نہیں سکتے۔ ان ڈراموں کو کلیسیا کے ہر طبقہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے اور وہ اسے سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

## ۹۔ مقولے

ہر سبق کے آخر میں ایک مقولہ درج ہے آپ ان کو کتبوں کی صورت میں جماعت یا کلیسیا گھروں میں لٹکا سکتے ہیں۔ اس طرح ہر وقت لوگوں کی آنکھوں کے سامنے رہتے اور انہیں بار بار پڑھنے

سے جلد یاد ہو جائیں گے۔

## دیباچہ برائے استاد

ابان کا یہ سلسلہ دیباچہ زندگی سے متعلق دُراصل کا ایک مجموعہ ہے جس میں علم خدا کی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔  
اس میں تین اہم کردار ہیں: عید و ایک تلاحی، یوسف صاحب ایک بزرگ، ا اور بدھو سبط۔  
آپ کو ہر سبق کے شروع میں اہم نکات ملیں گے اور ہر سبق کے لئے کلام کے حوالجات بھی دیئے گئے ہیں۔  
ان دُراصل کو طلبا پڑھیں اور کردار ادا کریں۔ پھر ان کے متعلق اعتراضات پر بحث کی جائے۔

ہماری رائے میں حسب ذیل ترتیب پر عمل کیا جائے۔

- ۱۔ سبق میں کلام کے جو حوالجات دیئے گئے ہیں، انہیں پڑھیں اور پھر خدا سے دعا مانگیں کہ پاک روح سچائی کو سمجھنے میں آپ کی مدد کرے۔
- ۲۔ جماعت کے سامنے تفصیلی سبق کو پڑھیں۔
- ۳۔ سبق کے خاکہ کو تختہ سیاہ پر لکھیں۔ خاکہ کے اہم نکات بیان کریں۔ اس موقع پر نکات پر بحث کر کے وقت ضائع نہ کریں۔
- ۴۔ استاد تمام سبق کو ایک مرتبہ جماعت کے سامنے پڑھے۔
- ۵۔ پھر وہ طلبا کو سبق کے مختلف حصے پڑھنے کو کہے۔
- ۶۔ جماعت میں سے ان لوگوں کو جو روانی سے پڑھ سکتے ہیں، جن میں درستی کے مختلف حصے پڑھنے کو کہیں۔ اگر آپ ان کرداروں کو پہلے سے چن سکتے ہیں تو بہتر ہوگا۔ انہیں ایک جگہ جمع کر لی اور کم از کم ایک مرتبہ دُراصل کو پڑھنے کے لئے کہیں۔ احتیاط سے مشق کرنے سے یہ دُراصل ماشاء اللہ کی مشق کے لئے پیغام کا اچھا بدل ثابت ہو سکتا ہے۔
- ۷۔ جن کو آپ نے چنا ہے، انہیں دُراصل پڑھنے اور اپنا کردار ادا کرنے کے لئے کہیں۔
- ۸۔ اگر وقت اجازت دے تو جماعت کے دوسرے نمبروں کو بھی اسی دُراصل کو کتاب کی مدد سے بغیر ادا کرنے کے لئے کہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جماعت اہم نکات کو

سمجھتی ہے کہ نہیں۔ اس طرح آپ ان لوگوں کو بھی شامل کر لیں گے، جو دُراصل کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے۔

- ۹۔ سبق کے اختتام پر امتحانات پر بحث کریں۔ اس بات کی کوشش کریں کہ آپ تمام جواب دُراصل کی کہانی ہی میں سے دیں۔ پھر تختہ سیاہ پر جو خاکہ کھانچا، اس کی طرف توجہ دیں اور خاکہ کے نکات کی نظر ثانی کریں۔
- ۱۰۔ اگر جماعت بڑی ہے یا اگر بے میں منعقد کی گئی ہے تو آپ امتحانات پر بحث کرنے کے لئے اسے سیکشنوں میں تقسیم کر دیں۔
- ۱۱۔ کوشش کریں کہ سبق کے آخر میں جو خلاصہ دیا گیا ہے، اسے ہر کوئی سمجھ جائے تاکہ جب طلبا اپنے گھر لوں کو جائیں تو ان کے ذہن میں یہی خیال گونجتا رہے۔
- ۱۲۔ سب سے آخر میں اختتامی دعا کریں اور کلاس پر خاست کر دیں۔

## کردار

دُراصل میں تین بنیادی کردار ہیں۔ پہلا، یوسف ہے جو کہ ایک عقلمند آدمی ہے۔ وہ ایک کلیسیا میں ایڈلر (کلیسیا میں ایک مہمہ) ہے۔ اس کے پاس کافی زمین بھی ہے۔ وہ بڑا متقی، پرہیزگار اور دانا ہے۔ تمام گاؤں اس کی عزت کرتا ہے۔ وہ تقریباً ساٹھ سال کا ہے۔ وہ دیہاتی لباس پہنتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اور نرم لمبے میں بات کرتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنا نکتہ نظر واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے تو بڑی سنجیدگی اور تیزی سے بات کرنے لگتا ہے۔

دوسرا، عبدالمست ہے۔ سب اسے عبدو کے نام سے پکارتے ہیں۔ وہ ایک دیہاتی ہے وہ پڑھ سکتا ہے۔ لیکن شاید اس نے اچھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بس چوتھی پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ متلاحی کہلاتا ہے کیونکہ جب تک وہ کسی چیز کو سمجھ نہ لے اسے عین نہیں آتا، وہ دیہاتی قلب و لہجہ میں بات کرتا ہے۔ وہ سچائی کو تلاش کرنے میں بڑا سنجیدہ ہے۔ وہ تقریباً پچیس سال کا ہے۔ وہ ایک ایڈلر زمین کا مالک ہے۔ اسے خود ہی کاشت کرتا ہے۔  
تیسرا، سبط ہے۔ وہ ایک اچھا، لیکن سادہ لوح آدمی ہے۔ وہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ وہ عبدو کا دوست ہے لیکن عبدو کم از کم شروع شروع میں اس کا مذاق اڑاتا رہتا ہے۔ وہ غیر شادی شدہ ہے اور اپنے باپ کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ بھی عبدو کا ہم عمر ہے۔ چوبدہری صاحب کبھی کبھار آتے ہیں پڑھنے راج اور مزدور وغیرہ بھی آتے ہیں۔

سبق نمبر ۱

# خدا عظیم ہے ۔ وہ قادر مطلق ہے

تلاوت کے لئے :- دانی ایل ۴: ۲۵، ۳۷-۳۵-۱- تہیمیں ۶: ۱۵-۱۶؛ پیدائش ۱: ۱۴؛

۲- تہیمیں ۲: ۱۱-۱۲؛ مکاشفہ ۱: ۸

تفصیل سبق :- ہم سب یہ جانتے ہیں کہ خدا نہایت عظیم ہے۔ ہم اس کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ یہ سچہ میں ہم خدا کی عظمت پر غور کریں گے

ہم سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ اس بات کا مطلب کیا ہے کہ خدا عظیم ہے۔ اس کو ہم پانچ سبقوں میں بیان کریں گے۔ عزت و جلال اور حمد و تعریف ہمیشہ ہمارے خداوند کی ہو۔ آمین

اس سبق میں ہم دیکھیں گے کہ خدا قادر مطلق ہے۔

خاکہ :- (۱) خدا درحقیقت قادر مطلق ہے۔

(۲) خدا قادر مطلق ہے مگر وہ اپنی سرشت کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔

و۔ وہ بے انصاف نہیں ہو سکتا۔

ب۔ وہ غیر دانشمند نہیں ہو سکتا۔

(۳) خدا اپنی طاقت کو محبت کی خادمہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

آئیے اب نور پور گاؤں میں چل کر دیکھیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

منظر نمبر ۱

ڈرائر کے افراد :-

.. یوسف صاحب

عبدالمسیح \_\_\_\_\_ تلاش

بسیط \_\_\_\_\_ بدھو

(عبدالمسیح اپنے گھر کے سامنے سر جھکائے چارپائی پر بیٹھا کسی سوچ میں غرق ہے۔ تھوڑی

دیر میں اس کا دوست بسیط نامی ادھر سے آنکلتا ہے۔

بسیط: عبتو میاں، تم یہاں کیسے بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ کیا کسی سے روٹھے ہوئے ہو یا کوئی

اور بات ہے؟

پہلا حصہ

خدا عظیم ہے

”دیکھ! خدا بزرگ ہے“

(ایوب ۳۶: ۲۶)



عبدالوہ: نہیں بسط دوست، روٹھا تو کسی سے نہیں، لیکن کچھ خوش بھی نہیں ہوں۔

بسط: کیوں کیا بات ہے؟ تم خوش کیوں نہیں؟ تمہیں تو ہمیشہ خوش رہنا چاہیے۔

عبدالوہ: میں نہیں آپ جتنی جانتا ہوں۔ "ہوا بول کر میرے چچا جان ان دنوں ہمیں ملنے کے لئے گھر آئے ہوئے ہیں اور میرے باپ نے ان کی شان میں ایک زبردست ضیافت رچائی ہے، جس کے لئے مجھے آج گوشت خریدنے شہر جانا پڑا۔ میں تصانی کے ساتھ بائیں کرسٹے لگ گیا۔ نہ جانے ہم کیا ناپ شناپ بولا کہے۔ باتوں باتوں میں بات مذہب کی چل پڑی۔ اس نے مجھ سے پوچھا "بھلے آدمی، ذرا سناؤ تو، اگر خدا تعالیٰ ہیں تو وہ ایک کیسے ہوا۔ پادری صاحب کہتے ہیں، باپ اور بیٹا اور روح القدس کے نام میں، آمین! یہ بات کیوں کر ٹھیک ہو سکتی ہے؟ اس پر میں خاموش ہو گیا اور مجھے بڑی شرم آئی کہ میں اس کے اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ اور پچ پوچھ تو میں جانتا بھی نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہیں تو وہ ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس نے اور بھی بہتر سے سوال کے خدا کی بابت، جن کا مجھ سے کوئی جواب نہیں آیا اور مجھے اس سے بڑی شرمندگی ہوئی۔

بسط: لیکن ہمیں اس سے واسطہ؟

عبدالوہ: واسطہ کیوں نہیں ہے؟ شک ہے۔ آخر ہمیں اپنے ایمان کے بارے میں اتنا تو ضرور جانتا چاہیے کہ ایسے سوالوں کا جواب دے سکیں۔

ادھم: دونوں کلیسیا کے بزرگ، یوسف صاحب کے پاس چلیں وہ بڑے سمجھدار ہیں۔ ان کا گھر نیردار کے مکان کے سامنے ہے۔ دن ابھی ابھی چڑھا ہی ہے اور وہ ضرور اپنے گھر کے سامنے پنج پر بیٹھے ہوں گے۔ ان سے پوچھتے ہیں۔ شاید وہ ہماری کچھ مدد کر سکیں۔

یوسف کے مکان کے سامنے — یوسف بیٹا ایک راج کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔

راج نیردار کے مکان کی بالائی منزل میں نئے کمرے بنا رہا ہے۔ آنے والے مہینہ میں نیردار کے بیٹے کی شادی ہو رہی ہے اور نیردار ان کی رہائش کے لئے یہ کمرے بنوا رہا ہے۔

(عبدالوہ اور بسط آتے ہیں)

عبدالوہ: یوسف صاحب، سلام!

یوسف: سلام میاں، کھوجی۔

بسط: سلام ایڈر صاحب!

یوسف: سلام بسط۔

بسط: ایڈر صاحب، آپ بعد کو کھوجی کیوں کہتے ہیں؟

یوسف: اور گاؤں کے لوگ مجھے دانا کیوں کہتے ہیں؟

بسط: اس لئے کہ آپ بڑے دانا اور سمجھدار ہیں۔

یوسف: لوگ تمہیں بسط کیوں کہتے ہیں؟

بسط: اس لئے کہ میں بالکل بدھوا اور بے سمجھ ہوں۔

یوسف: تو پھر گاؤں کے لوگ بعد کو کھوجی کہہ کر کیوں پکارتے ہیں؟

بسط: شاید اس لئے کہ وہ ہر وقت کسی نہ کسی بات کی کھوج میں لگا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ مشکل سے مشکل باتیں بھی اس کی سمجھ میں آجائیں۔

یوسف: بسط شاہنشاہ! تم نے بڑی دانا ہی سے جواب دیا۔ اگر تم اسی طرح ترقی کرتے چلے گئے تو ہمیں تمہارا نام بدلنا پڑے گا۔ لیکن بعد کیا بات ہے؟ کیسے آنا ہوا؟ خدا کرے سب خیر ہو۔

عبدالوہ: شیخ یوسف، خدا کے فضل سے سب خیر ہے لیکن میرا نام بعد "کھوجی" ہے اور میں ایک سوال لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔

یوسف: میرے دوست کہو کیا سوال ہے؟

عبدالوہ: بزرگ یوسف، آپ کو لوگ "دانا" کہتے ہیں۔ ذرا مجھے یہ بتائیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہیں تو وہ ایک کیسے ہوا؟ آج صبح شہر میں مجھ سے تصانی نے یہ سوال کیا۔ لیکن میں اسے جواب نہ دے سکا اور مجھے بڑی شرم آئی۔ بسط اس میں میری کچھ بھی مدد نہ کر سکا۔ برا ہی بدھوا اور بے سمجھ ہے اسی لئے تو ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔

یوسف: کیسی عجیب بات ہے! میں خود بھی آج صبح سے یہاں بیٹھا اسی سوال پر غور کرتا رہا ہوں جب میں سوچ رہا تھا، تو خدا نے مجھے اس کا مقدر اس جواب تو دے دیا۔ لیکن بعد وہ شک نہیں کہ یہ سوال مشکل ضرور ہے۔ سنو عبدالوہ، ہمارے مناد کا بڑا بیٹا ان دنوں کہاں ہے؟

عبدالوہ: کون؟ شکر ہے؟ وہ تو آج کل میڈیکل کالج میں ڈاکٹری سیکھ رہا ہے۔

یوسف: جب وہ پہلے دن میڈیکل کالج گیا تو اس کے استادوں نے پہلے ہی دن نشر اس کے ہاتھ میں مٹھا دیا تھا، اور اسے کہا تھا کہ ایک بیمار کا پیٹ جاک کر کے اس کا پتہ نکال دو!

عبدالوہ: بالکل نہیں! اسے تو پہلے کئی برس پڑھنا ہو گا پھر کہیں جا کر اسے چیرہ چھانڈ کرنے کی اجازت دیں گے۔

یوسف: ٹھیک ہے اور تمہارا بیٹا فیل؟ تم بھی تو پہلے اسے نیچے بیویاں اور سوداگری کے گھر کھانڈ گئے نا؟ کیوں درست ہے کہ نہیں؟

عبدالوہاب: بے شک! یوسف: کیا تم شروع میں اسے پسناری کی دوکان سے من دوں کھانڈ خریدنے یا چھوٹے ہی اپنی روٹی کی فصل شہر میں بیچنے کے لیے بھیج دو گے؟

عبدالوہاب: نہیں، کبھی نہیں، (ہنستا ہوا) میں پہلے تو اسے سوداگری کی عام اور معمولی باتیں سکھاؤں گا، اس کے بعد مشکل باتیں اور غلطی تو ابھی بہت ہی چھوٹا ہے، بیوپاری تو اسے جمل دیں گے اور روٹی۔۔۔ روٹی تو وہ ابھی کئی برس تک بیچنے کے لائق نہیں ہوگا۔

لیبیٹ: میرے تو یہ سب برابر ہے۔ میں شہر روٹی بیچنے جاتا ہوں، تو دھوکا کھاتا ہوں، پسناری کے ہاں کھانڈ وانڈ لینے جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے ٹھگ لیتا ہے، میں کبھی کیا سکتا ہوں؟ عبدالوہاب: لیبیٹ، بزرگ یوسف کے پاس کچھ دن رہ کر دیکھو۔ وہ تمہیں سلیان بادشاہ سے بھی زیادہ دانا اور عقلمند بنا دے تو سہی۔

یوسف: نہیں، نہیں عبدالوہاب! خدا ہی ہمیں عقلمند اور دانا بنا سکتا ہے انسان سے تو ہم چالاک اور چترائی دیکھتے ہیں۔ سچ اور دانا صرف خدا ہی عطا فرماتا ہے لیکن ہم اپنے اصل مفہوم سے نہ ہٹیں۔ میں تثلیث کے بارے میں تمہارے ساتھ بات چیت کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن ہم اس سے شروع نہیں کر سکتے، ہمیں تو پہلے خدا کی بابت بہت سی باتیں سمجھنی ہوں گی۔ کیا آج کل نہیں کام بہت ہے۔

لیبیٹ: نہیں۔ نہ تو گاؤں ہی میں کچھ کام ہے، نہ کیتوں میں۔

یوسف: تو کیا تم خدا کے بارے میں سچ کچھ دیکھنا چاہتے ہو؟

عبدالوہاب: ہاں ہاں، بے یقین۔

یوسف: بہت اچھا۔ تم وعدہ کر دو کہ تم ہر روز شام کو روشنی روشنی میں یہاں آیا کرو تب ہم خدا کی پاک ذات کی بابت بات چیت کریں گے۔ خدا کرے کہ اس کا پاک روح ہمارے ذہنوں کو کھولے اور ہمیں صحیح راستہ دکھائے کیوں مانتے ہو تم؟ کیا تم میرے ساتھ وعدہ کرتے ہو؟

لیبیٹ: ہمارے بزرگ ہم وعدہ کرتے ہیں۔

یوسف: اپنی باتیں ساتھ لانا نہ بھولنا۔

عبدالوہاب: ہم ضرور لائیں گے۔

(اگلی شام کو عبدالوہاب اور لیبیٹ یوسف صاحب کے مکان پر آئے ہیں۔)

یوسف: حسب معمول اپنے مکان کے باہر بیچ پر بیٹھا ہے۔ جب عبدالوہاب

اور لیبیٹ آتے ہیں وہ زبردستی بلند آواز سے پڑھ رہا ہے۔

”اے خداوند ہمارے رب! تیرا نام تمام زمین پر کیا بزرگ ہے، تو نے اپنا سلاسل آسمان پر قائم کیا ہے تو نے بچوں اور شیر خواروں کے منہ سے قدرت کو قائم کیا ہے۔“

یوسف: میرے دوستوں! غرض آئندہ آج کیسا مزاج ہے تمہارا؟

عبدالوہاب: لیبیٹ: ہمارے معزز بزرگ، آپ ایسے بزرگوں کی دکان اور دم قدم سے ہم عزت سے ہیں۔

یوسف: میرے عزیز دوستو! خدا تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ کیا تم خدا کے گہرے حیدوں کے متعلق بات چیت کرنے کو تیار ہو؟

عبدالوہاب: ہاں، استاد جی۔ خدا کی ذات کو سمجھنے کی کوشش میں ہمارا پہلا مفہوم کیا ہوگا؟

یوسف: ہمارا پہلا مفہوم ”خدا کی قدرت“ ہوگا۔ مقدس یوحنا کہتا ہے کہ خدا ہر بات کرنے پر قادر ہے۔ عبدالوہاب: جی ہاں۔

یوسف: ”جیو، پیداؤ، ۱۷ باب پہلی آیت نکال کر پڑھو۔ خدا کیا کہتا ہے کہ وہ کیا ہے؟“

عبدالوہاب: (پڑھتا ہوا) اور اس نے اس سے کہا، میں خدا سے قادر ہوں۔ وہ اپنے آپ کو قدرت والا خدا کہتا ہے۔

یوسف: خوب! اب نکالو دانی ایل ۲۵: ۳ اور پڑھو۔

عبدالوہاب: ”..... تجھے آدمیوں میں سے ہانک کر نکال دیں گے اور تو میدان کے حیوانوں کے ساتھ ہے گا۔ اور بیل کی طرح گھاس کھائے گا اور آسمان کی شبنم سے تر ہوگا۔ اور تجھ پر سات درگزر جائیں گے۔ تب تجھ کو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ انسان کی ملکیت میں عکرائی کرتا ہے۔ اور اسے جس کو

چاہتا ہے دیتا ہے۔“

یوسف: ”بہت اچھا۔ لیبیٹ اب تم پڑھو ۴۴ اور ۳۵ آیات۔“

لیبیٹ: ”ان آیات کے گزرنے کے بعد میں بنو کہ نظر نے آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں اور میری عقل مجھ میں پھر آئی اور میں نے حق تعالیٰ کا شکر کیا۔ اور اس جی القہم کی حمد و ثناء کی، جس کی سلطنت ابدی اور جس کی ملکیت پشت در پشت ہے اور زمین کے تمام باشندے ناچیز گئے جاتے ہیں۔ اور وہ آسمانی لشکر اور اہل زمین کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، اور کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ روک سکے یا اس سے کہے کہ تو کیا کرتا ہے؟“

یوسف: اب عبدالوہاب گھاس بات کھانے کا قصہ تو چھوڑو۔ دیکھو یہ کون ہے جو آیت پڑھ رہا ہے، اس میں

دانی ایل نبی بادشاہ کو کیا کہتا ہے کہ اسے دیکھنا ہے؟

عبدالوہاب: اے یہ دیکھنا تھا کہ حق تعالیٰ انسان کی ملکیت میں عکرائی کرتا ہے۔

یوسف: عبدو بہت خوب! ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کو "حق تعالیٰ" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اور اُسے "انسان کی مملکت کا حکمران" بھی کہا گیا ہے۔ بیسٹ! اب تم بتاؤ کہ تمہاری آیت کیا کہتی ہے؟

بیسٹ: میں کیا جانوں، کیا کہتی ہے۔  
یوسف: صبر، بیسٹ! صبر! تم تو بڑے ہوشیار آدمی ہو۔ تم بڑی آسانی سے اسے سمجھ سکتے ہو۔ مجھے شرمندہ نہ کرو۔ اگر تم اسے نہیں سمجھتے تو مجھے بھی دانا اور عقل مند نہ کہو۔ اس لئے کہ میں نہیں سمجھا نہیں سکا، پھر پڑھو آیت۔

بیسٹ: "اے ابام کے گزرنے کے بعد میں جو کہ نعرے آسمان کی طرف اٹھائیں۔ اور میری عقل مجھ میں پھر آئی اور میں نے حق تعالیٰ کا شکر کیا۔ اور اُس جی القیوم کی حمد و ثناء کی؟"

یوسف: بیسٹ، اتنا کافی ہے۔ جو کہ نعرہ خدا کو کیا کہہ کر پکارتا ہے؟

بیسٹ: وہ اُسے "حق تعالیٰ" کہتا ہے۔

یوسف: شاہنشاہ، بیسٹ! شاہنشاہ! وہ اسے اور کیا کہتا ہے؟

بیسٹ: "وہ اُسے "جی القیوم" بھی کہتا ہے۔"

یوسف: "بیسٹ، بہت خوب! اس غضب کا تمہارا ذہن اور تم اسے چھپائے ہوئے ہو! تم واقعی بڑے ہوشیار انسان ہو۔ اچھا تو معلوم ہو کہ خدا "حق تعالیٰ" ہے۔ اور سب سے بلند والا ہے لیکن وہ ہم سے بہت دور بھی تو نہیں! نہیں نہیں، وہ انسان کی مملکتوں پر حکمران ہے اور یہ وہ ہے جو جی القیوم یعنی ابد تک زندہ ہے۔ اچھا تو عبدو۔"

عبدو: ہاں جی۔

یوسف: دانی ایل بنی خدا کی بزرگی کی بابت کیا کہتا ہے؟

عبدو: وہ کہتا ہے کہ خدا "حق تعالیٰ" ہے۔ اور وہ تمام انسانوں پر حکومت کرتا ہے اور ہمیشہ زندہ ہے۔

یوسف: خدا! ابام کو کیا کہتا ہے؟

عبدو: وہ کہتا ہے "میں قادر مطلق ہوں"

یوسف: "اچھا تو آؤ۔ اب ہم ۱۶، ۱۵، ۱۴ دیکھیں" (یوسف پڑھتا ہے)

جیسے وہ مناسب وقت پر نمایاں کرے گا جو مبارک اور واحد

حاکم۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہے۔

بقا صرف اسی کو ہے۔ اور وہ اُس نور میں رہتا ہے جس

تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ نہ اسے کسی انسان نے دیکھا

اور نہ دیکھ سکتا ہے، اس کی عزت اور سلطنت ابد

تک رہے۔ آمین

سکون میرے دوستو۔ پولس رسول خدا کی بابت کہتا ہے کہ وہ واحد عالم ہے۔ وہ خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ بقا صرف اسی کو ہے اور اس کی سلطنت ابدی ہے۔ اب دیکھو کہ ہم اپنے خدا کی بزرگی کی بابت اتنی بہت سی باتیں کہہ سکتے ہیں۔ چلو دیکھیں کہ یوحنا مکاشفہ کی کتاب میں کیا کہتا ہے۔ عبدو! مکاشفہ ۸: ۱ نکالو اور پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "خداوند خدا جو ہے اور جو خدا اور جو آئے والا ہے یعنی قادر مطلق فرماتا ہے کہ میں الفا اور او میگا ہوں۔"

یوسف: عبدو! یوحنا رسول خدا کو کیا کہہ کر پکارتا ہے؟

عبدو: وہ اسے قادر مطلق کہتا ہے۔

یوسف: خوب، خوب، بیسٹ! اور پولس رسول خدا کو کیا پکارتا ہے؟

بیسٹ: پولس کہتا ہے کہ خدا بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہے۔

یوسف: ہاں، پولس خدا کی بابت یہی کہہ رہا ہے۔ بہت خوب، بیسٹ! اور عبدو، دانی ایل بنی کیا کہتا ہے؟

عبدو: وہ کہتا ہے کہ خدا "حق تعالیٰ" ہے اور "انسانوں کی مملکتوں پر حکمران ہے۔"

یوسف: اچھا، اور پیدائش کی کتاب میں کیا لکھا ہے۔

عبدو: وہاں خدا کو قادر مطلق کہا گیا ہے۔

یوسف: تو ہم دیکھتے ہیں کہ ساری کتاب مقدس، پیدائش سے لے کر مکاشفہ تک خدا کی بزرگی اور قدرت

کا بیان کرتی ہے۔ لیکن دوا بائیں اور بھی ہیں جو یہی سمجھنا چاہیں۔

عبدو: بزرگ یوسف، وہ کیا ہیں؟

یوسف: عبدو، غور سے سنو۔ چند ایک باتیں ایسی ہیں جو خدا بھی نہیں کر سکتا۔

عبدو: (غصہ سے لال پیلا ہو کر اور حیرت سے دیکھتا ہوا) وہ کوئی غیر خدا ہی ہوگا بزرگ یوسف،

خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسی بات بھی ہے جو وہ نہیں کر سکتا۔ تو وہ ضرور کمزور ہے اور

اگر وہ کمزور ہے تو پھر وہ خدا نہیں۔ یوسف صاحب، ایسا پتھر خیالی تو میرے دماغ میں بھی کبھی

نہیں بیٹھ سکتا۔

یوسف: عبدو، غصہ میں نہ آؤ۔ ذرا صبر سے میرا ایک سوال تو سن لو کیا تمہیں مرحوم پادری حنا

پادری ہیں؟



عبدو: یاد ہے؟ یہ بھی ایک ہی کبھی میرے تو پوتے پوتیاں، سب اس کا نام جانیں گی۔ وہ بڑی شان کا مالک تھا۔

یوسف: عبدو! مجھے بتاؤ، تمہیں اس کی بابت کیا کچھ یاد ہے؟

عبدو: بے شک وہ شہر وہ ایک سنت تھا، بہت برس ہوئے جب وہ ہمارے گاؤں میں آیا تھا تو ہم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ دینی باتوں میں بالکل صفر اور کورسے تھے، یہاں تک کہ ہمیں تو خداوند کی دعا بھی سرے سے نہیں آتی تھی۔ ہم پچ پچ دینی لمنا سے گاؤں تھے وہ ہم لوگوں کے گھروں آتا، دیکھ مکھ میں ہمارا شریک ہوتا، مصیبتوں میں ہمیں تسلی دیتا، ہمارے آڑے آتا اور ہر ممکن مدد کرتا۔ یقین جاسئے کہ جب میرا دادا خدا کو پیارا ہوا تو وہ ہمارے کل خاندان کے واسطے ایک رحمت کا فرستہ ثابت ہوا۔ میں پچ کہتا ہوں وہ ایک ولی تھا، ولی خدا اس پر رحم کرے! اس جیسا لائی اور ہمارا ہی نہیں، نہ کبھی کوئی ہوگا۔ بے شک وہ بڑا ہی نیک شخص تھا۔ وہ پچ پچ ایک مرد خدا تھا۔

یوسف: عبدو، بہت اچھا۔ کیا پادری صاحب مرحوم نے تم کو یا تمہارے خاندان کے کسی شخص کو کبھی دھوکا دیا؟

عبدو: (غصے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا) یہ کیا کہا آپ نے؟ کیا اس نے کبھی ہمیں دھوکا دیا؟ پادری خاں بیبا شخص اور ہمارے ساتھ دھوکا؟ ناممکن، ناممکن! استاد یوسف! آپ کو ایسی بات مرنے نکالنے شرم آئی چاہیئے۔ آپ ایسے بڑے شخص کی نسبت ایسا بڑا خیال پیش کر کے اس کی بے عزتی کیوں کر رہے ہیں؟ جیسا ایسا نایاک خیال، میں کہتا ہوں! آپ کے دماغ میں آیا ہی کیسے اس نے ہم میں سے کسی ایک سے بھی نہ تو کبھی کوئی دھوکا کیا، نہ کسی کے ساتھ دعا اور فریب سے کام لیا۔

یوسف: (اسے سختی کرنے کی کوشش کرتا ہوا) عبدو، طیش میں نہ آؤ۔ میں یہ سوال ایک خاص غرض سے پوچھ رہا ہوں، اور اب ایک اور سوال پوچھتا ہوں۔ کیا وہ تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کر بھی سکتا تھا؟

عبدو: ناممکن! وہ شخص تو ایک سنت تھا، وہ کبھی ایسا نہ کر سکتا۔

بسیط: عبدو، چو جانے دو، میں کہتا ہوں کہ اگر وہ چاہتا تو ضرور جل فریب کھیل سکتا تھا۔

عبدو: (براہ حال، بالکل نہیں، یہ ناممکن ہے۔

بسیط: ناممکن کیسے؟ وہ لوگوں کو دھوکا دینا ہی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اگر چاہتا تو ضرور دے تو سکتا تھا۔ لیکن کہو کہ دھوکا دینا اسے پسند ہی نہیں تھا۔

عبدو: (اپنی بات پر اڑا ہوا، نہیں یہ بالکل ناممکن تھا اس کی فطرت ہی میں دعا فریب سرے سے نہیں تھا۔ کسی کو دھوکا دینا اس کی طبیعت کے خلاف ہوتا۔ خدا کی حمد ہو! بلاشبہ وہ ایک بڑا نیک انسان تھا۔

یوسف: میرے بھائیو! آپس میں تکرار کس بات کا؟ تم دونوں ٹھیک کہتے ہو۔ عبدو غلطی پر نہیں۔ اگر اس کی فطرت کچھ اور ہوتی تو وہ لوگوں کو دھوکا فریب یقیناً دے سکتا تھا لیکن خدا کی دی ہوئی نیک فطرت کا مالک ہوتا تھا وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا لیکن اب میں ایک سوال اور پوچھتا ہوں۔ مجھے گاؤں والوں نے کیا نام دے رکھا ہے؟

عبدو: وہ آپ کو یوسف دانا کہہ کر پکارتے ہیں۔

یوسف: اگر خدا ہی نے مجھے عقل و دانائی کی نعمت عطا فرمائی ہے، مقصودی ہو یا بہت، تو کیا میں کبھی بے وقوفی کی باتیں کر سکتا ہوں۔

بسیط: نہیں نہیں، بزرگ یوسف، یہ تو میں کبھی نہیں ماننے کا۔ میدان بادشاہ داہی تباہی پورے تو پورے، لیکن ہمارا بزرگ یوسف ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔

عبدو: بالکل ٹھیک! لوگ ہمیں تو گھبراہٹ سے ہیں لیکن انہیں یہ کبھی نہ کہنے دو کہ بزرگ یوسف نے بھی کبھی بے وقوفی کی بات مرنے سے نکالی، یا کبھی کوئی بڑا کام کیا ہے۔

یوسف: خدا کی تعریف ہو! میرے بھائیو۔ ہماری زندگیوں میں سب برکتیں خدا ہی کی طرف سے آتی ہیں! اس کا شکر کرو، بہت اچھا۔ کوئی دانا شخص اس لیے بے وقوفی کا کام نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ اب خدا کی بابت کیا کہیں؟ کیا خدا کبھی بے وقوفی کا کام کر سکتا ہے؟ کیا خدا نافرمانی کر سکتا ہے؟ کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ ساری دنیا کا منصف درست کام ہی نہیں کرے گا۔

عبدو: میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا۔

بسیط: بزرگ یوسف! خدا آپ کو ہمارے درمیان دیرینک زندہ سلامت رکھے۔

یوسف: بسیط، مثال کے طور پر، کیا آگ کبھی ٹھنڈی بھی ہوتی ہے؟

بسیط: آگ؟ اور ٹھنڈی؟ نہیں جناب، یہ تو ممکن نہیں۔

یوسف: اور عبدو، کیا دریا کا پانی کبھی سوکھا بھی ہوتا ہے؟

عبدو: نہیں جی! ایسا نہیں ہو سکتا، یہ تو پانی کی فطرت کے خلاف ہے کہ سوکھا ہو۔

یوسف: کیا چٹان ہوا کی طرح نرم یا مہا چٹان کی طرح سخت ہو سکتی ہے؟

عبدو: نہیں استاد جی، یہ باتیں تو ممکن نہیں۔

یوسف: کیوں نہیں؟  
عبدو: چنان سخت ہے وہ رُوئی کی طرح نرم نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ یہ اس کی فطرت میں داخل نہیں۔ اور  
ہوا آخر ہوا ہی تو ہے، وہ چنان کی طرح سخت نہیں ہو سکتی، کیوں کہ یہ اس کی بھی فطرت کے  
غلاف ہے اور فطرت بدل نہیں سکتی۔

یوسف: بہت خوب میرے دوست! یہی حال خدا کا ہے۔ خدا نہ تو بے انصاف ہو سکتا ہے نہ ہی  
نادان۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ ”وہ اپنا انکار نہیں کر سکتا۔ ہاں، خدا سب کچھ کر سکتا ہے لیکن  
وہ اپنی فطرت کو نہیں بدلے گا، نہ تو وہ بے انصاف ہو سکتا ہے، نہ نادان۔ جب ہم اس کی  
قدرت اور قدرت کاظم پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں یہ بات نہ بھولنا چاہیے۔ خدا نہ تو فریبی ہو سکتا  
ہے، نہ دھوکا باز، نہ نادان۔

عبدو: یہ بات ایسی صفائی سے ہم نے پہلے کبھی نہیں سنی۔

یوسف: لیکن میرے دوست! اس سے پہلے کہ ہم ایک دوسرے کو شب بھر کہیں خدا کی قدرت کے بارے میں  
ایک اور خیال پر ہمیں غور کرنا ہے۔ خدا اپنی قدرت کو محبت کی خادمہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔  
بسیط: یوسف، میرا دماغ تو آپ کے ان سوسے سے خیالات سے جکڑا رہا ہے ابھی اور بھی کچھ باقی  
ہے؟ کیا اتنا کافی نہیں؟ پھر ہم نے بھی تو اپنی باتوں سے آپ کا دماغ بہت چاٹا ہے، اور آپ  
مزدور تنگ گئے ہوں گے۔ آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

یوسف: نہیں نہیں، میرے دوستوں! تمہارا آنا میرے لیے خوشی کا باعث ہے اور تمہاری رفاقت  
سے میں بالکل نہیں تھکا۔ میں تو ساری رات اپنے خدا کے بارے میں تمہارے ساتھ بات  
چیت کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن ہاں، اگر تم تنگ گئے ہو تو ہم اسے یہیں ختم کر دیتے ہیں۔  
(اسنے میں یوسف کو ایک بچھو نظر آتا ہے جو عبدو کی بیٹیہ چھپے کی ایک کچی دیوار کے سوراخ  
میں سے دیکھتا ہوا باہر نکل رہا تھا وہ گھبرا کر چلنے لگتا ہے) عبدو: مجھے ذرا اپنا ڈنڈا تو دینا۔  
اپنا ڈنڈا تمہارے پیچھے ایک بچھو ہے۔ خردوار۔ خردوار (عبدو اچھل کر کھڑا ہوتا ہے)

بسیط: در کھڑے رہو دور، میرے بزرگ، مجھے دو اپنا ڈنڈا۔

یوسف: نہیں، میں ہی اسے مار دوں گا (چند ایک ضربوں سے وہ بچھو کا کام تمام کر دیتا ہے)  
ختم ہو گیا وہ۔ خدا کا شکر۔

عبدو: خدا کا شکر ہو۔

بسیط: خدا کا شکر۔ ہمارا خداوند یہاں موجود ہے اور اسی نے اپنے بزرگ یوسف کے ہاتھ کی برکت  
سے اس بچھو سے ہمیں بچا یا ہے۔

یوسف: (سوچتا ہوا) میرے دوستو۔ ذرا اور تھوڑی دیر بیٹھو۔ بسیط، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو بھی غلط  
تھا کہ وہ اپنی قدرت سے متعلق آخری نکتہ آپ ہی نہیں سکھائے۔

بسیط: ہاں بزرگ یوسف۔

یوسف: بسیط، میں تمہارے گے میں ایک زنجیر لگتی دیکھ رہا ہوں۔ شک نہیں کہ تمہارا جڑہ بھی اس وقت  
تمہاری جیب میں ہے۔ ہے نا؟

بسیط: ہاں یوسف۔

یوسف: اور میرا خیال ہے کہ کچھلے ہفتہ تم نے ایک بھینس بھی بازار میں بچی ہے۔ کیوں ٹھیک ہے؟

بسیط: بزرگ یوسف، میں آپ کو تو فریب دینے سے رہا۔ ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔

یوسف: مطلب یہ کہ اس وقت تمہاری جیب میں دو یا تین سکہ ضرور ہوں گے۔ کیوں کسی بھی  
میں نے؟

بسیط: (مسکراتا ہوا) دو سکہ؟ اڑھائی سکہ؟ تین سکہ؟ شاید ہوں گے۔ لیکن میں کیا  
جانوں؟

یوسف: ڈنڈا کس کے ہاتھ میں ہے بسیط؟

بسیط: بزرگ یوسف، آپ کے ہاتھ میں۔

یوسف: اگر میں چاہتا تو بچھو کو مارنے کی بجائے ایک ڈنڈا تمہارے سر پر رسید کر کے تمہارا دوسرا ہتھکڑیا  
سکتا تھا۔ کیوں بسیط، میں نے غلط کہا؟

بسیط: نہیں جی بالکل بجا۔

یوسف: عبدو!

عبدو: ہاں بزرگ یوسف۔

یوسف: عبدو، میرے ہاتھوں میں ڈنڈا میری طاقت ہے یا نہیں؟

عبدو: یقیناً۔

یوسف: میں نے اپنی طاقت کا استعمال کیسے کیا۔

عبدو: وہ بچھو مار کر آپ نے اسے ہماری مدد کے لئے استعمال کیا۔

یوسف: عبدو، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب ذرا غور کرو۔ میں نے اپنی طاقت اپنی محبت کے خادم کے  
طور پر استعمال کی، بسیط! کیوں ٹھیک ہے نا؟

بسیط: یوسف صاحب، ذرا مجھ پر ترس کھائی، ترک۔ میں تو ایک بڑا سیدھا سادہ انسان ہوں۔ بھلا آپ  
کا یہ فلسفہ میں کس طرح سمجھوں؟



عبدالوہاب: درجے برش سے بولتا ہوا اٹھیک ہے، بالکل ٹھیک، ہاں یوسف صاحب آپ نے یہی کچھ کیا تھا۔ دُنڈا آپ کے ہاتھ میں طاقت ہے۔ آپ کو ہم سے محبت تھی، اس لئے آپ نے ہم سے اپنی محبت ظاہر کرنے کے لئے بچھو کو مار کر ہماری مدد کی۔ دُنڈا آپ کی محبت کا خادم بنا۔

یوسف: کاش خدا تمہارے ذہن کو کھولے کہ اس بھید کو سمجھ سکو۔ میں بڑا خوش ہوں تم سے۔ وہ جو دھونڈتا ہے، پاتا ہے۔ تم نے بھی دھونڈا اور پایا۔ خدا کا درمطلق ہے، اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ لیکن وہ اپنی قدرت کا استعمال اپنی محبت کا خادم بنا کر کرتا ہے، وہ اپنے لئے اسے کبھی استعمال نہیں کرتا۔ شیطان نے بڑی کوشش کی کہ وہ ہمارے صحبت دہندہ مسیح کو اپنی قدرت اپنے لئے استعمال کرنے پر مجبور کرے۔ پہاڑ پر اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ وہ خدا کے بیٹے کو پتھر سے روٹی بنانے پر مجبور کرے۔ پھر اس نے کوشش کی کہ وہ ہیکل کے کھڑکے پر سے چھلانگ لگائے پر اسے مجبور کرے۔ لیکن اس نے صاف انکار کر دیا کیونکہ ایسا کرنے کے یہ معنی ہوتے کہ وہ اپنی قدرت کو اپنے خادم کی طرح اپنے ہی لئے استعمال کر رہا ہے۔ یہودیوں نے جاپا کہ وہ انہیں نشان اور مجرے دکھائے۔ اس نے اپنی قدرت کا استعمال ایسے کبھی نہ کیا۔ یہاں تک کہ صلیب پر بھی وہ اُسے طنز کرتے رہے کہ وہ اپنے تئیں بچانے کے لئے اپنی قدرت کو کام میں لائے۔ لیکن اس نے یہ بھی نہ کیا۔ اپنے تمام معجزوں میں اس نے اپنی قدرت کا استعمال صرف دوسروں سے محبت کرنے کے لئے کیا۔ ہاں، ہاں، میرے دوستو، خدا یقیناً قادر مطلق ہے، وہ حق تعالیٰ ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن وہ نا انصاف بھی نہیں اور نہ حکمت سے خالی ہے۔ اس لئے وہ اپنا انکار آپ نہیں کر سکتا۔ اور وہ اپنی قدرت کو محبت کا خادم بنا کر استعمال کرتا ہے۔ اب میں نے اپنا بیان ختم کر لیا اور تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔ لیکن ذرا ٹھہرو کچھ باتیں مجھے ابھی اور کرنی ہیں۔

عبدالوہاب: نہیں بزرگ یوسف، اتنا کافی ہے۔ اب ہم آپ سے رخصت چاہتے ہیں۔ آج ہم نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ضرور ہے کہ ہماری اپنی تمام طاقت بھی اپنے پڑوسیوں اور خدا کے سامنے اپنی محبت ظاہر کرنے میں صرف ہو۔ بزرگ یوسف ٹھیک ہے نا؟

یوسف: ہاں ہاں عبدالوہاب بالکل ٹھیک ہے۔ خدا حافظ میرے دوستو!

عبدالوہاب } خدا حافظ، بزرگ یوسف!  
بسیط }

## بحث و تمحیص کیلئے سوالات

- ۱۔ خدا نے ابراہیم سے اپنے متعلق کیا کہا؟
- ۲۔ دانی آئی نے خدا کو کس نام سے یاد کیا اور اس کے معنی کیا ہیں؟
- ۳۔ اگر خدا آسمان میں مقیم ہے تو وہ زمین کے لوگوں کے درمیان کیسے کام کر سکتا ہے؟
- ۴۔ پولس رسول نے خدا کی عظمت کو کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟
- ۵۔ یوحنا رسول نے خدا کی عظمت کو کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟
- ۶۔ خدا قادر مطلق ہے۔ لیکن کیا کوئی ایسا کام ہے جو وہ نہ کر سکتا ہو؟ ایسے کام کی نشاندہی کریں اور بتائیں کہ وہ کیوں نہیں کر سکتا؟
- ۷۔ خدا اپنی قدرت کا استعمال کیسے کرتا ہے؟
- ۸۔ ”خدا کی قدرت اُس کی محبت کی خادم ہے“ اس سے ہماری کیا مراد ہے؟
- ۹۔ مسیح خداوند نے کب اور کیسے اپنی قدرت کو محبت کا خادم بنا کر استعمال کیا؟

خلاصہ خدا ہر کام کر سکتا ہے۔

لیکن خدا بے انصاف نہیں ہو سکتا۔

وہ غیر دانشمند بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ اس کی طبیعت کے خلاف ہیں۔

وہ اپنا انکار نہیں کر سکتا۔

منقولہ :- خدا نہایت عظیم ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ہر وقت عادل اور ہر وقت دانشمند ہے۔



سبق نمبر ۲

خدا عظیم ہے

وہ اپنی قدرت کو محبت کرنے میں استعمال کرتا ہے

تلاوت کے لئے: متی ۲۱: ۱۱

تفصیل سبق: پہلے سبق کے اختتام پر یوسف صاحب نے ایک بچہ مارا۔ جلدو کا دندہ اس کے ہاتھ میں ایک طاقت تھی۔ وہ اسے اپنے فائدہ کے لیے استعمال کر سکتا تھا اور بیسٹ کا روپیہ چھین سکتا تھا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے اپنی طاقت کو محبت کی خاطر کی صورت میں استعمال کیا۔ خدا قادر مطلق ہے جب خدا اپنی طاقت کو اس طرح استعمال کرتا ہے تو یہ کمزوری نہیں ہے، بلکہ ایک زبردست طاقت ہے۔ طاقت کو خود غرضی سے استعمال کرنا نہایت آسان ہے اس کے برعکس اسے محبت سے دوسروں کی بہتری کے لئے استعمال کرنے کے لیے بڑی توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا یہی کچھ کرتا ہے۔ یہ اس کی قدرت کی عظمت کا ثبوت ہے۔ خدا اتنا زور آور ہے کہ وہ اپنی طاقت کو انسان سے محبت کرنے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ اس سبق میں ہم اس بات کو بہتر طور پر سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ہم سب سے پہلے انسان پر غور کریں گے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی طاقت ہے۔ گناہ کرتے وقت انسان اپنی طاقت کو خود غرضی سے استعمال کرتا ہے لیکن خدا اسے محبت میں استعمال کرتا ہے۔

خدا کا:

خدا عظیم ہے وہ اپنی قدرت کو محبت کرنے میں استعمال کرتا ہے۔

۱۔ ہر ایک انسان میں کوئی نہ کوئی طاقت ہے

(الف) اختیار کی طاقت -

(ب) دولت کی طاقت -

(ج) شخصیت کی طاقت -

(د) جسم کی طاقت -

۲۔ ایک گنہگار انسان اس طاقت کو اپنے لیے استعمال کرتا ہے۔

۳۔ خدا قادر مطلق ہے۔

۴۔ خدا اپنی طاقت کو انسان سے محبت کرنے میں استعمال کرتا ہے وہ اسے مندرجہ ذیل حالتوں میں استعمال کرتا ہے:-

(الف) وہ ہمیں ایک پہل دار پیدا دیتا ہے۔

(ب) وہ ہم سے بدی کو دور کرتا ہے۔

(ج) وہ بدی میں سے بھلائی پیدا کرتا ہے۔

(د) وہ ہمیں تمام روحانی اور جسمانی نعمتیں دیتا ہے۔

منظر نمبر ۲

ڈرامہ کے افسر اور: یوسف صاحب

عبدو

بیسٹ

نمبر دار پطرس

(نمبر دار اور بزرگ یوسف، یوسف کے گھر کے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں)

نمبر دار: بچہ مارا غریب آدمی! کتنے افسوس کی بات ہے کہ بیمار ہو گیا ہے اور وہ بھی اب جبکہ نہر میں پانی کھینے کا وقت ہے۔ یوسف: جی ہاں، آپ نے درست فرمایا اس بچہ سے کے پاس صرف ایک ایکوڑ زمین ہے، اس کے بچے بھی کس ہیں اور اس کی مدد نہیں کر سکتے۔

نمبر دار: اس کے والد صاحب بھی تو بہت بوڑھے ہیں۔ وہ بھی کاشتکاری میں اس کی مدد نہیں کر سکتے۔ اور اس کا بھائی بھی تو اب بچل اپنے اونٹوں کے ساتھ جنوب کی طرف گیا ہوا ہے۔

نمبر دار: وہ یقیناً نہایت بُرے حالات میں گھرا ہوا ہے۔

(عبدو اور بیسٹ آتے ہیں)

یوسف: غرضش امدید میرے بچہ! یا تمہیں شاگرد کو پہناؤ کیسے ہو؟

عبدو: بزرگ یوسف، ہم نیریت سے ہیں۔ جناب چودھری صاحب آداب۔ آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

(وہ ہاتھ ملاتے ہیں)

نمبر دار: خداوند کا شکر ہو۔ خیریت سے ہوں۔

عبدو: جناب چودھری صاحب۔ نہر کے کھنکے میں ابھی کتنی دیر ہے؟

نمبر دار: تقریباً چھ دن بعد۔ عبدو اُمید ہے کہ تم نے اپنی تمام کپاس چن لی ہوگی۔

عبدو: خدا کا شکر ہے، آج ہی کام ختم ہوا ہے۔ ہمارے پاس کام کرنے کے لیے کافی آدمی ہیں۔ میرے

بھائی اور بیٹے وغیرہ، سب نے خوب مدد کی۔

یوسف: بہت خوش قسمت ہو عبدو۔ کیا تم نے سلیمان کے بارے میں کچھ سنا؟  
عبدو: نہیں جناب۔ اُسے کیا ہوا ہے؟

یوسف: وہ کچھ بیمار ہے۔

عبدو: ہیں؟ اُسے کیا ہوا؟

یوسف: آج جب وہ اپنے کھیتوں سے واپس آیا، تو اُسے بہت تیز بخار تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اُسے طیر یا  
بے۔ خدا میں اس بلا سے محفوظ رکھے۔

عبدو: بچار سلیمان۔ کیا اس نے اپنی فصل جمع کر لی ہے؟

منبردار: ابھی نہیں۔

بسیط: کیا اس کے بھائی بند نہیں جو اس کی مدد کر سکیں؟

منبردار: نہیں کوئی بھی نہیں ہے۔

بسیط: خدا کوئی نہ کوئی انتظام کر دے گا۔ وہی ہر کام کو سنوارنے والا ہے۔

یوسف: آہستہ آہستہ اور کچھ سوچتے ہوئے، بسیط، کیا اس معاملے میں اتنا ہی کہنا چاہتے تھے؟

بسیط: جناب، میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟

یوسف: نہیں بسیط۔ کچھ بھی تو نہیں۔ میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ..... چلو چھوڑو اس بات کو۔ آؤ  
ہم اپنی کل والی گفتگو کو جاری رکھیں۔ جناب چودھری صاحب۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ سہرات جمع  
ہو کر خدا کے گھر سے حیدر والی گفتگو کیا کریں گے۔

منبردار (پر زور لہجے میں): مجھے معلوم ہے! اسی وجہ سے تو میں یہاں آیا ہوں۔ کل شام آپ کی گفتگو کے متعلق  
معلوم ہوا تھا، لہذا بن بلائے ہی آگیا (مذاق سے) کیا منبردار کو گاؤں کے تمام حالات معلوم نہیں  
ہونے چاہئیں؟

یوسف: بے شک، بے شک، چودھری صاحب۔ ہم آپ کے آنے کے لئے شکر گزار ہیں۔

منبردار: بزرگ یوسف، خدا آپ کو سلامت رکھے۔

یوسف: شکریہ جناب۔ کل رات جو بات ہو رہی تھی، آج صبح میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا عبدو؟

تیس یا دسے وہ کیا بات تھی؟

عبدو: وہ خدا کے متعلق تھی کہ وہ اپنی قدرت کو خدام کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

یوسف: بسیط خدا بتاؤ تو ہمیں، کس کے خدام کی صورت میں؟ ذرا سوچ کر جواب دینا کہیں ہمیں چودھری

صاحب کے سامنے شرمندہ کراؤ۔

بسیط: خدام؟ کیا ہماری طرح خدا کے بھی خدام ہیں جو اس کے گھر کی صفائی وغیرہ کرتے ہیں؟

یوسف: (ہنستے ہوئے) بسیط میاں، آسمان پر کڑا کرکٹ نہیں ہے لیکن خدا کی قدرت اس کی خادہ ہے  
اور وہ اس سے محبت کے کام کو داتا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں اس بات پر مزید غور کرنا چاہیے۔

کل رات ہم نے یہ سمجھا تھا کہ خدا قادر مطلق ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر وہ اپنی فطرت کے  
خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ وہ نہ تو بے انصاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی حیر و شہد۔ یہ اس کی طبیعت  
کے خلاف ہے۔ ہر انسان کے پاس کوئی نہ کوئی قوت ہوتی ہے جیسا کہ ہے نا، چودھری صاحب؟

منبردار: ابھی آپ کا مطلب واضح نہیں ہوا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس کوئی  
قوت ہی نہیں۔

یوسف: یہ درست ہے کہ کچھ انسان کمزور ہیں لیکن قوت بھی تو کئی قسم کی ہے۔ ایک اختیار کی قوت،  
ایک دولت کی قوت، ایک شخصیت کی قوت اور ایک ہے جسم کی قوت۔

عبدو: درست فرمایا آپ نے، یوسف صاحب۔

یوسف: اب ہم اس بات پر غور کریں کہ لوگوں نے ان مختلف قوتوں کو کیسے استعمال کیا۔ چودھری صاحب،  
ہمارے گاؤں میں آپکا درجہ بلند ہے۔ آپ ہی تباہی کر اختیار والے اپنی طاقت کو یکے  
استعمال کرتے ہیں۔

منبردار: ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور ہم میں سے اکثر اپنی طاقت کو اپنے فائدے کے لئے ہی  
استعمال کرتے ہیں۔ اپنے بادشاہوں ہی پر غور کریں وہ اپنے اپنے وقت کے زبردست آدمی  
تھے۔ مگر انہوں نے اپنی طاقت کو کیسے استعمال کیا؟ عظیم الشان محل اور قلعے بنائے پر بنائے تو  
عزیم لوگوں نے۔ لیکن ان محلوں اور قلعوں نے ان بے جاہلوں کو کیا فائدہ پہنچایا؟ کچھ بھی نہیں۔

یوسف: آج کل کے منبرداروں کے متعلق کیا خیال ہے؟ وہ اپنے اختیار و قوت کو کیسے استعمال کرتے ہیں؟  
منبردار: ان میں کچھ اچھے ہیں اور کچھ بُرے۔ لیکن گنہگار انسان گناہ میں ہی زندگی بسر کرتا ہے اور کچھ نصیحت  
اسے ملتا ہے وہ اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

بسیط: چودھری صاحب، آپ نے درست کہا ہے۔

یوسف: بے شک، بے شک، یہ سچ ہے۔ میرے پاس چند ایک بزرگ ہیں اس لیے میں دولت کی طاقت  
کے بارے میں بتاؤں گا۔ پہلے ہمارے ملک میں بڑے بڑے زمیندار اور جاگیردار ہوا کرتے تھے۔

ان کی دولت ان کی طاقت تھی۔ کیا انہوں نے اس طاقت کو دوسروں کی بہتری کے لیے استعمال  
کیا یا صرف اپنے ہی لئے؟

عبدو: خدا کی پناہ! وہ اپنی دولت صرف اپنے ہی استعمال کرتے تھے۔ وہ اپنے مزارعوں سے بہت  
سختی سے پیش آتے تھے۔ اور صرف چند ٹکے ہی مزدوری دیا کرتے تھے۔ خداوند کا شکر ہو کہ اب انکی

طاقت ٹوٹ گئی ہے۔

یوسف: عہدہ جو کچھ تم نے کہا ہے، مجھے اس سے اتفاق ہے۔ وہ اپنی دولت صرف اپنی عیش و عشرت میں ہی استعمال کرتے تھے۔ آج کچھ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مائیداد کا رکھنا ہی غلط ہے۔ لیکن میرے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس نے صرف یہ کہا کہ جاکر اد کو فقط اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنا غلط ہے۔ دولت ایک طاقت ہے۔ ہم اس طاقت کو اپنے لئے استعمال کر سکتے ہیں یا اسے خادم بنا کر دوسروں کی مدد کے لیے بھیج سکتے ہیں۔ بسیط مہاں، سنو۔

بسیط: جی بزرگو۔

یوسف: اگر میں اپنے لوگوں کو حکم دوں تو کیا وہ میرا حکم مانے لگا؟ بسیط: مانے گا کیوں نہیں۔

یوسف: اگر مجھے معلوم ہو کہ جو دھری صاحب کے گھر دعوت ہے اور انہیں مدد کی ضرورت ہے۔ تو کیا میں اپنے لوگوں کو انکی مدد کے لیے نہیں بھیج سکتا؟

بسیط: ضرور جناب ضرور۔

یوسف: کیا وہ نہیں جانے لگا؟

بسیط: ضرور جانے لگا۔

یوسف: دولت ایک خادم کی مانند ہے۔ میں اپنی دولت کو جو بھی حکم دوں گا وہ کریگی۔ اگر چاہوں کہ وہ صرف میری ہی خدمت کرے تو وہ میرا ہی حکم مانے گی۔ اور اگر کسی دوسرے کی خدمت کا حکم دوں تو اسے بھی مانے گی۔ لیکن ایک اور قسم کی طاقت بھی ہے۔ ہر آدمی کی شخصیت کا دوسروں پر کوئی نہ کوئی اثر ہوتا ہے بعض اس اثر کو اچھائی کے لیے استعمال کرتے ہیں اور بعض بدی کے لیے۔ کل ہم نے پادری خا صاحب کے متعلق گفتگو کی تھی۔ عہدہ میاں، ذرا بتاؤ تو کیا ان کے پاس دولت کی طاقت تھی؟

عہدہ: نہیں جی۔ ان کی شخصیت ہی ان کی طاقت تھی۔ وہ جو کچھ بھی کہتے تھے، ہم میں سے ہر ایک اسے کرنے کے لیے تیار رہتا تھا۔

یوسف: عہدہ، یہ درست ہے۔ ان کی شخصیت کا اثر ان کی بڑی طاقت تھی۔ جسے وہ دوسروں کی بھلائی کے لئے استعمال کرتے تھے۔ عہدہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

بسیط: توہ! اس کا نام نہ لیجئے۔ اس کے تو نام ہی سے اب بھی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شکر ہے کہ وہ دس سال ہوئے گاؤں کو چھوڑ کر شہر چلا گیا۔ خدا کی پناہ، ہم سب پر اس کا کتنا رعب تھا۔ میں اپنے باپ کی نسبت اس سے زیادہ ڈرتا تھا۔ اس کا رعب ایک بڑی طاقت تھی۔

یوسف: طاقت، وہ کیسے؟ کیا اس کے پاس بہت سی بند قوتیں تھیں؟ دولت تھی؟ یا کچھ اور؟ بسیط: طاقت، طاقت تو جانتا نہیں، بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ اس کا بڑا رعب تھا۔

یوسف: بسیط، میاں تم نے درست کہا ہے۔ پچھلے اس میں بڑی طاقت تھی وہ لوگوں پر بہت اثر رکھتا تھا۔ لیکن یہ کتنے انوکھے بات ہے کہ اس نے اپنی اس طاقت کو صرف اپنے فائدے کے لئے استعمال کیا۔ اس طرح اس نے لوگوں کو یہ سکھایا کہ وہ صرف اپنا ہی سوچیں۔ وہ تو لوگوں کو کھلونا ہی سمجھتا تھا اور جائز نامائز طریقے سے اپنا مطلب نکالتا تھا۔ لیکن ایک اور طرح کی طاقت بھی ہے جو ہم سب کے پاس ہے یعنی جسم کی طاقت۔ ہر انسان اپنے جسم میں کچھ کچھ طاقت رکھتا ہے۔ عہدہ، کیا آج تم نے اپنے بھتیگوں میں کام نہیں کیا؟

عہدہ: بے شک کیا ہے۔

یوسف: کیا تم نے وہاں اپنی جسمانی قوت کو صوف نہیں کیا؟

عہدہ: کیا ہے؟

یوسف: لہذا یہ بھی ایک طاقت ہے جسے ہم دوسری طاقتوں کی طرح اپنے لئے یا دوسروں کی مدد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

عہدہ: (قدرے سوچتے ہوئے) میرا بھی یہی خیال ہے مگر میں نے اس سے پہلے اس طرح کبھی نہیں سوچا تھا۔

یوسف: عہدہ، تمہاری جسمانی طاقت تمہاری خار مر ہے۔ اسے جو حکم دو گے وہی کرے گی۔ تم اسے اپنے فائدے کے لئے ہی استعمال کر سکتے ہو جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں، یا نیک ساری کی طرح دوسروں کے فائدے کے لئے۔

مہرودار: یوسف صاحب، آپ نے حقیقت بیان کی ہے۔ آپ کے الفاظ ہم سب کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ یوسف: جو دھری صاحب۔ اگر آپ اپنے آپ کو مجرم سمجھتے ہیں تو یہ میرے الفاظ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ آپ کی ضمیر کی ہی آواز ہے۔

اب میرے دوستو! وہم خداوند لیسوع مسیح پر غور کریں۔ بسیط بھلا بتاؤ تو سہی کہ کیا اس کے پاس کوئی طاقت تھی؟

بسیط: اس کے پاس؟ اس کے پاس تو کل زمین و آسمان کا اختیار ہے۔

یوسف: شاباش بسیط۔ اس نے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ آؤ اب ہم ان طاقتوں پر غور کریں جن کے متعلق ہم گفتگو کرنے رہے ہیں، کیا اس کے پاس اختیار کی طاقت تھی جسے شک وہ تو ابن خدا تھا۔ کیا اس کے پاس دولت کی طاقت



حقّی و مزدہم چیز اس کے وسیلہ سے ہی پیدا ہوئی۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ کیا اس کے پاس اپنی شخصیت کے باعث دوسرے پر اثر ڈالنے کی طاقت تھی؟ بے شک تھی وہ تو صاحب اختیار کی طرح بات کرتا تھا۔ گنتی بات میں تو باری بھی اس سے مدد گئے۔ اُسے دیکھتے ہی وہ زمین پر گر پڑے۔ کیا اس کے پاس کوئی چیز معمولی کام کرنے کی طاقت تھی؟ وہ جو معجزہ بھی چاہتا کر سکتا تھا۔ لیکن کیا اس نے اپنی طاقتوں کو اپنے غاڑے کے لئے استعمال کیا؟

ممبر وارہ: سبھی نہیں۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی بھلائی کے لئے کام کرتا رہا۔

یوسف: جو دھڑی صاحب آپ نے بالکل صحیح کہا ہے۔ خدا قادر مطلق ہے۔ وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی قدرت کو دوسروں کی خدمت کے لئے استعمال کرتا ہے۔ عہدہ، ذرا اپنے لہو لہو نظر دوڑاؤ۔ آج تم کھیت میں کام کر رہے تھے۔ اب تم کیا کر رہے ہو؟

عہدہ: جناب مٹی بربا ہوں۔

یوسف: مٹی کس طرح اچھی ہے؟

عہدہ: خدا کی قدرت سے۔

یوسف: خدا کی بانی کو کوئی طاقت بہا کر لاتی ہے تاکہ کھیت سیراب ہوں؟

عہدہ: خدا کی۔

یوسف: تمہیں کھیتوں میں کام کرنے کو کون قوت بخشتا ہے؟

عہدہ: خدا۔

یوسف: عہدہ وہاں دیکھا تم نے! خدا اپنی طاقت کو ہماری خدمت کے لئے بطور ایک خادم استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کی یہ خدمت صرف کھیتوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ وہ ہماری زندگی کے ہر ایک پہلو میں ہماری خدمت کرتا رہتا ہے۔ بعض اوقات تو وہ ہمیں دہی سے بچانے کے لئے بھی اپنی طاقت استعمال کر کے ہماری خدمت کرتا ہے۔ اور بعض دفعہ وہ اپنی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے بڑائی میں سے بھی بھلائی پیدا کر سکتا ہے۔

عہدہ: واقعی؟ کیا خدا ہماری بڑائی سے بھلائی پیدا کر سکتا ہے۔ یہ بات تو میں سمجھ نہیں سکا۔ میں یہ تو جانتا ہوں کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر یہ وہ کیسے کرتا ہے؟

یوسف: عہدہ! کیا تمہیں حضرت یوسف کی کہانی یاد ہے؟

عہدہ: جی ہاں، یاد ہے۔

یوسف: کیا یوسف کے بھائیوں نے اس کے ساتھ دہی کی حقّی یا نیکی؟

عہدہ: انہوں نے تو دہی کی حقّی۔

یوسف: لیکن کیا خدا نے اسے بھلائی میں مبتلا نہ کیا؟

عہدہ: یقیناً اُس نے ایسا کیا۔

یوسف: اور ایسا یہ کیا کچھ گزرا؟ شیطاں اس کے ساتھ بڑائی کرتا چاہتا تھا۔ لیکن خدا نے شیطاں کی ہڈی کے

دھڑے کو اس پر چڑھ کر رکھا اور فرق نہ کھایا۔ اس طرح خدا اپنی طاقت کو بھلائی بھلائی کے

لئے استعمال کرتا ہے۔ بیسٹ میاں!

بیسٹ: جی بڑا ہے، کیا مکرم ہے؟

یوسف: خدا سنی! باب نکال کر اس کی دوسری سے پچھنی آیت تک پڑھنا۔

بیسٹ: (پڑھتا ہے) "یوحنا نے قید خانہ میں مس کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت

اس سے پھوٹا بھیجا کہ آئے دلا تو بھی ہے یا تم دوسرے کی دلا دیکھیں؟ یوحنا نے جواب

میں اس سے کہا کہ جو کچھ تم سنئے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کرو۔ مگر افسوس دیکھتے اور

نگھڑے جیسے پھرتے ہیں۔ کوڑھی بال صاف کے مچاتے اور ہرے سننے ہیں اور مڑے ڈھ

کے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنانی جاتی ہے اور ہمارا کہ وہ ہے جو میرے سبب سے

مٹھو کر نہ کھائے۔"

یوسف: مس نے سب کچھ اپنی طاقت سے کیا۔ بیابان میں آزمائش کے وقت اس نے اپنی ضرورت

کو پورا کرنے سے انکار کر دیا مگر دوسرے موقع پر اس نے اپنی طاقت کو محبت کے خادم کی صورت

میں استعمال کیا اور پانچ ہزار کی بھیڑ کو بیکار کیا۔

لیکن میرے دوستو! یہ اس کی سب سے بڑی بخشش کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ صلیب پر اس

نے اپنی پوری طاقت استعمال کی تاکہ وہ ہمارے لیے موت اور گناہ پر فتح حاصل کرے۔ یہودی کہتے

تھے کہ وہ کمزور ہے اور اس کے پاس طاقت نہیں ہے لیکن اُس وقت بھی اس نے اپنی طاقت

کو اپنے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ ہمیں بچانے کے لئے۔

یقیناً خدا عظیم ہے۔ ہاں خدا قادر مطلق ہے۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ ہمارے لئے

اپنی عظیم قدرت کو محبت کے خادم کی صورت ہی میں استعمال کرتا ہے۔

(وہ سب کچھ دیر خاموش رہتے ہیں۔ آخر کار ممبر وار اس خاموشی کو توڑتا ہے)

ممبر وار: یوسف صاحب! آپ نے ہم سب کے مزید کر دیئے ہیں۔ واقعی جبار خداوند کا عظیم

ہے کہ وہ اپنی طاقت کو ہماری بھلائی کے لئے استعمال کرتا ہے۔

عہدہ: لیکن اسے اساد ہم اپنی طاقت کو کس طرح استعمال کریں کہ یہ ہر ہو کہ ہم خدا سے محبت رکھتے

ہیں؟ ہم خدا سے محبت رکھتے ہیں مگر ہمیں اس نقطہ ایک طاقت ہے اور وہ ہے جسم کی طاقت۔

ہم اپنی اس طاقت کو کیسے استعمال کر سکتے ہیں کہ یہ ظاہر ہو کہ ہم خدا سے محبت رکھتے ہیں؟ ہم اپنی  
جسمانی طاقت کو محبت کا خادم کیسے بنا سکتے ہیں؟

یوسف: (اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے) عیدرمیاں نہیں گرجا جاتے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

عبدو: غالباً میں سال۔ گر آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟

یوسف: کیا تم ان باتوں کو اب تک نہیں سمجھتے؟ مسیح خداوند نے کیا کہا؟

عبدو: کیا کہا؟ مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آئی۔

یوسف: یسوع نے کہا "جو کو تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ سلوک  
کیا اس لیے میرے ہی ساتھ کیا۔"

بسیط: کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم گاؤں میں کسی کی مدد کرتے ہیں تو یہ مسیح کی خدمت ہے؟

یوسف: ہاں، یہی میرا مطلب ہے۔

عبدو: بھائی بسیط خدا میری بات تو سنو۔

بسیط: ہاں بھائی عبدو، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

عبدو: کل ہم اپنی طاقت کو محبت کی خادم بنا کر استعمال کریں گے۔ ہم سلیمان کے کھیتوں میں جائیں گے۔

کیونکہ وہ بیمار ہے۔ ہمیں اس کی کیا سبب جمع کر لینی چاہیے تاکہ طہنی سے ٹھنڈا رہ سکے۔ یہ سلیمان

کی نہیں بلکہ خداوند کی خدمت ہوگی۔ اس طرح یہ ظاہر ہوگا کہ ہم اپنی طاقت کو خداوند کے لئے دوسروں  
کی بھلائی کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

یوسف: (بہت متاثر ہوتا ہے) میرے بچہ ماؤ خدا تمہارے ساتھ ساتھ رہے۔ جب تم کسی کی مدد کرو

تو یہ جان لو کہ خداوند کے لیے کر رہے ہو۔ شنب بچہ میرے دوستوں۔

سب: شنب بچہ بزرگ یوسف۔

## بحث و تجویز کے لئے سوالات

۱۔ کیا ہر انسان کے پاس طاقت ہے؟

۲۔ انسان کے پاس کون کون سی طاقتیں ہیں؟

۳۔ ایک گنہگار انسان ان طاقتوں کو کیسے استعمال کرتا ہے؟

۴۔ مسیح کے پاس کون کون سی طاقتیں تھیں؟

۵۔ ہم خدا کی طاقت کو کھیتوں میں کام کرتے ہوئے کیسے دیکھتے ہیں؟

۶۔ یسوع کے چند ایک معجزے بیان کیجئے۔ ان معجزات میں مسیح نے اپنی قدرت کو محبت کی صورت میں استعمال

کیا ہے؟

۷۔ عبدو اور بسیط نے اپنی طاقت کو کیسے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا؟

۸۔ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنی طاقت کو محبت کی خادم کی صورت میں کیسے استعمال کر سکتے ہیں؟

۹۔ مسیح نے صلیب پر اپنی طاقت کو محبت کی خادم کی صورت میں کیسے استعمال کیا؟

خلاصہ سبق

ہر انسان میں کچھ نہ کچھ طاقت ہے اگر ہمارے پاس محض جسمانی طاقت ہے تو یہ بھی تو ایک طاقت

ہے۔ گنہگار انسان اپنی طاقت کو صرف اپنے لئے ہی استعمال کرتے ہیں۔ خدا قادر مطلق ہے اُس

نے تمام امتیاز مسیح کو دے دیا۔ اور وہ اُسے صرف ہماری بھلائی کے لیے استعمال کرتا ہے۔

مقولہ: خدا قادر مطلق ہے۔ لیکن وہ اپنی قدرت کو ہمیشہ بھلائی کے لیے استعمال کرتا ہے۔

## خدا عظیم ہے

اس نے ہمیں نیکی اور بدی میں انتخاب کی آزادی بخشی

”طاوت کے لیے :- یوحنا ۸: ۳۲-۳۴؛ گلیتوں ۱: ۵-۲؛ ۱- پطرس ۲: ۱۶؛

لپیوں ۲: ۱۲-۱۳

تفصیل سبق: خدا نے ہمیں آزادی ارادی بخشی ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ خدا قادر مطلق ہے، مگر کیا ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ ہماری اپنی ذمہ داری ہے؟ خدا نے جاتوروں کو مرضی کی آزادی نہیں بخشی بلکہ انسان کو۔ یہ بات خدا کی طاقت کو ثابت کرتی ہے۔ آزادی صرف طاقت ور بادشاہ دے سکتا ہے۔ اگر ایک کمزور بادشاہ کی رعایا کو اپنی مرضی کرنے کی اجازت دے دی جائے تو وہ حکومت نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا اتنا طاقت ور ہے کہ انسانوں کو آزادی فعل دینے کے باوجود بھی حکومت کر سکتا ہے۔ ہم اکثر کہتے ہیں کہ ”سب کچھ خدا کی طرف سے ہے“ اور اس طرح خدا کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ یہ بات بہت شرم کی بات ہے۔

خدا نے ہمیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہم اسے پیار کریں اور اس کی خدمت کریں۔ لیکن حقیقی محبت صرف اُس وقت ہی ممکن ہے۔ جب ہم آزاد ہوں۔ خدا ہمیں آزادی بخشا ہے تاکہ جب ہم اُس سے محبت رکھیں تو وہ حقیقی محبت ہو۔ ہم علما دوسروں سے محبت رکھ سکتے ہیں لیکن ہم حکم دے کر کسی کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ ہم سے محبت رکھے۔ خدا اتنا عظیم ہے کہ اس نے انسان کو انتخاب کی آزادی بخشی۔ مگر جب انسان نے گناہ کو پسند کیا تو پھر خدا نے اپنی عظمت میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہمیں اپنی محبت کے وسیلہ سے جیت لے گا۔ وہ حکم دے گا جبراً ہم سے فرمانبرداری کر سکتا، لیکن اس نے محبت کے ذریعہ سے ہماری فرمانبرداری کو جیتنے کا ارادہ کیا۔ درحقیقت وہ ایک عظیم خدا ہے۔

خاکہ: خدا عظیم ہے۔ اس نے ہمیں نیکی اور بدی میں انتخاب کی آزادی بخشی

۱۔ خدا نے انسان کو حیوانوں سے افضل پیدا کیا۔

۲۔ کائنات میں خدا کی عظمت قوت سے ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ انسان میں خدا کی عظمت اس کی آزادی فعل میں نظر آتی ہے۔

۲۔ صرف کمزور ہی آزادی دینے سے ڈرتے ہیں۔

۳۔ آزادی فعل سے انکار کا مطلب، اپنی غلطیوں کا ذمہ دار خدا کو ٹھہرانا ہے۔

۴۔ خدا نے ہمیں اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری محبت اور فرمانبرداری کا طالب ہے۔ لیکن وہ اسے دوست بنا کر اپنا سلسلہ نہیں بنے۔ مرضی سے اس کی دوستی چن لی ہے۔ وہ کسی ایسے شخص کی دوستی کا اندازہ مند نہیں ہے۔ جسے اس کے ساتھ محبت کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔

(۱) خدا کے پاس فرشتے ہیں اور وہ اس کی خدمت کرتے ہیں انہوں نے خود اس خدمت کو نہیں چنا بلکہ خدا نے انہیں اپنی خدمت پر مقرر کیا ہے۔

(ب) وہ جانتا ہے کہ ہم اپنی مرضی سے اسے پیار کریں اور اس کی خدمت کریں۔

(ج) آپ کسی کو سچے دل سے اپنے سے پیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتے۔

(د) خدا اپنی عظمت میں انسان کو چننے کی آزادی دیتا ہے۔

(لا) وہ اپنی عظمت میں ہمیں محبت کے ذریعہ جیت لیتا ہے۔

### منظر نمبر ۳

ڈرامہ کے افراد: یوسف صاحب

مہربان

عبدو

بیٹ

صدیق

(یوسف اپنے مکان کے سامنے بیٹھا گلیزوں کے خط کا پانچواں باب پڑھ رہا ہے)

یوسف: (پڑھتا ہے) ”میں نے ہمیں آزاد رہنے کے لیے آزاد کیا ہے۔ پس تا تم رہو اور دوبارہ غلامی کے جوئے میں نہ جھڑو۔“

مہربان: آداب عرض، بزرگ یوسف۔

یوسف: آداب عرض چو دھری صاحب، مزاج بخیر؟

مہربان: خداوند کی تعریف ہو، ہر طرح خیریت ہے اور آپ کیسے ہیں؟

یوسف: خداوند کا شکر ہو۔ میں بھی خیریت سے ہوں۔

مہربان: جناب ایک مشکل آپڑی ہے۔



یوسف: تشریف رکھنے والے جابا تو سب درست ہو جائے گا

منہ بردار: بزرگوار والد صاحب کی وفات کے بعد، صرف آپ ہی ایک ایسی ہستی ہیں جنہیں میں اپنے باپ کی جگہ سمجھ سکتا ہوں اور جن کے سامنے اپنی مشکلات پیش کر سکتا ہوں۔  
یوسف: چودھری پطرس، آپ کے والد صاحب ایک عظیم انسان تھے۔ میں ان کی جگہ نہیں لے سکتا۔ البتہ آپ جب چاہیں مجھے مشورہ لے سکتے ہیں یہ میرے لیے باعث افتخار ہو گا۔  
منہ بردار: جس مشکل کے متعلق میں بیان کرنا چاہتا ہوں، غالباً اس کے متعلق آپ جانتے ہی ہوں گے یعنی اپنے چوکیدار حبیب کے متعلق۔

یوسف: میں جانتا ہوں آپ کے اور اس کے خاندان میں کچھ کشیدگی ہے۔ آپ کے والد اور اس کے والد کے درمیان کچھ ناراضگی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا چوکیدار آپ سے نفرت کرتا ہے۔  
منہ بردار: جی ہاں آپ نے بالکل درست اندازہ لگایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے ویسے تو وہ بہت فرمانبردار ہے مگر مجھ سے محبت نہیں رکھتا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے دل میں میرے خلاف نفرت ہے۔

عبدو: (اندوئل ہوتا ہے) آداب عرض استاد یوسف، آداب عرض جناب چودھری صاحب۔  
یوسف: خوش آمدید میرے دوستو! کیا تم لوگ خدا کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے تیار ہو؟  
بسیط: جی ہاں، ہم تیار ہیں۔ اور ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ آج پھر محترم چودھری صاحب یہاں تشریف فرما ہیں۔

منہ بردار: میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے یہاں آنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

عبدو: یوسف صاحب آج رات ہمارا مضمون کیا ہے؟

یوسف: ابھی ہمیں خدا کی عظمت کے بارے میں گفتگو جاری رکھنا چاہیے۔ مگر آج رات ہم اس بات پر غور کریں گے کہ خدا اتنا عظیم ہے کہ وہ ہمیں چاروں کی آزادی دے دیتا ہے۔

بسیط: جناب، یہ تو بہت مشکل مضمون ہے۔

یوسف: بسیط میاں، آسان معنی میں سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا۔ چلو شروع کریں عبدو؟

عبدو: فرمائیے بزرگ یوسف۔

یوسف: کیا حیوان خود مختار ہیں؟

عبدو: جناب میں یقین کے ساتھ کہہ نہیں سکتا۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ گھوڑا جیڑا جیڑا ہے۔

یوسف: مگر عبدو کیا گھوڑا اپنی آزاد مرضی سے گھوڑے کے علاوہ کچھ اور بھی بن سکتا ہے؟

عبدو: نہیں ہرگز نہیں۔

یوسف: کیا گھوڑا ہمیشہ گھوڑوں کی طرح حرکات دکرے گا؟

عبدو: یقیناً وہ ایسا کرے گا۔

یوسف: بسیط میاں اگر آپ گھوڑے کے بیچ بولیں تو اس میں سے آم کے دخت نکلیں گے، یا اگر آپ کیاس بولتے ہیں تو کیا وہ اپنی مرضی سے گیہوں بن سکتی ہے؟

بسیط: نہیں جناب، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ اپنی مرضی سے ایسا کر سکتی ہے۔

یوسف: بسیط تم نے بالکل درست جواب دیا۔ جیوان اور پورے خود اپنی مرضی نہیں کر سکتے۔ وہ خدا کے حکم کے مطابق رہتے ہیں۔ لیکن عبدو ذرا غور تو کرو کہ خدا نے انسان کو حیوانوں سے افضل پیدا کیا ہے۔

زبور نویس انسان کے متعلق یوں فرماتا ہے: "کیونکہ تو نے اُسے خدا سے کچھ ہی کم تر بنایا ہے اور جلال اور شوکت سے اسے تاجدار کرتا ہے۔" اب میرے دوستو! ایک نمایاں فرق جو انسان اور حیوانوں میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی مرضی استعمال کر سکتا ہے جبکہ حیوان ایسا نہیں کر سکتا۔

انسان نیکی اور بدی دونوں سے کسی کو چن سکتا ہے۔ عبدو میاں، ذرا گھنٹو ۵-۱۰ تو پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "میں نے ہمیں آزاد رہنے کے لئے آزاد کیا ہے۔ پس قائم رہو اور دوبارہ غلامی کے جوئے میں نہ جھو۔"

یوسف: بسیط، اب تم ۱- پطرس ۲: ۱۷ پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "اپنے آپ کو آزاد جانو مگر اس آزادی کو بدی کا پردہ نہ بناؤ بلکہ اپنے آپ کو خدا کے بندے جانو۔"

منہ بردار: یہ بالکل درست ہے۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم خود مختار نہیں ہیں تو اپنا درجہ گھٹاتے ہیں اور اپنے آپ کو حیوانوں کے برابر بناتے ہیں۔ بسیط کیا تم اس نکتہ کو سمجھ گئے ہو؟

بسیط: یقیناً میں سمجھ چکا ہوں۔ یعنی جدھر میں جانا چاہوں جا سکتا ہوں اور جہر گھوڑا جانا چاہے مر سکتا ہے۔

منہ بردار: نہیں نہیں بسیط، اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کیا تمہارے پاس گدھا ہے؟

بسیط: جی ہاں۔ مگر یہ وہ بہت شرارتی۔

منہ بردار: کیا تمہارا گدھا خود شرارتی بنا ہے یا اس کی خصلت ہے؟

بسیط: جناب چودھری صاحب۔ وہ گدھا ہے اور شرارتی ہے۔ اس میں اس کا کیا قصور اور وہ اس کے لئے کبھی کیا سکتا ہے؟

منہ بردار: میرا خیال ہے تم اس بات کو سمجھتے ہو۔ اگر تمہارا گدھا شرارتی ہے تو کیا وہ اپنی عادت

یوسف: بچا صدیق۔

صدیق: زمانے جناب۔

یوسف: جب میں نے آپ کو لایا اور کہا خدا آپ کو قوت دے تو آپ نے کیا جواب دیا تھا؟

صدیق: میں نے جواب دیا تھا کہ ”سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔“ یہی کہا تھا۔

یوسف: اچھا تو سب کچھ خدا کی طرف سے ہے فرض کریں چودھری صاحب کامکان بناتے وقت آپ سے

کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا آپ ذمہ دار نہیں ہیں؟ کیا آپ کا یہی مطلب ہے؟ اگر

آپ سے مکان بناتے وقت کوئی غلطی ہو جائے تو کیا آپ اس کے ذمہ دار ہیں یا خدا؟

صدیق: (کچھ پریشان ہوتے ہوئے) میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ میں تو بس اتنا ہی جانتا ہوں۔

یوسف: بچا صدیق آپ کی بہت مہربانی۔ آپ ایک اچھے انسان ہیں۔ یہاں آنے اور باتیں کرنے کے لیے آپ کا شکریہ۔

صدیق: میں نے آپ سے بہت زیادہ باتیں تو نہیں کیں۔ لیکن اب مجھے اجازت دیں، ہمیں مصالحہ سوکھ جانے لگا۔ خدا حافظ۔

سب: خدا حافظ بچا صدیق۔ (صدیق باہر چلا جاتا ہے۔)

یوسف: (عبدو کو آواز دیتا ہے) عبدو

عبدو: زمانے بزرگ یوسف۔

یوسف: فلیوں کا دوسرا باب نکالو اور اس کی ۱۲ تا ۱۳ آیات پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) ہیں اسے میرے عزیز و! جس طرح تم ہمیشہ سے فرمانبرداری کرتے آئے ہو اسی طرح

اب بھی نہ صرف میری حاضری میں بلکہ اس سے بہت زیادہ میری غیر حاضری میں ڈرتے اور کانپتے

ہوئے اپنی نجات کا کام کے رجاؤ۔ کیونکہ جو تم میں نیت اور عمل دونوں کو اپنے نیک ارادہ کو انجام

دینے کے لیے پیدا کرتا ہے وہ خدا ہے؟

یوسف: عبدو! پس سول کہتا ہے کہ اپنی نجات کا کام کئے جاؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہم پر منحصر ہے۔

کیا یہ درست ہیں؟

عبدو: جی ہاں! یہ دکھائی تو ٹھیک ہی دیتا ہے۔

یوسف: پھر وہ کہتا ہے کہ خدا تم میں کام کر رہا ہے۔ دیکھا عبدو، خدا بھی کام کرتا ہے اور ہم بھی۔

کیا تم لطیف صاحب کو جانتے ہو؟

عبدو: ہاں، ہم سب انہیں جانتے ہیں۔

یوسف: میں سال پہلے لطیف صاحب نے کیسے کام شروع کیا تھا؟

عبدو: انہوں نے شتر بان کی صورت میں کام شروع کیا۔ اس وقت وہ بہت غریب تھے۔

یوسف: کیا وہ ابھی تک شتر بان ہیں؟

عبدو: نہیں، اب تو ان کے پاس بیس ایکڑ زمین ہے۔

یوسف: بہت خوب۔ جب کوئی انہیں کوئی کام کرنے کے لئے کہتا ہے تو وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

عبدو: میں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا۔

یوسف: وہ جواب دیتے ہیں ”خدا پر بھروسہ رکھو اور مجھ پر بھی“۔ اور یہ بالکل درست جواب ہے۔ جب

کوئی تم کو یہ دعا دیتا ہے کہ ”خدا تم کو قوت بخئے“ تو تمہیں جواب دینا چاہیے۔ ”سب خدا کی طرف

سے ہے اور سب میری طرف سے ہے۔“

عبدو: مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

یوسف: ہم نہیں جانتے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر میں صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ درست ہے۔ جب

اتوار کی صبح میں لوگوں کو عبادت میں شامل ہونے کے لئے کہتا ہوں، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ

”اگر خدا کی مرضی ہوئی تو آئیں گے۔“ لیکن عبدو، وہ اپنی سستی کو چھپانے کے لیے خدا کی آڑ

لیتے ہیں وہ سست میں اور ہلنا جھٹنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن وہ اس کا انکار کرتے ہوئے

شرم محسوس کرتے ہیں۔ لہذا وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر خدا کی مرضی ہوئی تو میں آؤں گا۔ اور اس

طرح وہ اپنی سستی کے لیے خدا کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ ہم خدا کی مرضی کو صرف اس

وقت ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم حرکت کریں۔ ہم فضول بیٹھ کر خدا کی مرضی کو معلوم نہیں کر

سکتے۔ عبدو اگر تم غلطی کرو اور اس کا الزام مجھ پر دو تو کیا یہ شرم کی بات نہیں؟ تو پھر خدا پر

الزام دھرتا تو اس سے کہیں زیادہ شرم کی بات ہوگی؟

عبدو: یقیناً یہ ایک بڑی شرم کی بات ہے۔

یوسف: لیکن میرے دوست ہم اکثر ایسا کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ”انشا اللہ“ یعنی ”اگر خدا نے چاہا“

لیکن خدا کی مرضی کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہم اپنی غلطیوں کا اسے ذمہ دار بنا دیتے

ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں ”سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔“ ہمیں اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ

”سب کچھ میری طرف سے ہے۔“ یہ آگ اور روشنی کی طرح لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں آگ ہوگی۔ وہاں

روشنی بھی ہوگی۔ یہ دو چیزیں تو ہیں مگر الگ الگ نہیں ہیں۔ عبدو جب تم رات کو گاؤں کی گلیوں

میں بتیاں روشن کرتے ہو تو کیا کبھی اس بات پر غور کیا کہ آگ اور روشنی کس طرح ایک ساتھ

ظاہر ہوتی ہیں؟



عبداللہ بنی بزرگ یوسف میں اس بات کو نہیں سمجھتا۔  
یوسف: مگر وہ دونوں ایک ساتھ ہی ہوتی ہیں نا؟  
عبداللہ: ہاں ہوتی تو ہیں۔

یوسف: اسی طرح عبداللہ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ”سب کچھ خدا کی طرف سے ہے اور سب کچھ ہماری طرف سے ہے“ کیے درست ہو سکتا ہے، لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ساتھ ہیں، انہیں الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن میں ایک دوسرا سوال کرنا چاہتا ہوں۔ خدا نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟ وہ ہم سے ایسی کوئی بات چاہتا ہے جو فرشتے اُسے نہیں دے سکتے؟ اگر اُسے دوستوں اور خدمت گزاروں کی ضرورت ہے تو اس کے پاس بہت سے فرشتے ہیں۔ وہ کیا ہے جو وہ ہم سے چاہتا ہے اور فرشتے اسے نہیں دے سکتے؟

بسیط: غالباً فرشتوں کی کمی ہے وہ اور زیادہ فرشتے چاہتا ہے۔

عبداللہ: بسیط ذرا عقل سے کام لو۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اسے پیار کریں اور شاید یہی ہے کہ ہم اس کی خدمت کریں۔

یوسف: یہ حقیقت تو ہے مگر کیا فرشتے اس کی خدمت نہیں کرتے اور کیا وہ اسے پیار نہیں کرتے؟  
عبداللہ: کرتے ہیں۔

منہودار: میرے دوستو! فرشتوں کی آزاد مرضی نہیں ہے۔ انہیں خدا کی خدمت چن لینے کا موقع نہیں دیا گیا۔ خدا ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی آزاد مرضی سے اس کی خدمت کریں۔ ہماری خدمت کسی مجبوری کے تحت نہ ہو، بلکہ اس لئے کہ ہم اُس کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

یوسف: چودھری صاحب آپ نے بالکل درست کہا ہے۔ میں آپ لوگوں کو ایک کہانی سناتا ہوں یہ ایک ایسے شہر کی کہانی ہے جس کا نام اندھیر نگر ہی تھا۔

بسیط: (خوشی سے تالی بجاتے ہوئے) ابھی وہ بڑا سزا آئے گا۔

یوسف: (اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے) اس زمانہ میں شہروں پر قاضی راج کی کرتے تھے۔ ایک شہر میں ایک آدمی رہتا تھا جو کہ قاضی سے سخت ناراض تھا۔ ایک دن جب قاضی اپنے باغچے کے ارد گرد دیوار بہڑا رہا تھا تو وہ شخص آیا اور قاضی سے کہنے لگا کہ آپ مجھے یہ نئی اینٹیں لے دیں تاکہ میں اپنے مکان کی دوسری منزل تعمیر کروں۔ اس طرح کا مطالبہ کسی صورت میں جائز نہیں ہوتا۔ قاضی نے بھی انکار کر دیا۔ اس انکار کی وجہ سے وہ قاضی سے اور بھی ناراض رہنے لگا۔ قاضی نے اس کے ساتھ صلح کرنا چاہی مگر وہ راضی نہ ہوا۔ ایک دن قاضی بیٹھا ہوا

سوچ رہا تھا کہ ”میں اس شہر کا قاضی ہوں اور مجھے بہت اختیار حاصل ہے۔ یہ ابھی بات نہیں کر کوئی اپنے قاضی کو پسند نہ کرے۔ میں اس کا مل تلاش کروں گا۔ میں حکم جاری کروں گا۔ کہ سب لوگ اپنے قاضی کو پیار کریں۔ چنانچہ قاضی نے حکم جاری کر دیا۔ پہلے پہل تو لوگوں کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کریں۔ وہ کانی دونوں تک اس کے متعلق آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں قاضی کو خوش کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس دن سے جب کہیں بھی قاضی شہر میں سے گزرتا، تو لوگ نعرے لگانے لگتے: ”دیکھو وہ رہے ہمارے ہرولعزیز قاضی۔ اسے قاضی آپ عظیم ہیں۔ آپ کے آنے سے پہلے یہاں تاریکی ہی تاریکی تھی۔ آپ نے اپنی موجودگی سے ہمیں روشنی بخشی ہے۔“ کچھ عرصہ تک تو قاضی یہ سن کر خوش ہوتا رہا مگر اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ حقیقی پیار کا اظہار نہیں ہے۔ کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ ہی چلتا رہا۔ ایک دن بہت سخت سردی تھی۔ اس لئے قاضی اپنے گھر کے باہر بیچھے کر دھوپ کیلئے لگا۔ اس نے اپنا لمبا کوٹ اور بگڑی پہنی ہوئی تھی تاکہ ٹھنڈی ہوا سے بچ سکے۔

ایک لڑکا آیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ وہ لڑکا ابھی چھوٹا تھا۔ اس نے اسے بات کرتے کا سلیقہ نہیں آتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ قاضی کو پہچان بھی نہ سکا۔ کیونکہ قاضی کا سر گیڑی میں چھپا ہوا تھا اور وہ اس کے چہرے کو ابھی طرح نہ دیکھ سکا تھا۔ لڑکے نے اس سے پوچھا ”جناب“ لوگ قاضی سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ قاضی کو یہ سن کر بہت صدمہ پہنچا۔ اس نے عقور ڈی دہرے کے لئے سوچا اور پھر کہا ”میرے بچے، لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قاضی کو پیار کریں اور جہاں کہیں بھی وہ جاتا ہے سب لوگ اس کے بارے میں تو ابھی ابھی باتیں کہتے ہیں“

لڑکے نے جواب دیا ”اے شک، مگر وہ اس سے پہلے کی طرح اب بھی نفرت کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟“

قاضی نے پوچھا ”کیا تم اس آدمی کو دیکھتے ہو جو کہ دھوپ میں سو رہا ہے؟“ دوڑ کر جاؤ اور اُسے جگا کر یہی سوال اُس سے بھی پوچھو۔ اور جو کچھ وہ کہے مجھے اگر بتاؤ میں تمہیں ایک روپیہ دوں گا۔“

وہ لڑکا دوڑا ہوا آیا اور اس آدمی کو جگا کر پوچھنے لگا۔ جناب لوگ قاضی سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟

اُس آدمی کو کچھ نیند میں اٹھنے کی وجہ سے سخت غصہ آیا اور وہ اس لڑکے پر برسنے لگا تاکہ وہ جگا جائے۔ مگر لڑکا متواتر اسے تنگ کرتا رہا تو اُس نے اکتا کر جواب دیا ”ہم اس سے اس لئے نفرت کرتے ہیں کیونکہ اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اسے پیار کریں۔ محبت حکم سے



حاصل نہیں ہوئی۔ اب وہ ہرجاؤ اور مجھے سونے دور  
لڑکا قاضی کے پاس واپس آیا اور ساری بات بتائی۔

قاضی نے لڑکے کو پیار دیتے ہوئے کہا: "مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ یہ شہر انصاری گری نہیں  
ہے بلکہ یہاں کا قاضی انصاری ہے۔ میں ہے۔ یوں ایک لڑکے کی صاف گفتگو کے باعث قاضی  
نے ایک گری تپائی سیکھ لی۔

عبدالود: بزرگ استاد! یہ تو بہت عمدہ کہانی ہے۔

یوسف: عبدالود! یہ حقیقت ہے کہ کسی کو محبت کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا مگر ہمیں ایک بات کو سمجھنا چاہیے  
یوسف نے کہا: "میں تمہیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ اگر محبت علم  
سے حاصل نہیں ہوتی تو مسیح نے محبت رکھنے کا حکم کیوں دیا؟

عبدالود: (آہستہ سے کہتا ہے) مجھے علم نہیں۔

عبدالود: عبدالود! یہ قدرے مختلف بات ہے۔

یوسف: چودھری صاحب! یہ کیونکر مختلف ہے؟

عبدالود: میں تم کے حکم کے باعث آپ سے پیار کر سکتا ہوں مجھے آپ سے محبت رکھنے کے لیے  
علم دیا گیا ہے۔ اگر میں آپ سے محبت نہ بھی رکھتا چاہوں، تو بھی میں اس حکم کی وجہ سے  
محبت رکھ سکتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو حکم دے کر اپنے سے محبت نہیں رکھ سکتا۔ یہ ہے فرق۔

یوسف: چودھری صاحب! آپ نے بالکل درست فرمایا۔ آپ نے اس نکتہ کو خوب سمجھا ہے۔ خدا  
ہم سے محبت رکھتا ہے اور دوسروں سے محبت رکھنے کے لیے کہتا ہے۔ لیکن ہم دوسروں  
کو حکم دیکر ان کی محبت حاصل نہیں کر سکتے، یہاں تک کہ خدا بھی بذریعہ حکم ہم سے اپنے  
آپ سے محبت نہیں رکھ سکتا۔ لہذا اے میں ہماری مرضی پر مجبور ہونا ضرور ہے۔ اگر ہم اسے  
اپنی آزاد مرضی سے پیار نہیں کریں گے تو ہماری محبت حقیقی نہیں ہوگی۔ چنانچہ خدا نے ہمیں ہماری  
آزاد مرضی پر مجبور دیا تاکہ ہم اسے اپنی مرضی سے پیار کریں اور اس کی خدمت کریں یا اس  
کی نافرمانی کریں اور اس سے نفرت رکھیں۔ لیکن انسان نے کس کو چننا؟

عبدالود: انسان نے نفرت اور نافرمانی کو چننا۔

یوسف: خدا نے انسان کو چناؤ کی آزادی دی، مگر اس نے نافرمانی کو چننا۔ اب خدا کیا کر سکتا ہے؟

کیا وہ ہمیں حکم ماننے کے لیے مجبور کر سکتا ہے؟

عبدالود: اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن کیا وہ ایسا کرتا ہے؟ (داعی کی وجہ سے سب خاموش  
ہو جاتے ہیں)

یوسف: میرے دوستو! کیا آپ اسے سمجھ نہیں سکتے؟ خدا اپنی عظیم قوت کو ہم سے محبت کر کے ہمارا فخر دینے  
کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ قوت خود ہمارے نجات دہندہ مسیح میں ہو کر ہمارے درمیان رہا۔ اور مصلوب  
ہونا کہ ہمیں اپنی جیت بے ہم جس خدا کی پرستش کرتے ہیں وہ کتنا عظیم ہے کہ اس نے بہت ہونا گوارا  
کیا تاکہ ہمیں بچھڑائے۔ ہم لہجہ اس پر مزہ خود کریں گے۔

عبدالود: ہاں بھئی! اب کافی دیر ہو چکی ہے۔ اب ہمیں رخصت ہونا چاہیے۔

لبیڈ اور عبدالود: شب بخیر، بزرگ یوسف۔

یوسف: شب بخیر۔ (وہ دونوں اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ مگر عبدالود چند منٹ بیٹھا رہتا ہے)

عبدالود: اب مجھے کچھ کچھ سمجھ آ رہی ہے کہ مجھے اپنے چکر دار عیب کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ گویا ایک  
شکل کا م ہے، بزرگ یوسف۔

یوسف: کیا کبھی کسی نے یہ کہا ہے کہ یہ آسان بات ہے؟

عبدالود: نہیں۔

یوسف: ہاں یہ ایک مشکل طریقہ ہے لیکن صرف یہی ایک طریقہ ہے۔ چودھری صاحب! اس کے متعلق

سوچیں۔ ہم اس مسئلہ پر مزید گفتگو کریں گے۔ شب بخیر

عبدالود: شب بخیر بزرگ یوسف

## بحث و تحقیق کے لئے سوالات

- ۱۔ بہن! ایک اور دو میں سے نفرتانی کے لیے چند سوالات پوچھیے۔
- ۲۔ انسان اور حیوان میں کونسا بڑا فرق ہے؟
- ۳۔ کیا نفرت آزاد ہے یا نہیں۔ تفصیل سے بیان کریں۔
- ۴۔ یوسف عبدالود کو کیوں کہتا ہے کہ وہ اپنے لڑکے کو گھر رکھے؟
- ۵۔ قوت اور کمزوری کے ساتھ آزادی کا کیا تعلق ہے؟
- ۶۔ کیا یہ کہنا غلط ہے کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے؟ اگر غلط ہے تو وجہ بیان کریں؟
- ۷۔ ایک انسان کیونکر خدا کو اپنی غلطیوں کا زوردار ٹھہرا سکتا ہے؟ کیا ہم ایسا کرتے ہیں؟ کسی  
مثال سے واضح کریں۔
- ۸۔ ہم کسی کو دوسرے سے محبت رکھنے کا حکم دے سکتے ہیں؟ کیا ہم کسی کو ہم سے محبت رکھنے کا حکم دے  
سکتے ہیں؟ کہانی کا اصل مفہوم کیا ہے؟

۹۔ اندھیر مگر کے قاضی کی کہانی بیان کریں۔ اس کہانی کا مفہوم کیا ہے۔

۱۰۔ خدا ہمیں آزاد قوت ارادی کیوں بخشا ہے؟

۱۱۔ جب اس نے ہمیں آزادی دی تو کیا ہوا؟ آزادی دینے کے بعد وہ اپنی قوت کو کیسے استعمال کرتا ہے؟

خلاصہ:-

خدا اتنا عظیم ہے کہ اس نے ہمیں آزاد قوت ارادی دی۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم اسے حقیقی طور پر پیار کریں اور اس کی خدمت کریں۔ اسی لیے اس نے ہمیں آزاد مرضی دی۔

مقولہ: ”سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ سب کچھ میری طرف سے ہے۔“

سبق نمبر ۴

## خدا عظیم ہے

اس نے فردوس بن کر ہمارا فدیہ دیا (۱)

تلاوت کے لئے: متی ۱۸: ۱-۴ ؛ ۲۳: ۱-۱۲ ؛ یوحنا ۱۳: ۳-۴  
تعلیمیوں ۲: ۶-۱۱۔

تفصیل سبق: اس سبق میں ہم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ خدا اتنا عظیم ہے کہ وہ انسان بنانا تاکہ انسانوں کا فدیہ دے سکے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر خدا انسان ہے تو پھر خدا بہت کمزور اور جھوٹا بن جاتا ہے، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اس سبق میں ہم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ خدا اتنا عظیم ہے۔ خدا اتنا عظیم ہے کہ اُس نے مسیح میں ہمارا فدیہ دیا۔ اگر ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آدمی کتنا طاقتور ہے تو اسے کوئی بھاری چیز اٹھانے کے لئے کہتے ہیں۔ یہی حال خدا کا ہے۔ خدا نے جو سب سے مشکل کام کیا۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کتنا عظیم ہے اور وہ مشکل کام یہ ہے کہ اس نے انسان کا فدیہ مسیح یسوع میں ہو کر صلیب پر دیا۔ خدا نے انسان کو شریعت بھی دی لیکن انسان نے اس کی شریعت کو نہ مانا۔ چنانچہ خدا کو، چونکہ وہ عظیم ہے، کچھ نہ کچھ کرنا پڑا۔ اگر وہ چاہتا تو انسان کو سزا دے کر ختم کر سکتا تھا۔ یہ ایک آسان راستہ ہے۔ یہ کمزوروں کا طریقہ ہے یا پھر خدا انہیں اپنے لئے دوبارہ جیت سکتا ہے۔ یہ ایک مشکل راستہ ہے اور یہ عظیم اور طاقتوروں کا طریقہ ہے۔ خدا نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ لیکن یہ کام اس قدر مشکل ہے کہ صرف خدا ہی اسے کر سکا۔ وہ اسے حکم کے وسیلہ سے نہیں کر سکا جیسے کہ اس نے دنیا کی تخلیق کے وقت صرف حکم دیا کہ ”ہو جا“ اور ہو گیا اور نہ ہی قوت کے ذریعہ سے کر سکا۔ وہ اسے صرف محبت کے راستے ہی سے کر سکا۔ چنانچہ خدا مسیح میں ہو کر آدمیوں کے درمیان رہا۔

شروع ہی سے شیطان اس کوشش میں تھا کہ مسیح کمزوروں کا راستہ اختیار کرے۔ شیطان نے مسیح کو کہا ”لوگوں کو کچھ دو تو وہ تمہاری پیروی کرنے لگیں گے“ لیکن مسیح جانتا تھا کہ یہ کمزوروں کا راستہ ہے لہذا اس نے انکار کر دیا۔ پھر شیطان یہ کوشش کرتا تھا کہ مسیح عجیب و غریب کام



دکھائے اور لوگ ان کو دیکھ کر اس کی پیروی کرنے لگیں۔ لیکن مسیح نے انکار کر دیا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ طریقہ بھی کمزور بن کا ہے۔ پھر شیطان نے یہ کوشش کی کہ وہ سیاسی قوت حاصل کر لے۔ مسیح نے انکار کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بھی کمزور بن کا طریقہ ہے۔ مسیح نے طاقتور بن کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہی صحیح عظمت کا راستہ ہے۔ اپنے آپ کو خالی کرنے کا راستہ تھا۔ یہ خدمت کا راستہ تھا۔ یہ دکھائے کہ دوسروں کا فدیہ دینے کا راستہ تھا۔ پس ہمیں یہ معلوم ہوا کہ خدا اتنا عظیم ہے کہ وہ انسان کو بچانے کے لیے دنیا میں آگیا۔

خاکہ: خدا عظیم ہے۔ اس نے فروتن بن کر ہمارا فدیہ دیا

- ۱۔ ایک طاقتور انسان اپنی طاقت کا مظاہرہ کسی بیماری چیز کو اٹھا کر کرتا ہے۔
- ۲۔ ہم خدا کی عظمت کا اندازہ، اس مشکل کام کو جو اس نے کیا، دیکھ کر لگا سکتے ہیں۔
- ۳۔ خدا نے کونسا مشکل کام کیا؟  
(الف) کیا کائنات کی تخلیق؟ نہیں!  
(ب) کیا انسان کی تخلیق؟ نہیں!  
(ج) کیا انسان کا فدیہ صلیب پر دینا؟ ہاں!
- ۴۔ اگر عایانا نافرمانی کرے اور بادشاہ اس کے متعلق کچھ نہ کرے تو وہ کمزور ہے۔  
(الف) وہ انہیں سزا دے سکتا ہے۔ مگر یہ آسان اور کمزور بن کا راستہ ہے۔  
(ب) وہ انہیں واپس جیت سکتا ہے۔ یہ عظیم اور طاقتور بن کا طریقہ ہے۔
- ۵۔ طاقتور بادشاہ لوگوں کی دنیا داریاں کیسے جیت لیتا ہے؟ یہ قوت کے وسیلے نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم کے وسیلے بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ اس قدر مشکل ہے کہ اسے اس کام کو خود ہی کرنا پڑتا ہے۔  
(الف) شیطان نے مسیح کو تین طریقے بتائے، جن کے ذریعے وہ لوگوں کو جیت سکتا تھا:
  - ۱۔ انہیں مادی چیزیں دو۔ مسیح نے کہا "نہیں۔ یہ کمزور بن کا طریقہ ہے۔"
  - ۲۔ انہیں کوئی بڑا نشان دکھا کر ثابت کر دو کہ خدا کی طرف سے ہو۔ پھر وہ تمہاری پیروی کرنے لگیں گے اور تم پر ایمان لے آئیں گے۔ مسیح نے جواب دیا "نہیں، یہ کمزور بن کا طریقہ ہے۔"
  - ۳۔ زمین اختیار استعمال کرو اور سیاسی و فساد حاصل کرو تو پھر لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔ مسیح نے کہا "نہیں، یہ کمزوری کا طریقہ ہے۔"

(اگلا سبق)

## منظر نمبر ۴

طور امر کے افراد: یوسف صاحب

منبردار

بسیط

عبدو

صوبی (دکان)

(یوسف اور منبردار، یوسف کی بیٹھک میں بیٹھے ہیں)

منبردار: بزرگ یوسف۔ آپ نے یہ اچھا کیا کہ بیٹھنے کا انتظام کمرے میں کیا ہے باہر تو بڑی تیز ہوا چل رہی ہے۔

یوسف: میرا خیال تھا کہ کمرے میں ہی بہتر رہے گا۔

منبردار: بزرگ یوسف، آپ نے کل بسیط اور عبدو کو کیوں کہا تھا کہ وہ آج رات اپنے ہمراہ صوبی کو بھی لیتے آئیں؟

یوسف: میں نے سنا ہے کہ صوبی بہت طاقتور ہے۔ چودھری صاحب کیا یہ سچ ہے؟  
منبردار: درحقیقت وہ بہت طاقتور ہے سارے گاؤں میں اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ مگر آپ نے اسے آج رات یہاں کیوں بلایا ہے؟

یوسف: چودھری صاحب صبر کریں معلوم ہو جائے گا۔

منبردار: (ہنستے ہوئے) بہت اچھا جناب،

(عبدو، بسیط اور صوبی اندر آتے ہیں)

سب: آداب عرض جناب والا..... خوش آمدید، آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔ آپ لوگوں کے مزاج کیسے ہیں؟..... خداوند کی تعریف ہو۔ (سب بیٹھ جاتے ہیں)

صوبی: بزرگ یوسف، آج عبدو میرے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔

آج میں بہت مصروف تھا۔ اگر کوئی دوسرا مجھے بلاتا تو میں صاف انکار کر دیتا۔ مگر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر یوسف صاحب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں تو مجھے ضرور جانا چاہیے۔

بزرگ یوسف کے گھر آنا میرے لئے بہت عزت کی بات ہے۔

یوسف: شکریہ صوبی۔ ہم تمہارے لیے کافی تکلیف کا باعث بنے ہیں۔

صوبی: بزرگ یوسف، اس میں تکلیف کی کون سی بات ہے۔ یہ تو میرے لیے مین راحت ہے۔



فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

یوسف: میں نے سنا ہے کہ تم بہت طاقتور انسان ہو۔

صوبی: غالباً آپ نے درست ہی سنا ہے۔

یوسف: کہتے ہیں کہ سارے گاؤں میں تمہارا مقام بڑا کوئی نہیں کر سکتا۔

صوبی: بزرگ یوسف، یہ پتا ہے۔

یوسف: بہت خوب۔ میں آج رات تمہاری طاقت کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔

صوبی: مجھے کوئی بھاری چیز اٹھانے کو دیجئے، میں اتنا طاقتور ہوں کہ سہاڑ کو بھی اٹھا سکتا ہوں۔

یوسف: بہت اچھا صوبی۔ یہ ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے۔ دیکھو اسے اٹھا سکتے ہو کہ نہیں۔

صوبی: (صوبی کھڑا ہوتا ہے اور آہستہ سے کاغذ کے ٹکڑے کو اٹھا لیتا ہے۔ پھر ادھر ادھر دیکھتا اور

یوسف سے مخاطب ہوتا ہے) بزرگ یوسف یہ کیا مذاق ہے؟ آپ تو مجھے سچ بھروسہ رہے ہیں۔ اگر

آپ میری طاقت کا امتحان لینا چاہتے ہیں تو کوئی بھاری چیز اٹھانے کے لیے کہیں۔

یوسف: بہت اچھا۔ اس کتاب کو اٹھاؤ۔

صوبی: (شکایت بھرے لہجے میں) بزرگ یوسف، یہ تو کوئی طریقہ نہ ہوگا۔ اگر آپ میری طاقت آزمائے

چاہتے ہیں تو کوئی بھاری چیز اٹھانے کا حکم دیں۔

یوسف: اچھا تو اس کرسی کو اٹھاؤ۔

صوبی: اسے تو ایک نصابی کرسی بھی اٹھا سکتا ہے۔ مجھے کوئی بھاری چیز اٹھانے کے لئے دیں۔

یوسف: اچھا تو پھر اس صوفے کو اٹھاؤ جس پر میں بیٹھا ہوا ہوں۔

صوبی: اے تو بیسٹھ بھی اٹھا سکتا ہے جو اپنی عقل اور اپنی طاقت کے لحاظ سے بسیط

(بکھڑا ہے)۔

یوسف: (کچھ ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے) صوبی یہ زیادتی ہے۔ بسیط بہت اچھا انسان ہے۔ وہ خدا کے

مستحق بہت سی باتیں سیکھ رہا ہے اور غالباً وہ خدا کے مختلف قسم زیادہ جانتا ہے۔ میں مجھے ہوں

کوشاؤ تم بہت بھاری چیز اٹھانا چاہتے ہو۔ بہت اچھا میرے صحن میں بھوسے سے لدا ہوا پھینکا

کھڑا ہے عید اور بسیط تم دونوں صوبی کے ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ وہ اسے اٹھا سکتا ہے کہ نہیں

(بسیط، عید اور صوبی باہر جاتے ہیں)

منہدار: آپ کا کیا خیال ہے، وہ اسے اٹھا سکتا ہے؟

یوسف: میرا خیال ہے وہ اٹھا سکتا ہے۔ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ ذرا ان آوازوں کو تو جرسے سنیں جو

باہر سے آ رہی ہیں۔

عید: صوبی، کیا خیال ہے؟ اٹھا سکو گے؟

صوبی: سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔

بسیط: صوبی! ایسے رکھو۔ ہاں! سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ سب کچھ میری طرف سے ہے۔

صوبی: اگر نہیں اپنے آپ پر اتنا ہی بھروسہ ہے تو تم خود کہو۔ (دھچکے کے لئے جھکنے کی طرح چڑھاٹ

اور محنت بڑھانے کی آوازیں آنے لگیں۔ آخر کاتائیں لو! شاہشاہش کی آوازیں سنائی

دینے لگیں کیونکہ صوبی نے جھکنا اٹھا لیا تھا۔

عید: (جوش میں بھرے ہوئے لہجے میں) استاد! اس نے جھکنا اٹھا لیا۔

بسیط: جی ہاں اس نے پٹی اٹھا لیا۔

یوسف: اور منہدار: مبارک ہو صوبی تم یقیناً بہت طاقتور ہو۔

صوبی: یہ تو میرے لئے معمول بات تھی۔ میں نے تو آپ کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں سہاڑ بھی اٹھا سکتا ہوں۔

یوسف: درحقیقت تم ایک طاقتور انسان ہو۔ اب آپ سب تشریف رکھیں۔ اب ہم خدا کے متعلق سوچیں

گے۔ میں آپ لوگوں سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ خدا نے کونسا سب سے مشکل کام کیا ہے؟

عید: آپ یہ سوال کہیں پوچھ رہے ہیں؟

یوسف: عید! بات یہ ہے کہ صوبی نے ایک بہت بھاری چیز اٹھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ بہت طاقتور ہے

ہم خدا کی عظمت کو بھی اسی طریقے سے جان سکتے ہیں۔ ہمیں خدا کے سب سے مشکل کام کو دیکھنا

چاہیے اور وہ مشکل کام خدا کی عظمت کا ثبوت ہوگا۔

عید: بے شک، مجھے آپ سے اتفاق ہے۔ خدا کی عظمت کا ثبوت اس کا سب سے مشکل کام ہی

ہو سکتا ہے۔

یوسف: اچھا تو پھر بتاؤ کہ خدا نے سب سے مشکل کام کونسا کیا ہے؟

عید: آسمان اور زمین کی تخلیق!

منہدار: نہیں عید! ظہور نہیں کہتا ہے کہ تو ان کے ہاتھوں کی کارگری ہے۔ تو اس کیجئے بہت آسان ہے میرا

خیال ہے انسان جو خدا کی صورت پر ہے اس کی تخلیق ذرا مشکل کام ہے۔ بزرگ یوسف

آپ کا کیا خیال ہے؟

یوسف: چودھری صاحب، یہ کام یقیناً مشکل ہے مگر خدا نے اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل کام کیا ہے

کیا کوئی بنا سکتا ہے کہ وہ کیا ہے۔

عید: (کچھ سوچ کر) نہیں، میں نہیں جانتا، بزرگ استاد

بسیط: اگر عید نہیں جانتا تو مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن صوبی ہر شے یاد آ رہی ہے۔ یہ یقیناً

مانتا ہوگا۔

صوبی: (کچھ عجیب کر، یہ درحقیقت ایک مشکل سوال ہے۔ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں ہے۔  
یوسف: میرے دوستو! خدا نے جو سب سے مشکل کام کیا ہے وہ صلیب پر انسان کی نجات کا کام ہے اور  
یہ اس کی عظمت کا ثبوت ہے۔

عبدالو: یوسف صاحب، یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

یوسف: میں ابھی اسے واضح کرتا ہوں۔ صوبی؟

صوبی: فرمائیے یوسف صاحب۔

یوسف: اگر حاکم شہر کوئی حکم دے اور لوگ نہ مانیں، تو کیا وہ اس کے متعلق کچھ نہ کرے گا؟

صوبی: یقیناً وہ کچھ نہ کچھ تو ضرور کرے گا اور اسے کرنا بھی چاہیئے۔

یوسف: ہاں تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اگر وہ اس کے متعلق کچھ نہیں کرتا تو وہ کمزور ہے۔ عبدالو کیا تمہیں پرانے عہد نامے  
کا دانی ایل بھی یاد ہے؟

عبدالو: جی ہاں مجھے یاد ہے۔

یوسف: بنو کدھر بادشاہ نے دانی ایل کو کیا کہا تھا؟

عبدالو: اس نے کہا کہ دانی ایل اور اس کے دوستوں کو اس بہت کی جیسے بادشاہ نے نصب کیا ہے مقرر ہی  
پرستش کرنی پڑے گی۔

یوسف: اور جب دانی ایل نے نافرائی کی تو کیا بادشاہ نے یہ کہا کہ "یہ ایک معمولی بات ہے، چلو جائے دو؟"

عبدالو: بادشاہ نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ اگر وہ اس کے متعلق کچھ نہ کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ  
کمزور ہے۔

یوسف: فرض کرو کہ تم کھیتوں میں کام کر رہے ہو، اور خلیل کی والدہ تمہارے لئے دوپہر کا کھانا بنا رہی ہے

تم خلیل کو کھانا لانے کے لئے بھیجتے ہو۔ مگر وہ گھر جا کر کھیل کود میں لگ جاتا ہے وہ تمہارا کہا

نہیں مانتا۔ کیا تم اس بات کو نظر انداز کر دو گے؟ کیا تم یہ کہو گے کہ کوئی بات نہیں، یا تم اس کے

متعلق کچھ نہ کرو گے؟

عبدالو: بے شک، میں کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ اگر میں اسے نظر انداز کروں تو پھر خلیل خیال کرنے لگے گا

کہ میں کمزور ہوں اور وہ میری عزت نہیں کرے گا۔

یوسف: سب سے آسان بات کیا ہے جو تم اس کے متعلق کر سکتے ہو؟

عبدالو: بزرگ استاد، اسے سزا دینا سب سے آسان ہے۔

یوسف: عبدالو یہ سچ ہے سزا دینا بہت آسان ہے۔ لیکن مجھے معاف کرنا۔ اگر میں یہ کہوں کہ آسان

طریقہ، طاقتوروں کا طریقہ نہیں ہوا کرتا گو یہ درست ہے کہ بچوں کے ساتھ ایسا طریقہ استعمال کرنا ہوتا ہے  
اسی طرح بنو کدھر بادشاہ نے بھی فیصلہ کیا کہ وہ دانی ایل کو سزا دے گا۔ مگر میرے دوستو! اس  
سے ایک بہتر طریقہ ہے اور وہ طریقہ عظیم یا طاقتوروں کا ہے۔

منبردار: بزرگ یوسف! وہ کونسا طریقہ ہے؟

یوسف: چودھری صاحب، جب آپ کا بچہ کیدار آپ کا حکم نہیں مانتا تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو  
ہوتی ہوگی؟

منبردار: یقیناً اسے بزرگ یوسف اسکے پاس اسکا کوئی نہ کوئی عذر تو ہوتا ہی ہے۔

یوسف: اب یہ بتائیں کہ اس کو سزا دینا زیادہ آسان ہے تاکہ وہ آپ سے ڈرے اور نفرت کرنے لگے یا  
اسے محبت سے جیتنے کی نسبت اسے سزا دینا بہت آسان ہے۔

منبردار: محبت سے جیتنے کی نسبت اسے سزا دینا بہت آسان ہے۔

یوسف: آپ نے بالکل درست فرمایا۔ محبت سے جیتنا مشکل کام ہے۔ جب اس عظیم بادشاہ کے لوگ

اس کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ انہیں محبت سے جیتنا چاہتا ہے ایک کمزور بادشاہ صرف سزا ہی

دے سکتا ہے۔ محبت سے جیتنا سزا دینے کی نسبت کہیں مشکل کام ہے۔ یہ کسی دباؤ کے تحت

نہیں ہو سکتا اور یہی کسی حکم کے ذریعے ہے۔ یہ اس قدر مشکل ہے کہ بادشاہ کو یہ کام خود ہی انجام

دینا پڑتا ہے۔ کیا یہ درست ہے چودھری صاحب؟

منبردار: ہاں بزرگ یوسف، درحقیقت یہ ایسا ہی ہے۔

یوسف: (ذرا جوش کے ساتھ) میرے دوستو! یہی وہ طریقہ ہے جسے خدا نے پسند کیا۔ تمام لوگ شریعت

کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ خدا جو کہ عظیم ہے اس لیے اسے اس کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ کرنا

ہے وہ ہمیں سزا دیکر ہمارا قصہ پاک کر سکتا ہے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ ہمیں محبت سے

جیتنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ کام اس قدر مشکل ہے کہ اسے خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ خدا

مسیح کی صورت میں آیا تاکہ ہمیں جیت لے۔

عبدالو: بزرگ یوسف، اب مجھے کچھ سمجھ آتی جا رہی ہے۔

یوسف: میرے دوستو! جو مسیح نے اس خدمت کو شروع کیا تو شیطان نے کوشش کی کہ مسیح کو کمزور

کا راستہ اختیار کرنے پر بہکا دے۔

منبردار: یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

یوسف: اور مسیح کی بیابان میں آزمائش پر غور کریں سب سے پہلے شیطان نے اس کے سامنے کون سی

آزمائش پیش کی تھی۔



بسیط، میرا خیال ہے شیطان نے اسے پتھروں کو روٹیاں بنانے کے لئے کہا تھا۔

یوسف: شاہنشاہ میں شاہنشاہ، تم نے درست جواب دیا ہے۔ مگر اس بات پر ذرا غور کرو کہ یہاں شیطان کیا کہہ رہا ہے۔ درحقیقت شیطان مسیح کو یہ کہہ رہا ہے کہ لوگوں کو کچھ دے تو پھر وہ تیری پیروی کرنے لگیں گے۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ تیری پیروی کریں تو انہیں کھانے کو روٹیاں دے تو وہ تیرے پیچھے پیچھے چلنے لگیں گے۔ وہ تیری مالی غلی پیروی نہیں کریں گے۔ اگر تو انہیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہے تو انہیں کچھ دے۔ وہ تیرے دوست بن جائیں گے؟

عبدالکام: میں سے اکثر ایسا نہیں کرتے؟  
عبدالکام: اکثر لوگوں کی حالت ایسی ہی ہے۔ اگر آپ انہیں کچھ دیں گے تو وہ آپ کے دوست بن جائیں گے ورنہ نہیں۔

یوسف: لیکن مسیح ایسا راستہ اختیار نہیں کرتا۔ یہ کمزوروں کا راستہ ہے۔ پھر شیطان نے کہا، لوگوں کو کوئی عظیم نشان یا کوئی معجزہ دکھا۔ بیسکل پر سے چھلانگ لگا دے کیونکہ لوگوں کو معلوم ہے کہ اگر خدا بیسکل پر سے چھلانگ لگائے تو صرف وہی ایک ایسی ہستی ہے جسے فرشتوں تک نہ آئے گی۔ پھر وہ تیری پیروی کرنے لگیں گے۔ لوگ کوئی نشان چاہتے ہیں۔ تو انہیں کوئی نشان دے تو وہ تیری پیروی کرنے لگیں گے۔ تجھے اس طریقے کو اختیار کرنا چاہیے، صوبی، مسیح نے کیا جواب دیا؟  
صوبی: اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

یوسف: وہ کیوں؟

صوبی: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: صوبی، اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اگر مسیح لوگوں کو معجزے اور بڑے بڑے نشانوں کے ذریعے جیتنا چاہتا تو بہت سے لوگ اس کی پیروی کرنے لگتے۔

صوبی: یقیناً بہت سے لوگ اس کے پیروکار بن جاتے۔

یوسف: اگر مسیح ایسا کرتا تو بہت سے لوگ اس کے پیچھے لگ جاتے کیونکہ وہ اپنے دل میں یہ خیال کرتے کہ ”یہ شخص ضرور ہی خدا ہے، کیونکہ صرف خدا ہی ایسے کام کر سکتا ہے۔“ وہ اس کی پیروی تو کرنے لگے مگر کیا وہ اپنے باطن میں بھی تبدیل ہو جاتے؟

صوبی: یوسف صاحب، میں سمجھا نہیں۔

یوسف: میرا مطلب ہے کہ کیا ان کا دل تبدیل ہو جاتا؟

صوبی: (سوچتے ہوئے) میرا خیال ہے کہ نہیں۔

یوسف: تو نے درست جواب دیا ہے صوبی۔ خود غرض لوگ پھر بھی خود غرض ہی رہتے۔ مغرور، مغرور،

ریاکار، ریاکار، حاسد حاسد اور زانی زانی ہی رہتے۔ ان کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوتی، کیونکہ ان کے دل تبدیل نہیں ہوتے تھے۔ چودھری صاحب آپ بتائیں کہ مسیح جی انہیں کسے بعد پیروں پر کھڑے ہوا؟

ممبردار: میں اکثر اس سوال پر غور کرتے وقت حیران ہوتا ہوں کہ وہ ان پر کیوں ظاہر نہ ہوا۔ یوسف: اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ یہودی جانتے تھے کہ انہوں نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ اب اگر وہ ان پر ظاہر ہوتا اور وہ اسے زندہ دیکھتے تو انہیں یقین ہو جاتا کہ وہ خدا ہے۔ اور انہیں اسے اپنی مرضی کے برخلاف خدا قبول کرنا پڑتا۔ مگر اسے قبول کر لینے کے بعد بھی وہ مغرور ہی رہتے اور ان میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوتی۔ وہ اب بھی خود ساختہ رشتہ دار اور خود غرض ہوتے۔ مسیح چاہتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں مگر اس طریقے سے نہیں یہ کمزوروں کا طریقہ ہے۔ وہ اس قسم کا طریقہ اختیار نہیں کر سکتا۔ عبدالکام: اب تم بتاؤ کہ پھر شیطان نے کیا کیا؟

عبدالکام: وہ مسیح کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا اور تمام دنیا کی سلطنتیں اسے پیش کیں۔ اس نے صرف اتنا پایا کہ مسیح اسے (شیطان) سجدہ کرے۔

یوسف: کیا مسیح نے اس کی بات مان لی؟

عبدالکام: ہرگز نہیں۔

یوسف: شیطان کا مسیح کو یہ کہنے کا کیا مقصد تھا کہ وہ اسے سجدہ کرے؟

عبدالکام: مجھے معلوم نہیں ہے، مہربانی سے آپ بتائیں۔

یوسف: یہ تو بہت معمولی بات ہے، شیطان کا مطلب صرف یہ تھا۔ کہ مسیح دنیاوی طاقت استعمال کرے۔ وہ اسے کہتا ہے کہ ”تم ایک زبردست سیاسی لیڈر بن جاؤ۔ اگر تم ایک طاقتور ملک کے بادشاہ ہو گئے تو لوگ خود بخود تمہاری پیروی کرنے لگیں گے۔“

عبدالکام: مگر میرا خیال ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے؟

یوسف: عبدالکام، حقیقت ہے۔ اگر مسیح شیطان کا کہا مان لیتا اور ایسا کرتا تو یقیناً لوگوں کو اس کی پیروی کرنی پڑتی۔ گو وہ اس کے پیروکار تو بن جاتے مگر ان کے دل تبدیل نہ ہوتے۔ کیا تمہیں وہ واقعہ یاد ہے جب مسیح یہوداہ اسکر لوتی کے ساتھ آخری رات بالانمانہ پیر تھا؟

ممبردار: ہاں، ہمیں وہ رات اور وہ تمام واقعہ یاد ہے۔

یوسف: بہت خوب۔ کیا مسیح کو معلوم تھا کہ یہوداہ اسے پکڑے گا؟

بسیط: بے شک، اسے معلوم تھا۔

یوسف: کیا شاگردوں کے پاس ہتھیار تھے؟



منبردار: ہمیں معلوم ہے کہ کم از کم پطرس کے پاس تو تلوار تھی۔

یوسف: اگر اُس وقت مسیح پطرس کو کہتا کہ یہوداہ ہمارے ساتھ غداری کرے گا۔ اس کے ساتھ جیسا سلوک تم چاہتے ہو کر سکتے ہو تو اس وقت پطرس کیا کرتا؟

منبردار: وہ اپنی تلوار کھینچتا اور اسے فوراً قتل کر دیتا۔

یوسف: پھر مسیح وہاں سے بہت آسانی سے بھاگ کر گلیل کے علاقہ میں جاسکتا۔ وہ وہاں ایک زبردست فوج اکٹھی کر سکتا کیونکہ تمام لوگ اس کے ساتھ تھے۔

عبدالوہاب: یقیناً لوگ اس کے ساتھ تھے۔ جب وہ یروشلم میں داخل ہوا تھا تو کیا لوگوں نے اس کے حق میں ہوشیاری برتنے کے لئے نہ لگائے تھے؟

یوسف: ایسا ہی ہوا تھا۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے آخری وقت تک دنیاوی راستہ اختیار نہ کیا۔ یہ بہت آسان راستہ ہوتا۔ یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جو کمزور رہتے ہیں۔ لیکن مسیح عظیم ہے، وہ نہایت طاقتور ہے۔

عبدالوہاب: کچھ سوچتے ہوئے میں خیال کیا کرتا تھا کہ یہ طاقتوروں کا طریقہ ہے کیونکہ اکثر وہ یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اب میں سمجھا کر یہ تو کمزوری کا طریقہ ہے۔ آسان طریقہ کمزوروں کا طریقہ ہوتا کرتا ہے لہذا یہ کمزوروں کا طریقہ ہوتا۔

یوسف: عبدالوہاب، اب تو تم اسے ابھی طرح سمجھ گئے ہو۔

عبدالوہاب: مگر یوسف صاحب، اگر مسیح نے اس طریقہ کو اپنانے سے انکار کر دیا تو پھر اُس نے کون سا راستہ اختیار کیا؟ وہ لوگوں کو اس مقصد سے کچھ بھی نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کی پیروی کریں۔ وہ انہیں کوئی نشان بھی نہیں دکھاتا تا کہ اسے قبول کریں۔ وہ سیاسی یعنی دنیاوی طاقت بھی حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا کہ لوگ اس کا رعب مان کر اس کی پیروی کریں۔ تو پھر کونسا طریقہ باقی رہ گیا ہے؟ اگر کمزوروں کے طریقے ہیں تو طاقتوروں کے طریقے کون سے ہیں؟ حقیقی عظمت کا طریقہ کون سا ہے؟

یوسف: (آہستگی سے) میرے دوستوں! حقیقی عظمت کا طریقہ صاف ظاہر ہے۔ مسیح نے اپنے آپ کو پست اور خالی کرنے کے طریقہ کو چنا۔ مسیح نے دکھایا کہ ہماری خلاصی کرائی۔ یہ حقیقی عظمت کا طریقہ ہے لیکن میرے دوستو! یہ ایک بہت وسیع معنوں ہے۔ اب کافی دیر ہو چکی ہے۔ ہم آج رات اسے ختم نہ کر سکیں گے۔ کل اس پر مزید غور کریں گے۔

منبردار: بزرگ یوسف آپ نے درست فرمایا۔ اس کے علاوہ ہمیں آج کی گفتگو پر بھی غور کرنا ہے۔

یہ ایک بہت عظیم خیال ہے کہ خدا نے ہمارے لیے جو کچھ کیا وہ تمام کاموں سے مشکل کام

ہے۔ اور اس کا سب سے مشکل کام یہ ہے کہ وہ ہمارے پاس مسیح کی صورت میں آیا تاکہ ہمیں غلطی نہ ہو۔ یہ اس کی عظمت کا نشان ہے۔ اس سے پہلے ہم نے بھی اس پر غور ہی نہ کیا تھا۔

یوسف: آج ہمیں اس عظیم خدا پر غور کرنا چاہیے میرے دوستو! شب بخیر۔ تمام! شب بخیر بزرگ یوسف۔ خدا آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔

## بحث و تمحیص کے لئے

### سوالات

- ۱۔ ایک طاقتور انسان اپنے آپ کو طاقتور کیسے ثابت کر سکتا ہے؟
- ۲۔ خدا عظیم ہے عظمت آسان کاموں سے یا مشکل کاموں سے ظاہر ہوتی ہے؟
- ۳۔ کیا آسمان وزمین کی تخلیق خدا کے لیے مشکل کام تھی؟
- ۴۔ کیا انسان کی تخلیق اس کے لیے مشکل کام تھی؟
- ۵۔ کیا خدا نے جو غلطی صلیب پر ہونے کی وہ اس کا سب سے مشکل کام تھا؟ اگر یہ سچ ہے تو ثابت کریں؟
- ۶۔ اگر بادشاہ قانون بناتا ہے اور لوگ اسے نہیں مانتے تو بادشاہ کو کیا کرنا پڑتا ہے؟
  - (ا) ایک کمزور بادشاہ کیا کرے گا؟
  - (ب) ایک طاقتور بادشاہ کیا کرے گا؟
- ۷۔ اگر خدا انسان کو دوبارہ جیتنا چاہتا ہے تو اسے یہ کام خود کیوں انجام دینا پڑتا ہے؟
- ۸۔ شیطان یہ کیوں کوشش کرتا ہے کہ مسیح آدمیوں کو جیتنے کے لیے کمزوروں کا طریقہ اختیار کرے۔ پہلی آزمائش کس طرح کمزوروں کا طریقہ ہے؟
- ۹۔ دوسری آزمائش کس طرح کمزوروں کا طریقہ ہے؟
- ۱۰۔ تیسری آزمائش کس طرح کمزوروں کا طریقہ ہے؟
- ۱۱۔ اس سبق کے اہم نکات کو اپنے الفاظ میں بیان کیجئے۔

سبق نمبر ۵

## خدا عظیم ہے

اس نے فروتن بن کر ہمارا فدیہ دیا (۲)

تلاوت کے لیے: امثال ۱۸: ۱۲؛ ۱۵: ۱۳؛ متی ۱۸: ۴-۱۱؛ ۲۳: ۱۱-۱۲؛ یوحنا ۳: ۳-۴؛

فیلیپی ۲: ۶-۱۱ -

تفصیل سبق :- چوتھے اور پانچویں اسباق کا موضوع ایک ہی ہے۔ چوتھے سبق میں ہم نے زیادہ تر خدا کی عظمت پر غور کیا۔ ہمیں خدا کے سب سے مشکل کام کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ درحقیقت وہ کتنا عظیم ہے۔ تخلیق کائنات خدا کے لیے آسان تھی۔ لیکن انسان کی مخلصی کا کام نہایت مشکل تھا۔ لہذا، انسان کی مخلصی کا کام جو خدا نے کیا اس کا سب سے مشکل کام ہے انسان نے خدا کی حکم عدولی کی، چنانچہ خدا اس کے بارے میں خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ درنہ وہ کمزور خدا ثابت ہوتا۔ وہ انسان کو سزا دے سکتا یا پھر اسے دوبارہ جیت سکتا۔ خدا نے مشکل راہ اختیار کی۔ اس نے ہمیں دوبارہ جیتنے کی کوشش کی مگر یہ کام اس قدر مشکل تھا کہ اسے خود ہی یہ کرنا پڑا۔ اسے ہمیں بچانے کے لیے مسیح میں ہو کر ہمارے پاس آنا پڑا۔ شیطان نے کوشش کی کہ مسیح کمزوروں کا طریقہ اختیار کرے۔ لیکن مسیح نے انکار کر دیا۔ اس سبق میں ہم اس طریقے پر غور کریں گے جو مسیح نے اختیار کیا۔ اس نے طاقتور کا طریقہ اختیار کیا۔ اس نے حقیقی عظمت کا راستہ اختیار کیا۔ مسیح کے شاگرد اس طریقے کو سمجھ نہ سکے تھے شاگردوں کا خیال تھا کہ بلند مرتبہ میں حقیقی عظمت ہے، لیکن مسیح نے کہا کہ حقیقی عظمت فروتن بننے اور اپنے آپ کو پست کرنے میں ہے۔ شاگردوں کا خیال تھا کہ حقیقی عظمت خدمت لینے میں ہے جبکہ مسیح نے کہا کہ عظمت خدمت کرنے میں ہے۔ شاگردوں نے کہا کہ مسیح اتنا عظیم ہے کہ وہ دکھ نہیں اٹھا سکتا، لیکن مسیح نے کہا کہ اتنا عظیم ہے کہ اس کے لیے دکھ اٹھانا لازمی ہے تاکہ ہمیں مخلصی دے سکے۔ خدا اتنا عظیم ہے کہ اُس نے فروتن بن کر ہمارا فدیہ دیا۔



خاکہ۔ خدا اتنا عظیم ہے۔ اُس نے فروتن بن کر ہمارا فدیہ دیا (۲)

(مسیح نے حقیقی عظمت کا طریقہ اختیار کیا)

۱۔ حقیقی عظمت اپنے آپ کو فروتن بنانے اور پست کرنے میں ہے۔

(ا) شاگرد کہتے ہیں کہ "بلند مرتبہ ہونے میں عظمت ہے"

(ب) مسیح کہتا ہے "فروتن بننے اور پست ہونے میں حقیقی عظمت ہے"

۲۔ حقیقی عظمت خدمت کرنے میں ہے۔

(ا) شاگرد کہتے ہیں "خدمت لینے میں عظمت ہے"

(ب) مسیح کہتا ہے "خدمت کرنے میں عظمت ہے"

۳۔ حقیقی عظمت غلامی دینے کی عرصہ سے دکھ اٹھانے میں ہے۔

(ا) شاگرد کہتے ہیں کہ مسیح اس قدر عظیم ہے کہ وہ دکھ نہیں اٹھا سکتا۔

(ب) مسیح کہتا ہے کہ "مسیح اس قدر عظیم ہے کہ انسان کی نجات کے لئے اسے دکھ اٹھانا

لازمی ہے۔"

### منظر نمبر ۵

ڈرامہ کے افراد :- یوسف صاحب

عبدو

بسیط

نمبردار

عبدو، یوسف اور بسیط، یوسف کی بیٹھک میں بیٹھے ہیں۔ یوسف سنی ۱۸ باب

پڑھ رہا ہے

یوسف :- "اس وقت شاگرد یسوع کے پاس آکر کہتے تھے۔ یسوع آسمان کی بادشاہی میں بڑا کون ہے؟

"اس نے ایک بچے کو پاس بلا کر اسے ان کے بیچ میں کھڑا کیا اور کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں

کہ اگر تم تو بہتر کرو اور بچوں کی مانند نہ بنو تو آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہو گے۔ یسوع

جو کوئی اپنے آپ کو اس بچے کی مانند چھوڑنا چاہے گا۔ وہی آسمان کی بادشاہی میں بڑا ہو گا"

نمبردار: آداب عرض دوستو!

سب، آداب عرض چودھری صاحب۔

نمبردار: بزرگ یوسف، آج تو میں سارا دن اسی انتظار میں رہا کہ بک شام ہو اور میں آپ کے

پاس آؤں۔ کل رات کا موضوع بڑا دلچسپ تھا۔ میری دلی تمنا ہے کہ آج رات اس کا

انجام سنوں۔

یوسف: میرا خیال ہے کہ آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔

نمبردار: آئیے اپنی گفتگو شروع کریں۔ کل ہم نے یہ کیا تھا کہ سزا دینے کا طریقہ سب سے آسان ہے

اور فدیہ دے کر غلامی دینا سب سے مشکل راہ ہے یہ ایک عظیم طریقہ ہے۔

عبدو: بزرگ استاد، مہربانی سے حقیقی عظمت کے متعلق بیان کریں۔

یوسف: میرے دوستو! حقیقی عظمت بہت سادہ ہے۔ یہ فروتنی، دوسروں کی خدمت کرنے اور دوسروں

کے لیے دکھ اٹھانے کی راہ ہے، جو غلطی کا باعث بنتی ہے۔

عبدو: لیکن یہ عظمت کی راہ کیونکر ہے؟

یوسف: عبدو! میں ابھی بیان کرتا ہوں۔ مہربانی سے اشال ۱۸: ۱۲ نکالیں اور پڑھیں۔

عبدو: (حوالہ نکالتا اور پڑھتا ہے) "آدمی کے دل میں تکبر ہلاکت کا پیش رو ہے اور فروتنی عزت

کی پیشوا"

یوسف: اب اشال ۱۵: ۲۳ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "خداوند کا خوف حکمت کی تربیت ہے اور سرفرازی سے پہلے فروتنی ہے۔"

یوسف: عزت سے پہلے فروتنی ہے۔ دیکھا میرے دوستو! لیکن عظمت سے پہلے بھی فروتنی ہے بسیط

میاں، ذرا سنی ۱۸: ۴ تو پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "جو کوئی اپنے آپ کو اس بچے کی مانند چھوڑنا چاہے گا وہی آسمان کی بادشاہی

میں بڑا ہو گا"

یوسف: میرے دوستو! سلطان بادشاہ کہتا ہے کہ عظیم آدمی عزت پاتا ہے اور مسیح خداوند کہتا ہے کہ

عظیم آدمی عظیم ہوتا ہے۔ کیوں چودھری صاحب۔

نمبردار: فرمائیے بزرگ یوسف۔

یوسف: آپ نے اپنے ملک کی تاریخ تو پڑھی ہوگی؟

نمبردار: (ذرا اکساری سے کام لیتے ہوئے) زیادہ نہیں، مگر کچھ واقف ضرور ہوں۔

یوسف: آپ نے اکبر بادشاہ اور محمد غوری کے متعلق تو پڑھا ہو گا۔ ان میں سے عظیم کون تھا؟

نمبردار: اکبر بادشاہ، محمد غوری سے کہیں عظیم تھا۔



یوسف: وہ کس طرح؟

منہو دار: یہ تو بالکل سیدھی سادی بات ہے۔ محمد غوری نے کوئی بھی رفاہ عامہ کا کام نہیں کیا۔ وہ تو ہمارے ملک پر صرف تھے ہی کرتا رہا اور دولت بٹورتا رہا۔ اسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں تھا، اس نے وہ عظیم نہیں ہو سکتا۔

یوسف: اکبر بادشاہ نے کیا کیا؟

منہو دار: اکبر، محمد غوری سے بہت مختلف تھا۔ وہ لوگوں میں گھل مل گیا تھا۔ وہ لوگوں کی دادرسی کرتا تھا اور اس نے ایسے کام کئے جو عام رعایا کے فائدہ کے لئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی سلطنت کو بہت فروغ حاصل ہوا اور اسے تاریخ میں اکبر اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یوسف: بیسٹ میاں!

بیسٹ: فرمائیے یوسف صاحب۔

یوسف: ذرا دھیان سے سنو تاکہ تم اس نکتہ کو سمجھ سکو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ بڑا بادشاہ کون ہے، وہ جو کہ اپنے عمل میں بیٹھا رہتا ہے اور اپنی رعایا کو پوچھتا تک نہیں، یا وہ جو کہ فردن بن کر اپنی قوم کی خدمت کرتا ہے؟

بیسٹ: جو ملیم بن کر آتا ہے، یقیناً بڑا ہے۔

یوسف: تم نے بالکل درست جواب دیا۔ مگر کیا مسیح کے شاگرد اس خیال کو پسند کرتے تھے؟

بیسٹ: مجھے یہ معلوم نہیں کہ شاگرد کیا پسند کرتے تھے۔

یوسف: عبدوتہارا کیا خیال ہے۔

عبدوتہارا: محترم استاد میں نے اس نکتہ پر غور نہیں کیا۔

یوسف: وہ یہ سمجھتے تھے کہ بڑائی میں عظمت ہے کیا نہیں یاد نہیں کہ وہ ہمیشہ جھگڑتے رہتے تھے۔

کہ ان میں کون بڑا ہے؟ انہیں یہی امید تھی کہ مسیح ایک زبردست دنیاوی سلطنت قائم کرے گا، اس لئے وہ آپس میں بحث کرتے رہتے تھے۔ کوئی تو ان میں سے وزیر اعظم بننا چاہتا تھا اور کوئی وزیر خارجہ اور کوئی وزیر داخلہ۔

عبدوتہارا: کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ انہیں بہت بلند درجہ ملے گا؟

یوسف: ہاں انہیں یہی امید تھی۔ اسی لئے وہ اس کے متعلق بحث کرتے رہتے تھے۔ لیکن مسیح نے انہیں بتایا "آؤ! آخر کر دیئے جائیں گے اور آخر آؤ! یہ جو دھری صاحب!

منہو دار: فرمائیے جناب۔

یوسف: مہربانی سے متنی ۲۲: ۱۱-۱۲ پڑھیے۔

منہو دار: (پڑھتا ہے) "جو تم میں بڑا ہے وہ تمہارا خادم بنے اور جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کیا جائے گا۔ اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کیا جائے گا۔"

یوسف: شاگردوں نے اس کو بھی پسند نہیں کیا۔ ان کا خیال تھا کہ جب مسیح حکومت کرے گا تو پھر لوگ اس کی خدمت کریں گے۔ لیکن عبدوتہارا، مسیح نے کیا کہا؟

عبدوتہارا: اس نے کہا "تم میں جو بڑا ہے وہ تمہارا خادم بنے"

یوسف: ہر بڑے آدمی کے نوکر چاکر ہوتے ہیں۔ بیسٹ میاں، میں نے خشک کہا ہے نا؟

بیسٹ: بے شک آپ نے بجا منہ دیا ہے۔

یوسف: بہت اچھا۔ اب ذرا یہ بتاؤ کہ جو شخص دسترخوان پر بیٹھا ہے وہ بڑا ہے یا میرا جو اسے کھانا کھلاتا ہے؟

بیسٹ: جو دسترخوان پر بیٹھا ہے یقیناً بڑا ہے۔

یوسف: اچھا بیسٹ میاں اب اپنی بائبل کھول کر لوقا ۲۲: ۲۴-۲۷ تو پڑھو۔

بیسٹ: (پڑھتا ہے) "اور ان میں یہ نکرار بھی ہوئی کہ ہم میں سے کون بڑا سمجھا جاتا ہے؟ اس نے ان سے کہا کہ غیر قوموں کے بادشاہ ان پر حکومت چلاتے ہیں اور حجام پر اختیار رکھتے ہیں۔ خداوند تخت کھاتے ہیں (بیسٹ بہت ناقص لیجے میں اور ایک انگ کر پڑھ رہا تھا اس لئے اس آگے عبدوتہارا نے پڑھنا شروع کر دیا)

عبدوتہارا: بیسٹ کوئی بات نہیں میں ختم کر دیتا ہوں (پڑھتا ہے) "مگر تم ایسے نہ ہونا بلکہ جو تم سے بڑا ہے وہ چھوٹے کی مانند اور جو سردار ہے وہ خدمت کرنے والے کی مانند بنے کیونکہ بڑا کون ہے؟ وہ جو کھانا کھاتے بیٹھا یا وہ جو خدمت کرتا ہے؟ کیا وہ نہیں جو کھانا کھانے بیٹھا ہے؟ لیکن میں تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں۔"

یوسف: بیسٹ کوئی بات نہیں۔ ناراض نہ ہونا۔ تم نے بھی اچھا پڑھا ہے۔ میرے دوستو! تم نے دیکھا ہم بھی شاگردوں کی طرح سوچتے ہیں اور مسیح کی طرح نہیں سوچتے۔ مسیح نے شاگردوں کو کہا۔

"تم خیال کرتے ہو کہ جو کھانا کھاتے بیٹھا وہ بڑا ہے۔ مگر میں تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں۔ کیا آپ نے فرانس کے بادشاہ لوئیس (جو دہڑواں) کے متعلق سنا ہے؟

منہو دار: سنا تو ہے مگر آپ بیان کریں۔

یوسف: بہت عرصہ پہلے وہ فرانس کا بادشاہ تھا۔ وہ بہت امیر تھا اور اس کے بے شمار خدمت گزار تھے۔ یہاں تک کہ بہت سے شہزادے اس کے خادم تھے۔ وہ ایک اعلیٰ شان محل میں رہتا تھا۔

مگر اپنی رعایا کی قطعاً پروا نہ کرتا تھا۔ ایک دن وہ ایسا ہڑا کر خوراک کا قحط پڑ گیا۔ لوگ بادشاہ

کے پاس گئے اور کہا: "روٹی نہیں ملتی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا" تو پھر کیک کھاؤ۔ لیکن گندم نہ ہوگی تو کیک کہاں سے آسکتے تھے۔ یہ اس نے دوسرا چاہا۔ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی خیال کرتا تھا۔ لیکن ہم اسے نہایت ادنیٰ آدمی خیال کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی رعایا کی خدمت نہیں کرتا تھا۔ اب میں آپ کو ایک اور کہانی سناتا ہوں۔ کیا آپ نے ابراہام لکن کے بارے میں سنا ہے؟

منبردار: کیا یہ وہی نہیں ہے جنہوں نے غلاموں کو آزادی بخشی تھی؟  
یوسف: ہاں چودھری صاحب یہ وہی ہیں۔ ایک دفعہ ذکر ہے کہ جب لکن امریکہ کے صدر تھے تو وہ اپنی خاص گھوڑا گاڑی میں واشنگٹن شہر سے باہر گئے۔ وہ صرف آرام کی خاطر باہر نکلے تھے تاکہ گاڑی کی ترقازہ بھڑا سے لطف اٹھائیں لیکن جب وہ جا رہے تھے تو انہوں نے سڑک سے کچھ دور ایک سوار کو کچھ دے کھڑے دیکھا۔ سڑک لکن نے کوچوان کو گاڑی روکنے کے لئے کہا۔ کوچوان نے حیران ہو کر پوچھا۔ جناب یہاں گاڑی کیوں رکوانا چاہتے ہیں؟ یہ تو بالکل سنان مگر ہے۔ لیکن سڑک لکن نے جواب دیا: "میں، یہاں گاڑی روکو۔" سڑک لکن گاڑی سے اترے۔ اپنا کوٹ اور جوتے اتارے، پیٹ اپ پر چڑھائی اور اس کیپٹر کے کھڈ کی طرف چل دیئے۔ کوچوان نے جو دیکھا تو چلایا "نہیں، نہیں حضور۔ یہ آپ کی شان کے خلاف ہے اور شرم کا باعث ہے۔" لیکن وہ اس کھڈ میں اتر گئے اور پھنسے ہوئے سوار کو کچھ ذکر باہر نکال دیا۔ وہ بہت رحم دل تھے۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے شخص کی خدمت کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ اچھا اب عہدہ تم بتاؤ کہ فرانس کا بادشاہ لوئس بڑا اٹھایا لکن؟

عہدہ: یہ تو بہت دلچسپ کہانی ہے۔ سڑک لکن یقیناً بہت بڑے آدمی تھے۔ وہ فرانس کے بادشاہ سے کہیں عظیم تھے۔

یوسف: اور مسیح خداوند نے آخری فریج کے موقع پر اپنے شاگردوں کے سامنے کیا کیا؟

منبردار: اُس نے اُن کے پاؤں دھوئے۔

یوسف: بے شک یہ درست ہے چودھری صاحب، مگر اس وقت مسیح نے کیا کہا؟ یوحنا رسول اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟ عہدہ ذرا پوچھا ۱۲: ۳-۴ لکھا اور پڑھو۔

عہدہ: (پڑھتا ہے) "یسوع نے یہ جان کر کہ باپ نے سب چیزیں میرے ہاتھ میں کر دی ہیں اور میں خدا کے پاس سے آیا اور خدا ہی کے پاس جاتا ہوں۔"

یوسف: (روکتے ہوئے) عہدہ، اس قسم کے تعارف کے بعد، تم مسیح سے کس قسم کے کام کی توقع رکھتے ہو۔

عہدہ: ہم اس سے ایک بہت ہی بڑے کام کی توقع کرتے ہیں یوسف، بے شک یہ درست ہے۔ مسیح جانتا ہے کہ تمام اختیار اس کے ہاتھ میں ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ خدا سے آیا اور اس کے پاس جاتا ہے۔ ہم یہ امید کرتے ہیں کہ وہ کسی بڑی سلطنت کے قیام کا اعلان کرے گا اور ایک بہت بڑی تحریک چلائے گا۔ ہم یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنا بہت اعلیٰ شان تحت قائم کرے گا۔

منبردار: وہ اپنے دشمنوں پر غالب آنے کا اعلان کرے۔

یوسف: یہ بھی درست ہے مگر عہدہ اس نے کیا کیا؟

عہدہ: اس نے ان کے پاؤں دھوئے۔

یوسف: دیکھا عہدہ میاں؟ بڑائی خدمت میں ہے کیا یہ حقیقت نہیں؟

عہدہ: میں سمجھنے لگا ہوں۔

یوسف: مگر میرے دوست، خدا اس سے بھی کہیں عظیم ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ اُس نے ہمیں بچانے کی خاطر دکھ اٹھانا پسند کیا۔

بسیط: یہ تو قابلِ یقین بات ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟

یوسف: بسیط میں ابھی نہیں سمجھائے دیتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا اونٹ ہے؟

بسیط: جی ہاں ہے۔

یوسف: خدا کرے۔ اگر تمہارا اونٹ پاگل ہو جائے اور تمہیں اپنے پاؤں تلے کچنا شروع کر دے اور

فریج کرو اس وقت سوئی جو کہ نہایت طاقتور ہے تمہیں بچانے کی کوشش کرے تو کیا

یہ ممکن نہیں بسیط، کہ وہ تمہیں بچائے ہوئے خود بھی زخمی ہو جائے؟

بسیط: یقیناً وہ بھی زخمی ہو جائے گا۔ میرا گھوا شیطان ہے مگر اونٹ اس کا بھی باپ ہے۔ وہ

ابھی بھلی حالت میں شرارت پر اتر آتا ہے۔ مجھے تو اس خیال سے خوف آتا ہے کہ وہ پاگل ہو

جائے۔ اس وقت تو وہ بالکل درندہ بن جائے گا۔

یوسف: اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ اگر سوئی تمہیں بچائے ہوئے زخمی ہو جائے، تو کیا یہ کمزور ہونے کی

نشانی ہے؟

بسیط: نہیں، مگر کہ نہیں۔ یہ تو اس بات کی نشانی ہے کہ وہ بہت طاقتور ہے اور بہت

بڑا انسان ہے۔

یوسف: اچھا عہدہ اب تم بتاؤ۔ اگر خدا تمہارا لڑکا خلیل کسی کنوئیں میں گر جائے اور تم اسے

بچانے کے لیے کنوئیں میں کود پڑو۔ تمہارا لڑکا توجہ جائے لیکن تم یہ کنوئیں کی دیوار گر جائے۔



اور تم سخت زخمی ہو جاؤ۔ تم نے خود اسے بچانے کا فیصلہ کیا تھا اور زخمی ہو گئے۔ کیا یہ اس بات کی نشانی ہوتی کہ تم مکرور ہو؟

عبداللہ: جیسے یہ اس بات کی نشانی ہے کہ میں بہت بڑا انسان ہوں۔ اور یہ اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ اگر مجھے اپنے بیٹے کو بچاتے ہوئے دکھ بھی اٹھانا پڑے تو میں تیار ہوں۔

یوسف: ٹھیک ہے عبداللہ۔ اب میرے دوستو! آپ کا مسیح کے متعلق کیا خیال ہے؟ گناہ ایک دشمن اور غضب ناک اونٹ کی مانند ہے۔ اس اونٹ نے لوگوں کو اپنے پاؤں تلے کچلا ہے۔ مسیح نے ہمیں بچانے کا فیصلہ کیا۔ وہ ہمیں بچا تو لیتا ہے مگر اونٹ اسے جیسی طرح زخمی کر دیتا ہے۔

پروہری صاحب، کیا یہ کوری یا عظمت کی نشانی ہے؟

عبداللہ: (سوچتے ہوئے) ہاں یہ سچ ہے۔ اگر اس نے ہمیں بچانے کی خاطر دکھ اٹھایا تو وہ عظیم ترین شخصیت ہے۔

یوسف: میرے دوستو! حقیقت بھی یہی ہے۔ لیکن شاگردوں نے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ یہ خیال کرتے رہے کہ مسیح کو دنیا والوں کی طرح فوج حاصل کرنی ہے۔ جب مسیح نے انہیں بتایا کہ اُسے دکھ اٹھانا ضرور ہے تو پروہری صاحب، آپ کو معلوم ہے کہ بطرس نے کیسا جواب دیا تھا؟

عبداللہ: (پڑھتا ہے) "اس نے ان سے کہا: اے نادانوں اور بیوقوفوں کی سب باتوں کے سامنے میں سست اعتقاد رہ گیا۔ مسیح کو یہ دکھ اٹھنا کہ اپنے حلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا؟"

یوسف: میرے دوستو! سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر مسیح نے ہمیں بچانے کے لیے خود ہی دکھ اٹھانا پسند کیا تو پھر میرا مس کی طاقت اور عظمت کی نشانی ہے۔ اسے ایسا کرنے کے لیے کسی نے مجبور نہیں کیا۔ کسی نے اسے یہوشیم نہیں بھیجا تھا۔ اس نے یہ فیصلہ خود ہی کیا تھا۔ اس نے ہماری خاطر دکھ اٹھانا خود ہی پسند کیا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کتنا عظیم ہے۔

عبداللہ: یوسف صاحب، آج آپ نے بہت گہری باتیں بیان کی ہیں۔

یوسف: عبداللہ، ہم ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں جو نہایت ہی عظیم ہے۔ میرے دوستو! آج

راست ہم نے ایک ایسے موضوع پر غور کیا ہے جو کہ بہت ہی عجیب و غریب اور گہرا ہے۔ اب تک تم اس میں سے بہت ہی مختصر سمجھ پاتے ہو۔ آج میں نے مسیح کے دکھ اٹھانے کے بارے میں بیان کیا اور باقی آئندہ بیان کر دیتا ہوں۔ میرے دوستو! آج میں نے مسیح کے دکھ اٹھانے کے بارے میں بیان کیا اور باقی آئندہ بیان کر دیتا ہوں۔ میرے دوستو! آج میں نے مسیح کے دکھ اٹھانے کے بارے میں بیان کیا اور باقی آئندہ بیان کر دیتا ہوں۔

اب پڑھو۔

عبداللہ: (پڑھتا ہے) "دوسرا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔ اس نے گریہ خدا کی صدمت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بکری جیسی موت گوارا کی۔ اسی واسطے خدا نے بھی اسے بہت سزا دے دی اور اسے وہ نام بخشی جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تاکہ یسوع کے نام پر سب کچھ کھنکھائے۔ خواہ آسمانیوں کا جو خواہ زمینوں کا۔ خواہ ان کا جو زمین کے نیچے ہیں۔ اور خدا آپ کے حلال کے لیے ہر ایک زبان اقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔"

## بحث و تجویز کے لئے سوالات

- ۱۔ پچھلے چار اسباق میں سے کم از کم دو سوالات پر چھیڑ۔
- ۲۔ اب ہم نے اس کتاب کا پہلا حصہ ختم کر لیا ہے اس لیے نظر ثانی ضروری ہے۔
- ۳۔ سلیمان بادشاہ فریسی اور سرخازی کے متعلق کیا کہتا ہے؟
- ۴۔ عظیم ترین بادشاہ کی صفات کیا ہیں؟
- ۵۔ مسیح نے کہا کہ بڑائی فرد تنہی میں ہے۔ کیا شاگردوں نے اس خیال کو پسند کیا؟ بڑائی کے متعلق ان کا اپنا خیال کیا تھا؟
- ۶۔ مسیح نے "کھانا کھانے والے" کے بارے میں جو کہانی سنا دی وہ بیان کریں۔ مسیح کس نکتہ پر زور دیتا ہے؟
- ۷۔ مسیح نے شاگردوں کے پاؤں دھو کر کیا ظاہر کیا؟
- ۸۔ اگر کوئی شخص کسی کے لئے دکھ اٹھاتا ہے تو وہ کمزور ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ بیان کریں۔
- ۹۔ بسط اور اونٹ کی مثال بیان کریں۔ اس مثال میں یوسف کس بات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے؟
- ۱۰۔ عبداللہ، غیبی اور کنوینشن کی مثال بیان کریں۔ یوسف یہاں کس نکتہ کو بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے؟



- ۱۰۔ کیا شاگردوں نے مسیح کے دکھ اٹھانے کے خیال کو پسند کیا؟ انہوں نے کیا کہا اور مسیح نے کیا جواب دیا؟
- ۱۱۔ ایک دکھ اٹھانے والا خادم کس طرح حد سے قادرِ مطلق کو ظاہر کرتا ہے؟
- خلاصہ سبق :-
- حقیقی عظمت فردِ مئی میں ہے۔
- حقیقی عظمت خدمت میں ہے۔
- حقیقی عظمت دوسروں کو بچانے کے لئے دکھ اٹھانے میں ہے۔
- مقولہ :-
- ”خدا کی عظمت اس بات میں ہے کہ وہ ہمیں بچانے کے لیے آیا“
- 

دوسرا حصہ

خدا تو ہے

”خدا تو ہے اور اُس میں ذرا بھی تاریکی نہیں“

(۱- یوحنا ۱: ۵)

سبق نمبر ۶

## خدا نور ہے

وہ ہم پر اپنا اظہار کائنات کے ذریعہ کرتا ہے

تلاوت کے لئے :- ۱۔ یوحنا ۱: ۵؛ پیدائش ۱: ۳؛ رومیوں ۱: ۱۹؛ ۲۰۰؛ زبور ۱۹: ۱-۳؛  
۲۳: ۶-۹؛ پیدائش ۲۲: ۸؛ یوحنا ۳: ۲۸-۳۶؛ یعقوب ۱: ۱۷؛

برصغیر ۱۰: ۱۰

تفصیل سبق :- اس سبق سے ایک نئے موضوع کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلے ہم نے دیکھا ہے کہ خدا عظیم ہے۔ اس  
صفت میں ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ اس سے کیا مراد ہے کہ "خدا نور ہے" خدا چاہتا ہے کہ ہم اسے  
پیار کریں اور اس کی فرمانبرداری کریں۔ لیکن ہم اس خدا کو جیسے جانتے نہیں مزیار کر سکتے ہیں اور اس  
کی فرمانبرداری کر سکتے ہیں۔ چونکہ خدا نور ہے اس لئے وہ ہمیں منور کرنا چاہتا ہے وہ ہمیں اپنے  
متعلق بنانا چاہتا ہے۔ خدا سب سے پہلے کائنات میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ گو ہم خدا کو  
فطرت میں دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے، لیکن خدا نے اس کائنات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ ہمیں  
اپنے متعلق کچھ نہ کچھ سکھائے۔ ایک اچھے کاریگر کو اس کی بنائی ہوئی چیز کو دیکھنے ہی اندازہ  
لگائے ہیں کہ وہ اچھا کاریگر ہے کہ نہیں اور اگر آپ اس کو بغور دیکھیں تو آپ اس کی دیباہ کاری کا  
اندازہ بھی کریں گے۔ آپ یہ بھی تبسکیں گے کہ اسے بناتے وقت اس نے کتنی احتیاط برقی ہے یہی حال  
خدا کا ہے ہم خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ خدا کے متعلق بیان کر سکتے ہیں۔ داؤد  
بادشاہ اور یوحنا رسول دونوں بیان کرتے ہیں کہ یہ درست ہے۔ کائنات میں ہم خدا کو قدرت والا  
دیکھتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا اصولوں کے مطابق کام کرتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا فیاض ہے۔  
ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خدا زندہ خدا ہے۔

خلاصہ: خدا نور ہے۔ وہ ہم پر اپنا اظہار کائنات کے ذریعہ کرتا ہے۔

- ۱۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم اسے پیار کریں اور اس کا حکم مانیں۔
- ۲۔ اس خدا کو جیسے جانتے ہیں ہم پیار نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی فرمانبرداری کر سکتے ہیں۔

- ۲۔ خدا نور ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کرتا ہے۔
- ۳۔ خدا سب سے پہلے ہم پر اپنے آپ کو فطرت میں ظاہر کرتا ہے۔  
(ا) زبور نویس کے الفاظ۔ زبور ۱۹: ۱-۳  
(ب) یوحنا کے الفاظ۔ رومیوں ۱: ۱۹-۲۰  
۵۔ فطرت کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا :-  
(ا) قدرت والا ہے۔  
(ب) با اصول ہے۔  
(ج) فیاض ہے۔  
(د) زندہ ہے۔

## منظر نمبر ۶

ڈرامہ کے افراد : یوسف صاحب۔

عبدو۔

یسف۔

یوسف اور عبدو، یوسف کی بیٹیک میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں

یوسف: عبدو کیا تم سن رہے ہو؟

عبدو: جی ہاں، فرمائیے

یوسف: میرے پاس دیہا کے کنارے جنوب کی طرف ادھ اکرڑ زمین ہے۔

عبدو: ہیں اس جگہ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

یوسف: وہ دانا پور کے ساتھ ہی ہے اسے ٹھیکے پر نہیں دینا چاہتا۔ میرا خیال ہے کہ میں اس میں

خود ہی کھیرے کاشت کروں۔

عبدو: یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ دانا پور سے کسی ایسا نذر آدمی کو کاشت کرنے کے لئے نوکر

رکھ لیں۔

یوسف: کیا تم دانا پور میں کسی قابل اعتماد آدمی کو جانتے ہو؟

عبدو: (سوچتے ہوئے) میرا خیال ہے کہ کمال نہایت مناسب آدمی ہے۔

یوسف: کمال؟ مگر میں تو اسے نہیں جانتا۔

عبدالو: بزرگ یوسف، تشریف کی کوئی بات نہیں۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اس کی بیوی کا نام میری ہے اور وہ ہمارے گاؤں کے اکثر کی رشتے دار ہے۔

یوسف: اچھا اچھا، اب میں سمجھا۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں اس پر اعتبار کر سکتا ہوں؟

عبدالو: کیوں نہیں۔

یوسف: اچھا تو اسے کسی دن میرے پاس لاؤ۔

عبدالو: بہت بہتر جناب۔

(بیٹھ کا آنا)

عبدالو: بیٹھ جی تم کہاں رہ گئے تھے؟ آج تم نے میں بہت دیر کرا دی ہے۔

بیٹھ: میں کہاں تھا؟ میں تو یہاں کافی دیر سے آیا ہوا ہوں۔ تم کہاں تھے؟

یوسف: جی تم دونوں کیوں جھگڑتے ہو۔ ابھی تو کافی وقت پڑا ہے۔ چلو شروع کریں۔ آج میں گفتگو کرنے ہوئے پانچ دن ہو گئے ہیں۔ بیٹھ میاں، تباؤ تو سہی ہم کس موضوع پر بات کرتے رہے ہیں؟

بیٹھ: خدا کے متعلق۔

یوسف: شاباش بیٹھ میاں، تم تو بہت ہوشیار آدمی ہو۔ تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔

عبدالو: یاد بیٹھ تم تو واقعی ہوشیار آدمی ہو (یوسف سے مخاطب ہو کر) ہم خدا کی عظمت پر بات چیت کرتے رہے ہیں۔

یوسف: ہاں! ہم پانچ راتوں سے اس بات پر بحث کرتے رہے ہیں کہ خدا کتنا عظیم ہے اب ہم کچھ دلوں

مک ایک اور ہم مضمون پر غور کریں گے۔ اب ہم فور کے متعلق سوچیں۔ یوحنا رسول اپنے پہلے عالم خط میں لکھتا ہے "اس سے منکر جو پیغام ہم تمہیں دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ..."

اگے پڑھو۔

عبدالو: (پڑھتا ہے) "خدا نور ہے اور اس میں ذرا بھی تاریکی نہیں"۔

یوسف: بہت خوب! آج ہم نور پر غور کریں گے تاکہ خدا کے بارے میں سیکھ سکیں بیٹھ میاں، اب تم تباؤ ہم کیا کریں گے؟

بیٹھ: جناب اب ہم خدا پر غور کریں گے تاکہ نور کے بارے میں سیکھ سکیں۔

یوسف: نہیں بیٹھ تم نے تو بالکل الٹ بیان کیا ہے۔ بول کہو کہ ہم نور پر غور کریں گے تاکہ خدا کے بارے میں سیکھ سکیں۔ اچھا اب تباؤ ہم کیا کریں گے؟

بیٹھ: ہم نور پر غور کریں گے تاکہ خدا کے بارے میں سیکھ سکیں۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ اچھا عبدالو اب تباؤ کہ خدا ہم سے کیا جانتا ہے؟

عبدالو: وہ یہ جانتا ہے کہ ہم اسے پیار کریں اور اس کا حکم مانیں۔

یوسف: کیا میں کسی ایسے شخص کو پیار کر سکتا ہوں جسے میں نہیں جانتا؟

عبدالو: میرا خیال ہے آپ نہیں کر سکتے۔

یوسف: بیٹھ کے آنے سے پہلے ہم کس کے متعلق گفتگو کر رہے تھے؟

عبدالو: ہم کمال کے متعلق بات چیت کر رہے تھے کہ وہ آپ کی زمین پر کام کرے۔

یوسف: کیا کمال مجھے جانتا ہے؟

عبدالو: (سوچتے ہوئے) اُس نے آپ کے متعلق سنا ضرور ہے۔ لیکن شاید وہ آپ کو جانتا نہیں ہے۔

یوسف: بہت اچھا۔ اگر میں اُس سے واقفیت پیدا کروں تو کیا وہ میرا حکم مانے گا؟

بیٹھ: وہ آپ کا حکم کیسے مان سکتا ہے جبکہ وہ آپ کو جانتا ہی نہیں۔

یوسف: کیا وہ مجھے بغیر جانے پہچانے پیار کر سکتا ہے؟

بیٹھ: یہ تو ناممکن ہے۔ جب تک کوئی کسی کو جانے نہ دے، وہ اسے کیسے پیار کر سکتا ہے؟

یوسف: بیٹھ تم نے درست کہا ہے۔ کمال نے میرے متعلق سنا ہے مگر مجھے جانتا نہیں ہے اگر وہ

میری زمین پر کام کرے گا تو اسے میرا حکم ماننا ہوگا۔ اگر میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے پیار بھی کرے

تو مجھے اس سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی کیوں درست ہے عبدالو؟

عبدالو: جی ہاں، آپ نے سجا فرمایا۔

یوسف: ابھی حال خدا کا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ ہم اسے پیار کریں اور ان کی خدمت کریں، لہذا وہ اپنے

آپ کو ہم پر ظاہر کرتا ہے۔ عبدالو، کیا ہم اُس کے پاس جاتے ہیں تاکہ اسے جانیں یا اسے

ہمارے پاس آنا ہے؟

عبدالو: بزرگ یوسف، مجھے معلوم نہیں ہے۔

یوسف: میرے دوستو، یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ خدا کو اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کرنے کے لئے ہمارے

پاس آنا ہے۔ جب کبھی بھی انسان نے اپنی طاقت سے خدا کو سمجھنا چاہا، تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ

وہ بت پرستی کرنے لگا۔ بت پرستی اسی طرح شروع ہوئی۔ خدا کا تصور ہرزہ میں مختلف ہے۔

اس نے وہ اپنے خیالات کے مطابق اس کا بت بنا لیتا ہے۔ چنانچہ پرانے وقتوں میں زمین تلوں

سے بھری ہوئی تھی۔ مگر خدا کی تعریف ہو کہ وہ اس جہاں میں آیا تاکہ آپ کو ہم پر ظاہر کر دے۔

عبدالو: ابھی تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟

عبدالو: "خدا نور ہے اور اُس میں ذرا بھی تاریکی نہیں"۔



کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔

یوسف: (اُسے روکتے ہوئے) بس یہاں تک۔ عبدو یہ کس کے متعلق ہے؟

عبدو: یہ دنیا کی پیدائش کے متعلق ہے۔

یوسف: تم نے صحیح جواب دیا ہے۔ خدا نور ہے اور وہ اپنے آپ کو اپنی کائنات کے وسیلے سے ظاہر کرتا ہے۔ اب مجھے آیت سے پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) ”ایک آدمی جو خدا نام آمو جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ یہ گواہی کے لئے آیا کہ نور کی گواہی دے تاکہ سب اس کے وسیلے سے ایمان لائیں۔ وہ خود تو نور تھا مگر نور کی گواہی دینے کو آیا تھا۔“

یوسف: عبدو، یہاں جو خدا کے متعلق کیا کہا گیا ہے؟

عبدو: وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔

یوسف: بہت خوب۔ اب یہ بتاؤ کہ ہم خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے آدمی کے متعلق کیا کہیں گے؟ عبدو: مرد خدا۔

یوسف: اس کے علاوہ کیا کہیں گے؟

عبدو: ”جی“۔

یوسف: ہاں یہ درست ہے۔ یہ دوسرا طریقہ ہے جو خدا اختیار کرتا ہے۔ عبدو اب چودھویں آیت پڑھو۔ عبدو: (پڑھتا ہے) ”اور کلام محمد ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔“

یوسف: یہ تیسرا طریقہ ہے جو خدا نے استعمال کیا۔ پہلے اس نے کائنات میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ پھر نبیوں کی معرفت آخر میں وہ خود اس جہان میں آیا۔ اچھا عبدو اب تم یہ قیوں طریقے پھر بیان کر دو؟

عبدو: خدا اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے وسیلے سے ہم پر ظاہر ہوتا ہے۔

یوسف: ٹھیک ہے۔

عبدو: خدا نبیوں کی معرفت ظاہر ہوا۔

یوسف: بالکل درست ہے۔

عبدو: خدا اپنے بیٹے کے وسیلے سے ظاہر ہوا۔

یوسف: بہت خوب، شاہدش میرے دوستوں، یہ بہت بڑا موضوع ہے۔ یہیں اس پر غور کرنے کے لئے کم از کم تین دن چاہئیں۔ آج رات ہم اس بات پر غور کریں گے کہ خدا اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے

وسیلے سے ظاہر ہوتا ہے۔ بیٹا یہاں اب تم بتاؤ کہ داؤد زبور ۱۹ میں کیا کہتا ہے۔ آسمان کی کرتے ہیں؟

بیٹا: مجھے تو یاد بھی نہیں رہا۔

عبدو: تم بھی نرے گاؤ دی سی رہے۔ جی ہاں بابل گھول کر کیوں نہیں دیکھ لیتے۔

یوسف: عبدو ذرا صبر سے کام لیا کرو۔ بیٹا بہت ہوشیار آدمی ہے مگر اس کی یادداشت کچھ کمزور ہے اس نے کسی چیز کو بہت دیر تک یاد نہیں رکھ سکا۔

عبدو: اس میں صرف ایک نقص ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں عقل کی کمی ہے۔

بیٹا: یہاں یوں لکھا ہے ”دن سے دن بات کرتا ہے اور رات کو رات حکمت سکھاتی ہے۔۔۔“

یوسف: ہاں ہاں پڑھتے جاؤ۔

بیٹا: (پڑھتا ہے) ”نہ بولنا ہے نہ کلام۔ نہ ان کی آواز سنائی دیتی ہے نہ کلام ساری زمین پر اور ان کا کلام دنیا کی انتہا تک پہنچا ہے۔“

یوسف: دیکھا میرے دوستو! دو بیان کرتا ہے کہ کائنات دن و رات خدا کے جلال کو بیان کرتی رہتی ہے۔ لیکن کائنات لفظوں میں بیان نہیں کرتی۔ وہ بیان تو کرتی ہے مگر اس کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وہ خدا کے بارے میں بیان کرتی ہے۔ تو وہ کیا کہتی ہے؟

عبدو: یہ درست ہے کہ کائنات خدا کے بارے میں بیان کرتی ہے۔ مگر ہم اس میں سے ہم ہر وقت باتیں کرتے اور شور مچاتے رہتے ہیں۔ ہم بغیر لفظوں کی آواز کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

یوسف: (خیالات میں ڈوبے ہوئے) عبدو، تم نے سچ کہا ہے ہر صبح میں اپنے باغ میں جاتا ہوں میں وہاں اکیلا بیٹھا رہتا ہوں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں کسی سے ناراض ہوتا ہوں میں صرف اس لئے اکیلا بیٹھا ہوں تاکہ کائنات میں خدا کی آواز کو سن سکوں۔ یہ آواز بہت صاف ہوتی ہے۔

یہ آواز ساری دنیا میں گونجتی رہتی ہے۔ یہیں اسی آواز کو سننا سیکھنا چاہیے۔ ہم بغیر کیجیے اس بے الفاظ کی آواز کو سن نہیں سکتے۔ اس وقت میں تم سے صرف اتنا پوچھتا ہوں کہ یہ آواز کیا کہتی ہے؟

عبدو: بزرگ یوسف، میں نے اس آواز کو کبھی نہیں سنا، لہذا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

یوسف: میرے دوست تمہاری آدھی عمر گزر چکی ہے۔ تمہیں اس آواز کو سننا سیکھنا چاہیے یہ بہت سی باتیں بیان کرتی ہے۔ میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں کہ یہ کیا کہتی ہے۔ پہلی بات یہ کہ خدا قدرت والا

ہے۔ تمام کائنات اس بات کو بڑی صفائی سے بیان کرتی ہے۔ بیٹا، ذرا تم زبور ۱۳۳: ۶-۹

تو پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "آسمان خداوند کے کلام سے اور اس کا سارا لشکر اس کے منہ کے دم سے بنا۔

وہ سمندر کا پانی تو دے کی مانند جمع کرتا ہے۔ وہ گہرے سمندروں کو ٹھنڈوں میں رکھتا ہے عمارت زمین خداوند سے ڈرے۔ جہان کے سب باشندے اس کا خوف رکھیں کیونکہ اس نے زبانا اور ہوا گیا۔ اس نے حکم دیا اور واقع ہوا۔"

یوسف: بسیط! تمام کائنات کہتی ہے کہ خدا قدرت والا ہے۔ کیا کبھی تم طغیانی کے موقع پر دریا میں کھڑے ہوئے؟

بسیط: جی ہاں، کھڑا ہوا۔

یوسف: طغیانی کے موقع پر دریا بہت شہ زور ہوتا ہے اس وقت اس کی طاقت خدا کی طاقت ہوتی ہے۔ عبدو! کیا تم نے دوپہر کو سورج کی پیش محسوس کی ہے؟

عبدو: ہاں بزرگ یوسف، محسوس کی ہے۔

یوسف: کیا تم نے گھجوروں کے درخت میں ٹھونک کے زور کو دیکھا ہے؟

عبدو: جی ہاں، دیکھا ہے۔

یوسف: کیا تم نے طغیانی کے وقت چڑھنے والی کے زور کو دیکھا ہے۔

عبدو: جی ہاں دیکھا ہے۔

یوسف: کیا تم نے سورج کے زور کو دیکھا ہے جو ہر روز طلوع ہوتا ہے؟

عبدو: دیکھا ہے۔

یوسف: پھر بھی تم نے ان تمام کے خالق کی قدرت کے بارے میں کبھی نہیں سوچا؟

عبدو: جناب میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں ہر روز اپنے کھینٹوں میں جاتا ہوں مگر اس کے متعلق کبھی نہیں سوچا۔

یوسف: (بڑے پیار سے) میرے دوستو! تمام کائنات ہم سے باتیں کرتی ہے۔ ہمیں اس آواز کو

سننا سیکھنا چاہیے۔ لیکن یہ ایک ترتیب کو بھی بیان کرتی ہے۔ بسیط پیدائش ۲۲: ۸ پڑھو

بسیط: (پڑھتا ہے) "جب تک زمین قائم ہے۔ بیج بونا اور فصل کاٹنا۔ سردی اور پیش۔ گرمی اور

جھاڑا، دن اور رات موقوف نہ ہوں گے۔"

یوسف: عبدو! تم ایوب ۳۸: ۲۷-۲۸ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "ہاں لوگوں کو حکمت سے کون کن گنتا ہے؟ یا کون آسمان کی مشکوں کو انڈیل

گنتا ہے۔ جب گرد مل کر تودہ بن جاتی ہے اور ڈھیلے باہم سٹ جاتے ہیں؟

یوسف: ترتیب میرے دوستو ترتیب۔ خدا نے ہر چیز میں ترتیب رکھی ہے۔ بسیط میاں! یہ بتاؤ جب ہم گہیوں لگانا چاہیں تو ہمیں کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے؟

بسیط: ہمارے پاس زمین ہونا چاہیے۔

یوسف: اس کے علاوہ؟

بسیط: آبیاری کے لئے پانی ہونا چاہیے۔

یوسف: عبدو! اب تم بتاؤ اور کیا ہونا چاہیے؟

عبدو: بیج ہونے چاہئیں اور دھوپ کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ہم بھانڈوں میں کچھ نہیں لگا سکتے۔

یوسف: یہ درست ہے کہ ہمیں ان چاروں ہی کی ضرورت ہوتی ہے اب ہم یہ دیکھیں کہ خدا نے

ان میں کون سی ترتیب رکھی ہے۔ پودوں کے بیج بغیر بوئے بھی کافی عرصہ تک درست

حالت میں رہ سکتے ہیں۔ بونے کی پاس کے پودوں کے بچوں کی طرح ہیں۔ اگر ہم انہیں کئی

سالوں تک رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں۔ لیکن حیوانات کے تخم کو نہیں رکھ سکتے۔ اگر ہم حیوانات

کے تخم کو کسی کمرہ میں رکھیں تو وہ مر جائے گا کیونکہ یہ حقیقت نہیں ہے؟

عبدو: بے شک۔

یوسف: اگر پودوں کے بیجوں کا بھی یہی حال ہوتا تو کیا ہوتا؟ اگر ہمیں بونوں کو بھی خزا ہی ہونا پڑتا

کہ کہیں وہ مر نہ جائیں تو کیا ہوتا؟ اگر ہم انہیں ذخیرہ نہ کر سکتے تو کیا بیج نکلتا؟

عبدو: تو پھر ہم کبھی بھی کاشتکاری نہ کر سکتے۔

یوسف: مگر خدا نے ہمارے لئے اس میں ایک اصول مقرر کر دیا ہے لیکن زمین کے بارے میں بھی غور

کرو۔ کچھ زمین زرخیز ہوتی ہے اور کچھ بخر کیا ہم بیت میں کیس بوسکتے ہیں؟

عبدو: نہیں، یہ نامکن ہے۔

یوسف: کیا ہم پہاڑوں پر کیس بوسکتے ہیں؟

بسیط: یہ بھی نامکن ہے۔

یوسف: خدا نے کچھ زمین بخر بنائی ہے اور کچھ زرخیز۔ سورج پر بھی غور کرو۔ اگر دھوپ نہ ہو

تو کیا ہوگا؟

عبدو: پودے مر جائیں گے۔

یوسف: اگر بہت زیادہ گرمی پڑنے لگے تو؟

عبدو: پودے جھک جائیں گے۔

یوسف: خدا نے ہمارے لئے سورج کے بارے میں بھی ایک اصول مقرر کر دیا ہے اب پانی کے



متعلق سوچ کیا ہم کھادے پانی سے کیا سس لگا سکتے ہیں؟  
عبدالود نہیں، ہمیں سیٹھ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کھاد پانی کام نہیں کر سکتا۔  
یوسف: خدا نے ہمارے لئے پانی کے بارے میں بھی ایک اصول مقرر کر دیا ہے۔

خدا نے ہمارے لئے ہر ایک چیز میں ایک اصول و ترتیب مقرر کیا ہے اس نے بیج، زمین، سورج اور پانی کے لئے اصول مقرر کئے ہیں تاکہ ہم فصل لگا سکیں اور زندہ رہ سکیں۔ اس طرح ہمیں یہ معلوم ہونا کہ خدا مہربان ہے۔ کائنات کے بغیر ہمیں باقی ہے کہ خدا مہربان ہے۔  
عبدالود یعقوب ۱۴:۱ پڑھو۔

عبدالود: (پڑھتا ہے) ”ہر اچھی بخشش اور ہر کامل انعام اوپر سے ہے اور نوروں کے باپ کی طرف سے ملتا ہے جس میں نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ گردش کے سبب سے اس پر سایہ پڑتا ہے۔“

یوسف: ”ہر اچھی بخشش اور ہر کامل انعام اوپر سے ہے۔ کائنات کی آواز ہر روز ہمیں یہی بتاتی ہے۔ سورج، دریا، خوشگوار دن، رات کو چمکنے ہوئے تارے، یہ سب ہمیں بتاتے ہیں کہ خدا مہربان ہے جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے، خواہ وہ تھوڑا ہے یا بہت، سب خداوند کی طرف سے ہے۔ مگر میرے دوستوں میں ایک اور بات بھی سوچ رہا ہوں، ایک بڑھی میز بناتا ہے۔ ان میں بڑا کون ہے، میز یا اس کا بنانے والا؟

عبدالود: یہ تو بالکل سیدھی سادی بات ہے۔ بڑھی یقیناً میز سے بڑا ہے۔

یوسف: وہ کیسے؟

عبدالود: اگر وہ میز سے بڑا نہ ہوتا تو وہ یقیناً اسے نہ بنا سکتا۔

یوسف: تم نے درست جواب دیا ہے۔ خدا نے زندگی پیدا کی، اس لئے خدا یقیناً زندہ ہے صرف زندہ خدا ہی زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ کیا کوئی مردہ زندگی دے سکتا ہے؟

عبدالود: نہیں یہ ناممکن ہے۔

یوسف: عبدالود، ذرا اپنی بائبل میں سے یرمیاہ ۱۰:۱۰ نکال کر پڑھو۔

عبدالود: (پڑھتا ہے) ”وہ زندہ خدا اور ابدی بادشاہ ہے۔ اس کے قہر سے زمین متھرتا رہتی ہے اور قوموں میں اس کے قہر کی تاب نہیں۔“

یوسف: ہم کائنات میں زندگی دیکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا کہ خدا زندہ خدا ہے کیونکہ ایک زندہ ہستی ہی زندگی بخش سکتی ہے۔

عبدالود: بزرگ یوسف، اپنے بچہ فرمایا ہے میں روزِ صبح سویرے اپنے کھیتوں کو جاتا ہوں۔ لیکن

آج تک مجھے وہ آواز سنائی نہیں دی۔

یوسف: میں جانتا ہوں میرے دوست تمہارے پاس کائنات کی آواز گونجنے کے لئے ذہن نہیں کیونکہ تم ہر وقت سو پار میں لگے رہتے ہو تم کہتے ہو ”آپ نے اس کی کتنی قیمت ادا کی؟“ فلاں نے کتنے میں خریدی؟ آج کا جھاڑ کیا ہے؟ میرا خیال ہے میں اس سے سستی خرید سکتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہماری عموماً گفتگو اسی قسم کی ہوتی ہے۔ جب میں ہر روز صبح جوں جوں اُٹھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ آواز کون سے گزرنے والوں کی زبانی کچھ اس قسم کی گفتگو ہی سنتا ہوں۔ ہمیں خاموش رہنا سیکھنا چاہیے۔ ہمیں رات کو غور و فکر کرنی چاہیے۔ ہمیں اس بغیر غفلتوں کی آواز کو سننا سیکھنا چاہیے یہ آواز جو کہ زمین و آسمان کی ہے۔ خدا کے جلال کو بیان کرتی ہے۔ ہمیں اسے سننا سیکھنا چاہیے۔

## بحث و تھیس کے لئے

### سوالات

- ۱۔ خدا کیا چاہتا ہے کہ ہم کریں؟
- ۲۔ کیا خدا نامعلوم خدا ہے؟ اگر نہیں، تو کیوں نہیں؟
- ۳۔ خدائے کہا ”رہنمائی ہو جا“ وہ کیا چاہتا ہے کہ ہم دیکھیں؟
- ۴۔ وہ کون سی آواز ہے جو بغیر الفاظ کے سنائی دیتی ہے؟
- ۵۔ خدا اپنا اظہار تین طریقے سے کرتا ہے۔ وہ کون سے طریقے ہیں؟
- ۶۔ یوسف نے اس آواز سے خدا کے بارے میں کون سی چار باتیں سیکھیں؟
- ۷۔ ان چاروں کی مثالیں دیں۔
- ۸۔ ہم کائنات سے خدا کے بارے میں اور کون سے سبق سیکھ سکتے ہیں؟
- ۹۔ خدا نے جو اصول و ترتیب کائنات میں رکھے ہیں۔ وہ مثالیں دے کر بیان کریں؟
- ۱۰۔ ہم کائنات کی آواز کو سننا کیسے سیکھ سکتے ہیں؟



سبق نمبر

## خدا نور ہے

وہ ہم پر اپنا اظہار انبیاء کی معرفت کرتا ہے

تلاوت کے لئے: پیدائش ۱:۱، نحمیاہ ۹:۶، ۱۵:۹، ۲۳:۲۶، ۳۰-۳۱ اور ۵:۱۶؛

۴۳:۱۰-۱۱ اور ۴۴:۶-

تفصیل سبق: خدا نور ہے اس کا مطلب یہ مجھڑا کہ وہ ہمیں منور کرنا چاہتا ہے وہ ہمیں روشن کرنا چاہتا ہے۔ وہ کائنات کے ذریعے اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کرتا ہے۔ اس سبق میں ہم دیکھیں گے کہ خدا ہم پر اپنا اظہار نبیوں کے ذریعے بھی کرتا ہے۔ نبی ہمیں خدا کے بارے میں سکھاتے ہیں۔ صرف کائنات کافی نہیں تھی، کیونکہ خدا ہمیں اپنے متعلق اور زیادہ باتیں سکھانا چاہتا تھا۔ ہم ان میں سے صرف چند کا مطالعہ ہی کر سکتے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلی بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے۔ خدا کے تمام پیغمبر بھی تعلیم دیتے ہیں۔ دوسری یہ کہ خدا زندہ شخصیت ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا محض ایک قوت ہے لیکن خدا کے نبی یہی سکھاتے ہیں کہ خدا ایک زندہ شخصیت ہے۔ تیسری بات جو نبی ہمیں سکھاتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا تاریخ کا مالک ہے۔ ہم اکثر ڈرتے ہیں۔ ہم ایسے جہان میں رہتے ہیں جو ہمیں ڈراتا رہتا ہے۔ ہم آئندہ کے واقعات سے ڈرتے رہتے ہیں۔ مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ خدا تاریخ ساز ہے۔ پیغمبر ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ تاریخ خدا کے تابع ہے جو بھی بات یہ کہ خدا پاک ہے لیکن پاکیزگی کا مطلب کیا ہے؟ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ پاکیزگی کا مطلب یہ ہے کہ چند خاص چیزیں پاک ہیں مگر اس پر جاننے تھے کہ چند چیزیں پاک کہلاتی ہیں۔ کاہن جانتے تھے کہ چند بگلیں پاک کہلاتی ہیں۔ نبیوں نے کہا "نہیں" پاکیزگی کا مطلب راستی ہے! انہوں نے کہا کہ خدا قدوس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا پاک ہے اور پاکیزگی کا مطلب راستی ہے۔ تمام لوگ مقدس اشیاء کو سمجھتے ہیں۔ تمام لوگ مقدس مقامات کو جانتے ہیں۔ بت پرستوں کے پاس یہ چیزیں ہیں۔ نبیوں نے ہمیں یہ سکھایا کہ پاکیزگی کا مطلب راستی ہے۔

خدا نور ہے۔ وہ ہم پر اپنا اظہار نبیوں کی معرفت کرتا ہے

- ۱- خدا پاک ہے۔
- ۲- خدا زندہ شخصیت ہے۔
- (ا) خدا محض ایک قوت نہیں ہے۔
- (ب) خدا ایک زندہ شخصیت ہے۔
- ۳- خدا تاریخ کا مالک ہے۔
- (ا) تاریخ خدا کے تابع ہے۔
- (ب) اس نے ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔
- ۴- خدا پاک ہے۔
- (ا) کاہن کہتے ہیں کہ پاکیزگی کا مطلب مقدس مقامات اور مقدس اشیا ہیں۔
- (ب) نبی کہتے ہیں کہ پاکیزگی کا مطلب راستی ہے۔

### منظر نمبر ۱

ڈرامہ کے افسر :- یوسف صاحب

عبدو

بسیط

(تینوں یوسف کے گھر کے سامنے بیٹھے ہیں)

یوسف : عبدو میاں، کیا تم غور سے سن رہے ہو؟

عبدو : جی ہاں، فرمائیے۔

یوسف : میں اپنی زمین کا بندوبست کرنا چاہتا ہوں۔

عبدو : اسی زمین کا جو دریا کے کنارے جنوب کی طرف ہے؟

یوسف : ہاں وہی، تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ دانا پور کے بالکل نزدیک ہے۔ کل رات تم نے مجھے

کمال کے متعلق بتایا تھا۔ یاد ہے نا؟

عبدو : او ہاں، مجھے یاد ہے بزرگ استاد۔

یوسف : کیا تم کمال کے پاس گئے تھے؟

عبدو : مجھے افسوس ہے کہ میں جا نہ سکا۔

یوسف : کوئی بات نہیں۔ وقت ملے تو ملے گا۔

عبدو : بزرگ یوسف، ہمارا آج کا مقصود کیا ہے؟

یوسف : بسیط، صبحی تم بتاؤ کل رات ہمارا موضوع کیا تھا؟

بسیط : اؤں..... یعنی خدا کی عظمت.....

عبدو : نہیں بسیط بھئی، کل رات ہم نے نئے موضوع پر غور کیا تھا۔ موضوع یہ تھا کہ خدا نور ہے۔

یوسف : بہت خوب عبدو، بہت خوب۔ اچھا اب یہ بتاؤ۔ تم نے کل کیا سیکھا تھا؟

عبدو : ہم نے سیکھا کہ خدا نور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا ہمیں منور کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے دماغ

اور ہمارے دل کو روشن کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ وہ نور ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ہم اسے جائز لگائیں

اے ہاں یگے، تب ہی اس کی خدمت کر سکیں گے اور اسے پیار کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ فطرت

کے ذریعہ ہمیں کچھ بتاتا ہے۔ فطرت ہمیں بغیر آواز کے خدا کے بارے میں بتاتی ہے۔

یوسف : (خوش ہو کر) شاباشش عبدو شاباشش۔ تم نے اپنا سبق خوب یاد کیا ہے۔ خدا نور ہے اور

وہ ہمیں روشن کرنا چاہتا ہے وہ یہ تین طریقوں سے کرتا ہے۔ پہلی یہ تین طریقے یوحنا پتے

باب کی پہلی آیت میں ملتے ہیں۔ عبدو وہ کون کون سے ہیں؟

عبدو : وہ اپنے آپ کو کائنات کے اپنے خاص نبیوں کے اور میرے کے وسیلہ سے ہم پر ظاہر کرتا ہے۔

یوسف : عبدو تم بہت ہوشیار ہو۔ مگر میرا خیال ہے اسے یاد رکھنے کے لئے تم نے آج بائبل

کو ضرور پڑھا ہوگا۔

عبدو : جی ہاں آپ کا اندازہ درست ہے۔ آج میں نے یوحنا ۱: ۱ کو پڑھا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اب

میں سمجھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

یوسف : یہ تو بہت اچھا ہوا۔ بسیط میاں، آج رات ہم خدا کے نبیوں پر غور کریں گے۔

بسیط : بہت اچھا جناب۔

یوسف : میں چاہتا ہوں کہ کئی میری زمین پر کاشتکاری کرے۔ اسے اس کام کو کرنے سے پہلے یہ

سمجھنا چاہیے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ درست ہے کہ نہیں؟

بسیط : بے شک۔

یوسف : بسیط میاں کیا تم اس چوڑے کو دیکھ رہے ہو؟

بسیط : جی ہاں دیکھ رہا ہوں۔ یہ بہت عمدہ چوڑہ ہے۔

یوسف : اچھا، تو میں اس چوڑے کو کمال کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ وہ خود ہی سمجھ جائے گا کہ میں کیا

چاہتا ہوں۔  
بسیط: اگرچہ ہوتے ہوئے نہیں نہیں، یہ کیسے ممکن ہے! آپ کا جو غرض اُسے آپ کی خواہش کیسے سمجھا سکتا ہے؟  
یوسف: لیکن بسیط اسے تو میں نے خود بنایا ہے۔  
بسیط: جناب یہ تو میں جانتا ہوں۔

یوسف: اگر میں اسے کمال کے پاس بھیج دوں تو وہ میرے متعلق بہت سی باتیں جان جائے گا۔ جب وہ اسے دیکھے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا دھماکا بہت نفیس ہے۔ وہ اسے دیکھ کر کہے گا کہ اس کا بنانے والا بہت اچھا کاریگر ہے۔ عہدہ تم بتاؤ، وہ اور کیا کہے گا؟  
عہدہ: وہ یہ دیکھے گا کہ اس کے تانے برابر ہیں اور سلائی صاف ہے اس سے وہ جان جائے گا کہ اس کے سینے والے نے بڑی احتیاط سے کام کیا ہے۔ وہ یہ بھی دیکھے گا کہ جو غرض صاف ستھرا ہے اور کہیں سے پھٹا ہوا نہیں ہے۔ وہ یہ دیکھ کر کہے گا کہ "اس کا سینے والا اپنا کام بہت احتیاط سے کرتا ہے۔"

یوسف: بسیط میاں، دیکھا تم نے؟ کمال اس چیز کے ذریعے سے میرے متعلق بہت سی باتیں جان جائے گا۔

بسیط: تو بھی اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی خدمت کرے تو یہ ہرگز کافی نہیں ہے۔ یہ تو مجھ جیسا بدھو بھی سمجھتا ہے۔

یوسف: شک ہے، بسیط تم نے بالکل درست کہا۔ یہی حال خدا کا ہے۔ جب ہم خدا کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور کرتے ہیں تو وہ ہمیں خدا کے متعلق بہت کچھ بتاتی ہیں۔ لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ اگر میں چاہوں کہ کمال میری خدمت کرے تو مجھے اپنے متعلق اسے اور بھی بہت سی باتیں بتانی پڑیں گی۔ اسی طرح اگر خدا چاہتا ہے کہ ہم اسے پیار کریں اور اس کی خدمت کریں تو اسے اپنے متعلق ہمیں اور بہت کچھ بتانا پڑے گا۔ جو کچھ وہ ہمیں کائنات کے وسیلے سے سکھاتا ہے وہ کافی نہیں ہے۔ اچھا تو عہدہ تم بتاؤ وہ اور کیا کرتا ہے؟

عہدہ: وہ بیٹوں کو بھیجتا ہے۔

یوسف: بیٹوں سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

عہدہ: "بیٹوں سے؟" جسطرح پوتا پوتا ہے خدا کے خاص بیٹے ہیں۔

یوسف: اچھا تو اب ہم ان میں سے چند ایک باتوں پر غور کریں گے جو بیٹوں نے خدا کے بارے میں بتائیں۔ مگر انہوں نے بہت کچھ بتایا مگر ہم یہاں صرف چند ایک کا ذکر کریں گے۔ سب سے

پہلی بات جو انہوں نے ہمیں بتائی وہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے۔ عہدہ، بائبل کس طرح شروع ہوتی ہے؟

عہدہ: "مذائے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔" یوسف: یہ آیت یہ تو نہیں کہتی کہ خدا کو کسی نے پیدا کیا ہے بلکہ یہ بیان کرتی ہے کہ خدا نے پیدا کیا۔ تمام نبی میں یہ بتاتے ہیں کہ خدا واحد ہے۔ استغنا کی کتاب میں ہم پڑھتے ہیں "خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے۔" عہدہ کل شام میں نے تمہارے گھروں کی طرف سے بیڑ بکنے کی آواز سنی تھی۔ میرا خیال ہے کوئی شادی وغیرہ ہوگی۔

عہدہ: جی ہاں۔ بڑی اچھی شادی ہوئی۔ لڑکی ہمارے بھائی کی تھی۔

یوسف: کیا لڑکی کو بہت سا جینر ملا؟

عہدہ: جی ہاں، سامان تو بہت تھا۔

یوسف: وہ اس سامان کو دہا کے گھر کس طرح لے گئے؟

عہدہ: بیل گاڑیوں پر۔

یوسف: کیا وہ تمام چیزیں بیل گاڑیوں پر بڑے طبقے سے رکھی ہوئی تھیں؟

عہدہ: (مسکراتے ہوئے) نہیں جناب۔ بہت سے آدمی فکر سامان لا رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک ہی مجھنا تھا کہ وہ سامان لاؤنا سب سے اچھی طرح جانتا ہے۔ بہت شور و ادا فرما رہی تھی۔

عہدہ: جیسا سامان میں بڑے بے ڈھنگے طریقے سے لانا گیا تھا۔

یوسف: بہت اچھا۔ کل ہم نے خدا کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور کیا تھا اور ہم نے دیکھا تھا کہ ان میں بڑی اچھی ترتیب ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا ایک ہے مگر بہت سے خدا ہوتے تو ان کی بنائی ہوئی چیزوں میں ایسی اچھی ترتیب نہ ہوتی کائنات میں اقلدی ہوتی۔

جیسے کہ چیز لاؤنے کے مسئلے میں تھا۔ بسیط میاں، وہ دو بادشاہوں کے متعلق کیا کہاوت ہے؟

بسیط: دو فیروز ایک گروٹی میں ملا سکتے ہیں مگر دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے۔

یوسف: بسیط میاں، تم نے ظہک جواب دیا ہے۔ یہی حال ہماری کائنات کا ہے یہاں صرف ایک ہی بادشاہ حکومت کرتا ہے۔ مگر معیشت یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی شکستہ ہی نہیں ہیں۔

مہرانی سے بچایا ۱۰۱-۱۱۰ نکالو اور پڑھو۔

عہدہ: (چست ہے) "مجھ سے پہلے کوئی مذائے پوتا اور میرے بعد ہی کوئی نہ ہوگا۔ میں ہی پورا واہ ہوں اور میرے سوا کوئی بچائے والا نہیں۔"



یوسف: تمام نبی یہی پیغام دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ لیکن میسرے دوستوں کو کچھ اور بھی بتاتے ہیں۔

عبدالہ: مبراہی سے بتائیں کہ وہ مزید کیا کہتے ہیں۔

یوسف: وہ یہ سکھاتے ہیں کہ خدا محض قدرت نہیں ہے وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ خدا ایک شخصیت ہے۔ اور وہ ہمارے ساتھ بطور ایک شخصیت کے سلوک کرتا ہے۔ عبدالہ: تمہارا ایک چھوٹا لڑکا ہے؟

عبدالہ: جی ہاں ہے۔

یوسف: خدا اس کو سلامتی بخشے۔ وہ کتنا بڑا ہے؟

عبدالہ: قریباً ایک سال کا ہے۔ اس کا نام حکیم ہے۔

یوسف: تب تو اسے کسی دیکھ بھال کرنے والے کی ضرورت ہے جو اس کی ضروریات پوری کرے اور اس کی حفاظت کرے کیوں ٹھیک ہے نا؟

عبدالہ: بے شک۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ میسرہ ٹیوب دیں تمہارے گھر سے کتنی دُور ہے؟

عبدالہ: بالکل نزدیک ہے۔ میں دس منٹ میں وہاں پہنچ سکتا ہوں۔

یوسف: اس ٹیوب دیں کی موٹر بہت طاقتور ہے۔

عبدالہ: بے شک، وہ بہت طاقتور موٹر ہے۔

یوسف: ٹھیک ہے عبدالہ، حکیم کو کسی دیکھ بھال کرنے والے کی ضرورت ہے تم ہر رات اسے ٹیوب دیں میں چھوڑ آیا کرو۔ میں ٹیوب دیں چلا دیا کروں گا۔ چونکہ وہ بہت طاقتور موٹر ہے

چلتا ہے اس لئے وہ اس کی دیکھ بھال کر سکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

عبدالہ: نہیں، انہیں یہ تو ناممکن بات ہے۔ حکیم کو دیکھ بھال کے لئے کسی طاقتور موٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ اُسے تو کسی شخصیت کی ضرورت ہے جو اس کی دیکھ بھال کرے۔ اگر وہ روٹے تو کیا ٹیوب دیں اسے تسلی دے سکتا ہے؟ یا اگر گر پڑے تو کیا وہ اسے اٹھا سکتا ہے؟ ٹیوب دیں تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ کی اس بات کو تو میں بالکل ہی نہیں سمجھتا۔

یوسف: میرے دوستو! میں ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ عبدالہ: بنی نوع انسان تمہارے بیٹے حکیم کی طرح ہیں۔ ہم انسان ہونے کی حیثیت سے کمزور ہیں، اس لئے ہمیں کسی نگہبانی کرنے والے کی ضرورت ہے۔ طاقت بذاتِ خود کافی نہیں ہے۔ ایک عام قوت اس جہان

”کچھ نہیں کر سکتی۔ خدا ایک خاص شخصیت ہے۔ خدا کے نبیوں نے اسے سمجھ لیا تھا۔ اہلِ مقدس دہاتی ہے“ جیسے باپ اپنے بیٹوں پر ترس کھاتا ہے، ویسے ہی خدا خداؤں پر جو اس سے فائق ہیں ترس کھاتا ہے؟ خدا ایک خاص شخصیت ہے۔ صرف طاقت کافی نہیں ہے۔

عبدالہ: یوسف صاحب! بے شک یہ سچ ہے۔ یہ ایک نہایت ہی عظیم خیال ہے۔

یوسف: اہلِ ہم نے اس بات پر غور کیا تھا کہ خدا نے زندگی کو پیدا کرتا ہے۔ وہ زندگی کو سربِ جبر ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ خدا خود زندہ ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

لبیطہ: یہ حقیقت ہے۔

یوسف: اسی طرح خدا شخصیت کو بھی پیدا کرتا ہے، تو پھر وہ بھی شخصیت بنوا۔ عبدالہ: میاں کیا یہ درست نہیں ہے؟

عبدالہ: (سوچتے ہوئے) یہ ہے تو درست، مگر اس سے پہلے میں نے اس پر غور نہیں کیا۔

یوسف: عبدالہ جو سین کی کتاب کا گیا رحوال باب اور تیسری چوتھی آیات پڑھو۔

عبدالہ: پڑھتا ہے۔ ”میں نے بنی اسرائیل کو جیل سکھایا۔ میں نے ان کو گود میں اٹھا لیا لیکن انہوں نے نہ

جانا کہ میں ہی بنی ان کو صحت بخشی۔ میں نے ان کو انسانی رشتوں اور محبت کی ڈوریوں سے کھنپا۔

میں ان کے حق میں ان کی گردن پر سے بوجھ اتارنے والوں کی مانند ہوا۔ اور میں نے ان کے اگے

کھانا رکھا۔“

یوسف: پس نبی یہیں یہ سکھاتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور زندہ شخصیت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی نبیوں نے ایک بات بھی دیکھی۔

عبدالہ: وہ کیا؟

یوسف: انہیں معلوم ہوا کہ خدا تاریخ کا بھی مالک ہے۔

لبیطہ: یہ تو ایک عام حکایت ہے ہر کوئی جانتا ہے۔

یوسف: ہاں، کیونکہ نبیوں نے ہمیں یہ سکھایا ہے، اور نہ ہمیں ہرگز معلوم نہ ہوا۔ لبیطہ میاں ذرا غصیاہ

۹ باب نکالو اور اس کی چھٹی آیت سے پڑھنا شروع کرو۔

لبیطہ: (پڑھتا ہے) ”تو ہی اکیلا خداوند ہے تو نے آسمان اور آسمانوں کے آسمان کو اور ان کے سارے

لشکر کو اور زمین کو اور جو کچھ اس پر ہے اور سمندروں کو اور جو کچھ اُن میں ہے بنایا۔“

یوسف: بہت اچھا۔ خدا تمام موجودات کا مالک ہے۔ اب ساتویں آیت پڑھو۔

لبیطہ: (پڑھتا ہے) ”وہ خداوند خدا ہے جس نے ابراہم کو چن لیا اور اُسے کدوں کے اور سے

نکال لایا اور اس کا نام ابراہام رکھا۔“

یوسف: بہت خوب۔ خدا نے ابراہیم کی راہنمائی کی۔ اچھا اب لوں آیت پڑھو۔  
بسیط: (پڑھتا ہے) اور تو نے مصر میں ہمارے باب دادا کی مصیبت پر نظر کی اور بحر قلزم کے کنارے ان کی فریاد سنی اور فرعون اور اس کے سب نوکروں اور اس کے ملک کی سب رعیت پر نشان اور عذاب کر دکھائے....

یوسف: خدا اپنے لوگوں کو مصر سے نکال لایا۔ اب آیت پڑھو۔  
بسیط: (پڑھتا ہے) تو نے ان کی بھوک مٹانے کو آسمان پر سے روٹی دی اور ان کی پیاس بجھانے کو چٹان میں سے ان کے لئے پانی نکالا....  
یوسف: بہت خوب۔ جب وہ بیابان میں تھے تو خدا نے ان کی راہنمائی کی۔ بسیط میان دریا ہوئی آیت بھی پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) تو نے ان کو ملکیت اور امن بخشیں جن کو تو نے ان کے حصوں کے مطابق ان کو بانٹ دیا۔

یوسف: بہت خوب، خدا نے ان کو زمین بھی دی۔ اب جیسویں آیت بھی پڑھو۔  
بسیط: (پڑھتا ہے) تو بھی وہ نافرمان ہو کر تجھ سے باغی ہوئے اور انہوں نے تیری شریعت کو پیٹھ پیچھے بھینکا اور تیرے بیٹوں کو جو ان کے خلاف گواہی دیتے تھے تاکہ ان کو تیری طرف پھیر لائیں، قتل کیا اور انہوں نے غصہ دلانے کے بڑے بڑے کام کئے اس لئے تو نے اُن کو ان کے دشمنوں کے ہاتھ میں کر دیا۔ انہوں نے ان کو ستایا....

یوسف: خدا نے اُن کو اُن کے گناہ کی سزا بھی دی۔ عبدو میاں، درآتا تو بھی ہم اس سے کیا سبق لیتے ہیں؟

عبدو: یہ تو صاف ظاہر ہے کہ خدا تاریخ کا مالک ہے۔

یوسف: وہ اُس وقت تو تاریخ کا مالک تھا مگر کیا وہ اب بھی تاریخ کا مالک ہے؟

عبدو: کیوں نہیں؟

یوسف: تو پھر ہم ڈرتے کیوں ہیں؟

بسیط: ہم کیوں ڈرتے ہیں؟ یہ مجھے تو معلوم نہیں۔

یوسف: بیٹوں نے دیکھا کہ خدا تاریخ کا مالک ہے انہوں نے ہمیں سکھایا کہ تاریخ خدا کی مرضی کے تابع ہے۔ ہم ایمان کے متعلق پڑھتے ہیں۔ ہم نے نامزد بن ہم کے متعلق سب سے ہم جگن کی افواہیں بھی سنی ہیں ہم دنیا کی خفت جہوں میں گولا بڑی خبریں بھی سنے ہیں۔ ہم ڈرتے ہیں گزبور نوں کہتا ہے "بے شک انسان کا غضب تیری ستائش کا باعث ہوگا"

عبدو: یہ سچ ہے۔ اگر خدا واقعی تاریخ کا مالک ہے تو ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔  
یوسف: خدا تو ہے۔ وہ اپنے بیٹوں کی معرفت ہمیں آگاہ کرتا ہے وہ ہمیں بڑے بڑے سبق سکھاتے ہیں۔ اؤ ہم بیٹوں کے ایک اور سبق پر غور کریں۔ یہ بہت ہی اہم سبق ہے۔ بیٹوں نے سکھایا کہ خدا پاک ہے۔

عبدو: لیکن اس میں کوئی عجیب بات ہے؟ سب ہی جانتے ہیں کہ خدا پاک ہے۔

یوسف: مگر عبدو، سوال یہ ہے کہ پاکیزگی ہے کیا؟ پلانے مہنامہ میں کاہنوں نے اس کا مطلب کچھ اور سمجھا جسکے بیٹوں نے کچھ اور بتایا۔

بسیط: کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کاہنوں اور بیٹوں میں اس بات پر اختلاف تھا؟  
یوسف: درحقیقت یہ ایسا ہی تھا۔ سلاطین کے عہد میں کاہنوں نے کچھ کہا اور بیٹوں نے کچھ۔

عبدو: کاہنوں نے پاکیزگی کے بارے میں کیا کہا؟  
یوسف: کاہنوں نے پاکیزگی کا مطلب "پاک چیزیں" بیان کیا انہوں نے کہا کہ جو چیزیں عبادت کے لئے مخصوص ہیں وہ پاک ہیں اور جس جگہ عبادت کی جائے وہ مقدس ہے۔  
بسیط: یہ تو انہوں نے بالکل درست کہا۔

یوسف: بسیط میاں، ذرا صبر سے کام لو۔ کاہنوں نے کہا کہ "خدا پاک ہے" پاکیزگی کا مطلب ہے۔ "کسی خاص مقصد کے لئے مخصوص" انہوں نے کہا کہ چند چیزیں اور جگہیں مخصوص کی ہوئی ہیں مثلاً لباس، خور، قربانیاں اور شمع دان وغیرہ۔ یہ پاک ہیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ جگہ جہاں عبادت کی جائے پاک ہے۔

عبدو: بے شک، یہ درست ہے۔ پاکیزگی کا یہی مطلب ہے یعنی پاک جگہوں اور چیزوں کی عزت کرنا۔

یوسف: لیکن میرے دوستو! بیٹوں نے کہا کہ گو یہ درست ہے مگر پاکیزگی اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

عبدو: میرے خیال میں کاہنوں کا نظریہ درست ہے۔ نبی اُن سے کیے اختلاف کر سکے۔ تھے؟  
یوسف: عبدو میاں، ایسیا ۱۶:۵ نکالو اور پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "لیکن رب الافواج عدالت میں سر بلند ہوگا اور خدا ہی قدوس کی تقدس صداقت سے کی جائے گی۔"

یوسف: عبدو میاں، تم نے دیکھا؟ ایسیا ۹ نبی بیان کرتا ہے کہ خدا اپنے آپ کو صداقت میں پاک بظہر کرتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟



عبدالہ: کچھ پریشان ہوتے ہوئے، میں نہیں سمجھا کہ صداقت کا پاکیزگی سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟  
یوسف: میرے دوست! یہ ایک بہت گہرا مضمون ہے۔ کچھ عرصہ بعد ہم خدا کی پاکیزگی پر گفتگو کریں گے  
اس موضوع پر آج ہم صرف چند ابتدائی باتیں ہی کر سکتے ہیں اب میں بتاؤں گا کہ یہاں پاکیزگی  
سے نبیوں کا کیا مطلب ہے۔ بیٹا، دھیان سے سن رہے ہونا؟ غیبیوں نے کہا "خدا پاک  
ہے" عبدالہ کیا یہ درست ہے؟

عبدالہ: جی ہاں! یہ درست ہے۔

یوسف: پھر نبیوں نے یہ کہا کہ "پاکیزگی کا مطلب پاک صاف ہونا ہے۔"

عبدالہ: (سوچتے ہوئے) پاکیزگی کا مطلب پاک صاف ہونا ہے۔ مقدس چیزیں پاک صاف ہیں۔  
ہاں یہ درست ہے۔

یوسف: پھر نبیوں نے کہا "پاکیزگی کا مطلب پاک صاف ہونا ہے اور پاک صاف ہونے کا مطلب راست بازی  
ہے۔"

عبدالہ: یہ ایک بہت مشکل خیال ہے۔ مگر میں اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

یوسف: بے شک یہ مشکل تو ہے مگر بہت سہل ہے۔ ہم نہیں اس پر مزور و غور کرنا چاہیے کہ پاکیزگی کا  
مطلب پاک صاف ہونا اور پاک صاف ہونے کا مطلب راست بازی ہے۔

عبدالہ: مگر میں اسے سمجھ نہیں سکتا۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ جو کچھ خدا نے دیا ہے وہ پاک ہے؟ خدا  
نے ہمیں بائبل دی اسی لئے ہم اسے کتاب مقدس یا پاک کلام کہتے ہیں۔ کیا یہ غلط ہے؟  
یوسف: نہیں، یہ غلط تو نہیں، لیکن یہ کافی بھی نہیں ہے۔ ہمیں کھجور کا درخت کس نے دیا ہے؟  
عبدالہ: کھجور کا درخت؟ خدا نے دیا ہے۔

یوسف: ٹھیک۔ اگر کھجور کا درخت خدا نے دیا ہے تو پھر کھجور کا درخت بھی پاک ٹھہرا۔ ہمیں یہ زمین  
جو ہم کاشت کرتے ہیں کس نے دی؟

عبدالہ: خدا نے دی ہے۔

یوسف: تو پھر زمین پاک ہے۔ خدا نے جو کچھ بھی پیدا کیا، پاک ہے۔ عبدالہ جب تم کھیت میں جاتے  
ہو تو کیا اپنے جوتے اتارتے ہو؟

عبدالہ: بے شک، کیونکہ اس طرح وہ میلے نہیں ہوتے۔

یوسف: مگر عبدالہ اب جب تم کھیت میں جاؤ تو اپنے جوتے اس لئے اتارنا کیونکہ زمین پاک ہے۔  
کیونکہ جو کچھ خدا نے بنایا، پاک ہے۔

عبدالہ (حیران ہوتے ہوئے) میرے خدایا، میں نے تو یہ کبھی سنا بھی نہیں تھا میں نہیں جانتا کہ کیا کہوں۔

یوسف: میرے دوستو! یسعیاہ نبی کے الفاظ پر غور کرو "خدا ہی تقدس کی تقدس صداقت سے  
کی جائے گی۔" ہمیں ان باتوں پر مزور و غور کرنا چاہیے۔

## بحث و تمحیص کے لئے

### سوالات

- ۱۔ خدا کائنات میں اپنا اظہار کرتا ہے۔ یہ کیوں کافی نہیں ہے؟
  - ۲۔ پیدا شدہ: خدا کے متعلق کیا سکھاتی ہے؟ یہ کس طرح بیان کرتی ہے کہ خدا  
واحد ہے۔
  - ۳۔ یوسف دلی کے جیسے کو بیل گاؤں میں لادنے کی مثال دے کر کس نکتہ کو سمجھانے  
کی کوشش کرتا ہے؟
  - ۴۔ کیا خدا شخصیت ہے یا محض ایک قوت؟
  - ۵۔ کیا خدائے ان کے ساتھ ایک شخصیت کے طور پر پیش آتا ہے یا محض ایک قوت کے طور پر؟
  - ۶۔ خدا شخصیت کو پیدا کرتا ہے۔ اس سے ہم خدا کے متعلق کیا جانتے ہیں؟
  - ۷۔ یوسف عبدالہ کو کیوں کہتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے عیسیٰ کو یوں ویں میں چھوڑے؟
  - ۸۔ نبی، خدا اور تاریخ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے تھے؟
  - ۹۔ کیا تاریخ اتفاقی امر ہے یا خدا تاریخ کا حاکم ہے؟
  - ۱۰۔ پیرا نے عہد نامہ میں کائناتوں کا پاکیزگی سے کیا مطلب تھا؟
  - ۱۱۔ پیرا نے عہد نامہ میں نبیوں کا پاکیزگی سے کیا مطلب تھا؟
  - ۱۲۔ یوسف کہتا ہے کہ کھجور کا درخت پاک ہے۔ وضاحت کریں؟
  - ۱۳۔ پاکیزگی کا راست بازی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟
- خلاصہ سبق: خدا ایک ہے اور وہ زندہ خدا ہے۔
- خدا پاک ہے اور تاریخ کا مالک ہے یہ ہمیں نبیوں سے معلوم ہوا۔
- مقولہ: شخصیت کو پیدا کرنے والا خود ہی شخصیت ہوگا۔



سبق نمبر

## خدا نور ہے

وہ ہم پر اپنا اظہارِ مسیح کے وسیلہ سے کرتا ہے

تلاوت کے لئے: یوحنا ۳: ۱۶؛ یوحنا ۱۱: ۱۳-۲۱؛ ۲۶؛ یوحنا ۵: ۵۲-۶۰؛  
۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۵۴-۵۶۔

تفصیل سبق: خدا نور ہے اور وہ ہمیں متور کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں اپنے بارے میں سکھانا چاہتا ہے۔ ہم نے یہ سیکھا کہ خدا کس طرح کائنات کے دوسرے ہمیں اپنے متعلق سکھاتا ہے۔ ہم نے یہ بھی سیکھا کہ وہ ہمیں اپنے متعلق بیوقوف کی معرفت سکھاتا ہے۔ اس سبق میں ہم یہ سیکھیں گے کہ خدا کس طرح ہمیں اپنے متعلق خود سکھاتا ہے۔ وہ یہ کام مسیح میں ہو کر کرتا ہے جو کہ کلمۃ اللہ ہے۔ خدا شخصیت ہے ہم کسی شخصیت کے متعلق محض سن کر اسے اچھی طرح نہیں جان سکتے۔ ہمیں بذاتِ خود اس سے تعلقات پیدا کرنے ہوں گے۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم اُسے جانیں کہ وہ کیسا ہے، لہذا وہ مسیح میں ہو کر ہمارے پاس آیا۔ یہ ایک گہرا سبق ہے۔ ہم اس کا معقوڑا سا حصہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ جب ہم مسیح کی تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تمام جہان سے محبت رکھتا ہے۔ ہمیں مسیح کی تعلیم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نہ صرف نیکی کاروں کو ہی پیارا کرتا ہے بلکہ گنہگاروں کو بھی۔ خدا گنہگار سے ناراض نہیں ہے بلکہ اس کے سبب سے غمزدہ ہے۔ ہم مسیح کی صلیب سے بھی خدا کے بارے میں سیکھتے ہیں۔ یہاں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہمیں اُس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ ہم اُس کے پیار کو قبول نہ کریں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے کس طرح برائی کا سد باب خود برائی سہر کر لیا۔ ہم مسیح کے جی اٹھنے سے بھی خدا کے بارے میں سیکھتے ہیں۔ یہاں ہم پیار اور قدرت کو یکجا دیکھتے ہیں۔ یہاں صلیب کی محبت اور جی اٹھنے کی قدرت باہم پرست نظر آتی ہیں۔ ہم یہاں قربانی دینے والی محبت کی فتح دیکھتے ہیں۔

خاکہ: خدا نور ہے۔ وہ ہم پر اپنا اظہارِ مسیح کے وسیلہ سے کرتا ہے

- ۱۔ ہم مسیح کی تعلیم سے خدا کے بارے میں سیکھتے ہیں۔  
(ا) خدا تمام جہان سے محبت رکھتا ہے۔  
(ب) خدا گنہگار سے ناراض نہیں ہے بلکہ اس کے سبب سے غمزدہ ہے۔
- ۲۔ ہم مسیح کی صلیب سے خدا کے بارے میں سیکھتے ہیں۔  
(ا) خدا چاہتا ہے کہ ہم اس کی محبت پر فریفتہ ہو کر ہی اس کی طرف کھینچے بنے آئیں۔  
(ب) خدا نے خود ہی کو سرگردی کو برباد کیا ہے۔
- ۳۔ ہم مسیح کے جی اٹھنے سے خدا کے بارے میں سیکھتے ہیں۔  
(ا) محبت اور قدرت مل جاتی ہیں  
(ب) قربانی دینے والی محبت کی فتح۔

## منظر نمبر

ڈرامہ کے افراد: عبدو

بیٹ

یوسف صاحب

نہر دار

(عبدو، بیٹ اور یوسف، یوسف کی میٹھک میں بیٹھ باتیں کر رہے ہیں)  
یوسف: کیا تم آج کمال کو ملنے گئے تھے؟  
عبدو: جی ہاں! میں اور بیٹ اسے آج دانا پور ملنے گئے تھے۔  
یوسف: کیا تم نے اُسے بتایا کہ میں کیا چاہتا ہوں؟  
عبدو: ہاں! میں نے اسے بتایا تھا کہ آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی دنیا کے کنارے والی زمین کاشت کرے۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ آپ اس میں کھیرے پڑنا چاہتے ہیں۔  
یوسف: اس نے کیا کہا؟  
عبدو: اس نے کہا کہ میں نے یوسف صاحب کے بارے میں سنا تو غور رہے مگر میں انہیں ذاتی طور پر نہیں جانتا۔  
یوسف: کیا تم نے اُسے نہیں بتایا کہ میں کون ہوں؟  
بیٹ: جی ہاں! ہم نے اسے سب کچھ بتایا۔  
یوسف: تو پھر اس نے کیا جواب دیا؟

عبدالہ: اُس نے کہا کہ "میں ان سے مل کر خود بات کروں گا۔"  
یوسف: یہ اس نے کیوں کہا؟

عبدالہ: مجھے یہ تو معلوم نہیں، مگر اس نے یہ ضروری سمجھا کہ وہ آپ کی بات سمجھنے کے لئے آپ سے شخصی ملاقات کرے۔

یوسف: اچھا تو میں کل اُس سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔

(منبردار داخل ہوتا ہے اور سب کھڑے ہو کر اُسے خوش آمدید کہتے ہیں)

یوسف: آئیے چودھری صاحب تشریف رکھیے۔ آپ کافی دن غیر حاضر رہے۔ ہم چاہتے تھے کہ آپ ہر روز ہمارا ساتھ دیتے۔

منبردار: میں آپ حسب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ گذشتہ دو دنوں میں میں سخت مصروف رہا ہوں۔ شہر گیا ہوا تھا اس لئے نہ آسکا۔ عبدالہ میاں!

عبدالہ: فرمائیے چودھری صاحب۔

منبردار: ان دو دنوں میں جو کچھ تم نے بزرگ یوسف سے سیکھا ہے کسی وقت مجھے بھی بتانا۔

عبدالہ: ضرور۔ ان دو دنوں میں ہم نے بڑے کام کی باتیں سیکھی ہیں۔

منبردار: میں جانتا ہوں۔ یوسف صاحب آج شام آپ کس موضوع پر گفتگو کریں گے؟

یوسف: ہمارا مضمون ہے "خدا نواز ہے" ہم تین روز سے اُس پر گفتگو کر رہے ہیں۔ چودھری صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے دانا پورو الے کمال کا آپ سے ذکر کیا تھا؟

منبردار: ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کیا وہ آپ کی زمین پر کاشت کاری کرے گا؟

یوسف: انشاء اللہ لیکن وہ بھر سے ملنا چاہتا ہے تاکہ وہ یہ جان جائے کہ میں اس سے کیا توقع لکھتا ہوں۔ منبردار یہ تو معقول بات ہے۔

یوسف: میں نے عبدالہ کو بھیجا تھا کہ وہ مجھ سے ذاتی طور پر ملنا چاہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے مضمون کے آغاز کے لئے یہ نہایت مناسب رہے گا۔ خدا نواز ہے اور وہ ہم پر اپنا اظہار

میر کے وسیلے سے کرتا ہے عبدالہ ہم نے پچھلے دو روز میں کیا سیکھا ہے؟

عبدالہ: ہم نے یہ سیکھا ہے کہ خدا کس طرح اپنا اظہار کائنات اور اپنے بیٹوں کے وسیلے سے کرتا ہے۔

یوسف: آج بات ہم سیر سے طریقہ پر غور کریں گے جو خدا نے استعمال کیا خدا فرما ہے اور وہ ہمیں میرج میں ہو کر متاثر کرتا ہے۔ عبدالہ بیٹوں نے میں خدا کے بارے میں کیا سیکھا ہے؟

عبدالہ: (سوچتے ہوئے) جی نہیں یہ سیکھاتے ہیں کہ خدا واحد ہے اور پاک ہے۔

یوسف: شاباش عبدالہ۔ اور کیا؟

عبدالہ: وہ یہ بھی سکھاتے ہیں کہ خدا تاریخ کا حاکم ہے اور..... ہاں یاد آیا..... خدا شخصیت ہے۔  
یوسف: بہت خوب عبدالہ بہت خوب۔ عبدالہ اب یہ بتاؤ کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کیسے جان سکتا ہے؟ کیا تم کو کسی دوسرے شخص کے پاس پہنچ کر اسے جانی سکتے ہو؟

عبدالہ: نہیں ایسا ممکن ہے۔ اگر میں کسی شخص کو جانا چاہتا ہوں تو مجھے خود اس شخص کے پاس جا کر اس سے ملاقات کرنی ہوگی۔ کمال کی مثال ہی لیں۔ وہ آپ کو جانا چاہتا ہے۔ میں اس کے پاس گیا۔ مگر یہ کافی نہ تھا۔ اُس نے کہا۔ وہ آپ سے ملنا اور گفتگو کرنا چاہتا ہے، حالانکہ میں نے اُسے اچھی طرح سمجھایا تھا کہ آپ کون ہیں اور اس سے کیا چاہتے ہیں۔

یوسف: مجھے یقین ہے عبدالہ کہ تم نے اُسے پوری طرح بتانے کی کوشش کی ہو گی۔ اس میں تم ایک اہم نکتہ ہے۔ خدا ایک شخصیت ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہم اسے جانیں۔ ہم اسے کسی شخصیت کے روپ میں ہی دیکھ کر جان سکتے ہیں۔ لہذا وہ میرج یسوع میں ہو کر آیا۔

منبردار: آپ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ اگر خدا شخصیت ہے تو ہم اُسے صرف اس وقت ہی اچھی طرح جان سکتے ہیں جب وہ شخص بن کر آئے۔ ہم کسی شخص کو اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ اُس سے ذاتی طور پر واقف نہ ہوں۔ اور یہ مذا پر ہی صادق آتا ہے۔

یوسف: چودھری صاحب، آپ کی موجودگی تو ہمارے لئے بہت مدد کا باعث ہے۔

منبردار: نہیں، نہیں۔ بزرگ یوسف۔ یہ سب آپ کی کرم فرمائی ہے۔

یوسف: خدا ہم سب کے دل روشن کرے، کیونکہ وہ نور ہے۔ اب ہم تین باتوں پر غور کریں گے پہلی ہم میرج کی تعلیم سے خدا کے بارے میں کیا سیکھتے ہیں۔ دوسری، میرج کی صلیب اور تیسری، میرج کا جی اٹھنا۔ اچھا بیٹا میاں!

بیٹا: فرمائیے۔

یوسف: یہ بتاؤ کہ دریاے مادی میں کتنا پانی ہے؟

بیٹا: بے حساب۔

یوسف: اچھا تو اگر تم اُس کا سارا پانی چلو سے آکچو، تو تمہیں کتنا عرصہ لگے گا؟

بیٹا: میرے خدا! اگر تمام ملک کے لوگ اسکا پانی چلوں سے اٹھیں گے، تو بھی در ختم نہیں ہو سکتا۔

یوسف: بیٹا تم نے ٹھیک جواب دیا۔ میرے دوستو، ہمارا آج کا مضمون کچھ یوں ہے۔ خدا نواز ہے اور

وہ ہمیں میرج میں ہو کر متاثر کرتا ہے۔ خدا میرج میں پڑے ایک بہت بڑا مجید ہے۔ ہم اس موضوع پر گفتگو کریں، لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم سمجھیں گے، اس کی حیثیت نہ ہونے





ہے۔ جب خدا کے پیار کو ٹھکرا دیا جاتا ہے تو اسے سخت دکھ ہوتا ہے۔

نہرو دار: میرا خیال ہے اس دکھ سے کہ کوئی دکھ نہیں ہوتا۔

یوسف: میرے دوست! یہی کچھ میں نے بھی سمجھا ہے۔ ہر شخص مغرور ہے ہر انسان خود غرض ہے۔

ہر ایک حرف اپنے مفاد ہی کو سامنے رکھتا ہے۔ اسے بڑی کا مطلق خیال نہیں ہوتا یہ باتیں خدا کو غصہ تو نہیں دلاتیں، مگر اسے دکھ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔

جب ہم کسی کی صلیب کو دیکھتے ہیں تو ہم خدا کے بارے میں سمجھتے ہیں جب ہم کسی کی تقسیم پر غور کرتے ہیں تو خدا کے بارے میں سمجھتے ہیں جب ہم کسی کے کاموں کو دیکھتے ہیں تو خدا کے بارے میں سمجھتے ہیں۔ لیکن آؤ ہم ہر دو باتوں پر غور کریں۔ مسیح خدا کے بارے میں صلیب کے وسیلے سے ان دو باتوں کو سمجھتا ہے۔

پہلی یہ ہے کہ خدا جانتا ہے کہ ہم صرف اس کی محبت سے فریضہ ہو کر ہی اس کے پاس آئیں ہمیں یہ بات مسیح کی صلیب میں نظر آتی ہے۔ مسیح ہمیں کسی اور طریقے سے جتنا نہیں چاہتے عبد

عبداللہ تاؤ تو سنیں۔ تین آزمائشیں کون سی تھیں؟

عبداللہ: پتھروں سے دو ٹہیاں بنانا۔ میٹل کا ٹکڑا اور اس جہاں کی بادشاہی۔

یوسف: بہت خوب۔ ہم سے کہا کہ تین طریقوں سے انسان کو جتنا جاسکتا ہے اور وہی تین طریقے تھے

جنہیں مسیح نے استعمال کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چودھری صاحب کیا آپ کو یاد ہے کہ وہ تین طریقے کون سے تھے؟

نہرو دار: میرا خیال ہے کہ پتھروں سے دو ٹہیاں بنانے سے، لوگوں کو کچھ دینا مراد ہے۔

یوسف: آپ نے درست فرمایا۔ بیان ماری رکھیں۔

نہرو دار: میٹل کے ٹکڑے سے مراد ہے کہ وہ اپنا اختیار اتنے پتھروں طریقے سے ثابت کرنا کہ لوگ

ذرا اس کا رعب مانیں اور میری آسامی ہے۔ یعنی اپنے بنیادی اختیار کے ذریعے لوگوں سے زبردستی اپنی پیروی کرانا۔

یوسف: بہت خوب، آپ نے بالکل درست بیان کیا ہے۔ اب میرے دوستو! اس آخری عنایت پر غور کرو۔ کیا مسیح کو پتہ تھا کہ یہوداہ انہیں دغا دے گا؟

بسیط: بے شک، اسے معلوم تھا۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ بیڈامیاں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اب دھیان سے سن رہے ہو۔ ابھی تو اب تم سب لوگ

اور زیادہ توجہ سے سنو۔ اس بات بھی مسیح کے سامنے تین آزمائشیں تھیں۔ جب مسیح بالاعمال میں اپنے

شاگردوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو وہ جانتا تھا کہ یہودہ دغا دے گا۔ اب وہ اس کے بارے میں

کیا کر سکتا ہے؟

عبداللہ: مجھے معلوم نہیں وہ کیا کر سکتا۔

یوسف: یہوداہ اس نے نہ نہیں تھا کہ اسے اسکی خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں دیا تھا۔ مسیح اسے کہہ سکتا۔

”یہوداہ مجھے معلوم ہے تمہیں کچھ نہیں ملا ہے۔ جو نعمت کرتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ملنا چاہیے۔ تم

ناراض ہونے میں حق بجانب ہو۔ مگر ناراض نہ ہو۔ یہ تو ایک لاکھ روپیہ“

بسیط: (کچھ قہقہہ سے) ایک لاکھ روپیہ!!!

نہرو دار: بے شک ایک لاکھ روپیہ۔ مگر مسیح کو ایسے شاگردوں کی ضرورت نہیں تھی۔

یوسف: مسیح اس کے علاوہ بھی کچھ کر سکتا۔ وہ یہ کہہ سکتا ”یہوداہ، مجھے معلوم ہے کہ تم ناراض ہو۔ شاید

تم اس بات کا یقین نہیں کرتے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اگر تمہیں یقین ہوتا تو تم اس قسم کا معاوضہ

نہ نہ دیتے۔ جو تم اس وقت بنا رہے ہو۔ اچھا تو میں یہ ثابت کروں گا کہ تمہیں کون سا نشان چاہیے

تھا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں؟ اس وقت یہوداہ کسی بہت بڑے معجزے

کے لئے کہہ سکتا تھا۔ مثلاً ”میرے دادا کو زندہ کر کے یہاں لے آؤ“ یا کوئی اور معجزہ۔ مگر مسیح

نے ایسا نہ کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

عبداللہ: اگر وہ ایسا کرتا تو کیا بہت سی مشکلات سے بچ نہ جاتا؟

یوسف: ذرا غور سے سنو۔ تمہیں اس بات کو ضرور سمجھنا چاہیے۔ مسیح نہیں چاہتا ہے کہ لوگ اس کے پاس

اپنی مرضی کے برخلاف آئیں۔ جب وہ صلیب پر تھا تو یہودی مذاق کرتے اور سٹھٹھا اڑاتے

تھے کہ مسیح صلیب سے اتر آئے۔ لیکن وہ صلیب سے کیوں نیچے نہیں اترے؟

عبداللہ: وہ اس لئے صلیب سے نہیں اترے کیونکہ وہ دکھ اٹھا کر ہمیں بچانا چاہتا تھا۔

یوسف: لیکن عبداللہ اگر وہ صلیب سے اتر آتا تو وہ یہ ثابت کر سکتا تھا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے اور پھر وہ

صلیب پر دوبارہ چڑھ کر ہماری نجات کے کام کو مکمل کر سکتا تھا۔ اس طرح ان لوگوں کے منہ

بند ہو جاتے۔ مگر اس نے ایسا کیوں نہ کیا؟

عبداللہ: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: (زور دیتے ہوئے) عبداللہ تمہیں اس بات کو سمجھنا چاہیے۔ مسیح چاہتا ہے کہ لوگ اس کے

پاس صرف اس کی محبت کی وجہ سے کھینچے جاتے آئیں۔ اگر وہ صلیب سے اتر آتا تو لوگوں کو

مجبوراً اس کے پیچھے چلنا پڑتا۔ وہ اس کی محبت کی وجہ سے اس کے پیچھے نہ آتے بلکہ، اس

لئے کہ انہیں ثبوت مل گیا تھا اور ان کے منہ بند ہو گئے تھے۔ وہ شاگرد تو کہلاتے۔ مگر حقیقت

وہ جھوٹے شاگرد ہوتے۔

نہرو دار: (اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے) یہ بالکل سچ ہے۔ ہم میں سے اکثر اسی وجہ سے اس کی

پیروی کرتے ہیں۔ ہم صرف اس لئے اس کے پیچھے چلتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا

ہے یہیں موم ہے کراس کے پاس اختیار ہے ہم اس کی محبت کی وجہ سے اس کی پروردی نہیں کرتے ہیں۔

یوسف: چودھری صاحب آپ نے بجا فرمایا ہے۔ آؤ ہم پھر یہوداہ پر غور کریں۔ میں نے اُسے کچھ دلا کر جینے سے انکار کر دیا۔ اُس نے اپنے آپ کو مذکا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے مجھ کو دکھانے سے بھی انکار کیا۔ چودھری صاحب وہ تیسری آزمائش کیا تھی؟

عبدالوہاب: دنیاوی بادشاہت کی آزمائش۔

یوسف: آپ نے درست فرمایا۔ اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ کیا یہ شاکر گروہتیاروں سے مسلح تھے۔

بیٹا: بطرس کے پاس حور تھی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اُس نے سردار کاہن کے نوکر کا کان اُڑا دیا تھا۔

یوسف: ہاں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ طریقہ استعمال کر سکتا۔ وہ بطرس سے کہہ سکتا کہ یہ شخص غدار کی کرے گا۔ اب تم اپنا فرض پورا کرو۔ تو اس وقت بطرس کیا کرتا؟

عبدالوہاب: وہ فوراً یہوداہ کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر دیتا۔

یوسف: اور پھر وہ فرار ہو جاتا اور ایک زبردست سیاسی تحریک شروع کر دیتا اور وہ اس میں بڑا کامیاب رہتا، کیونکہ تمام لوگ اس کے ساتھ تھے۔ لیکن میرے دوستو۔ یہ سیاسی قوت حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ لوگ صرف اس کی محبت کی خاطر اس کے پاس کچھ پھلے آئیں۔ چنانچہ اُس نے یہوداہ کے ساتھ کیا کیا؟

عبدالوہاب: اس نے اسے روٹی پیش کی۔

یوسف: اس کا کیا مطلب ہے۔

عبدالوہاب: غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اسے بڑی عزت دی۔

بیٹا: کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہوداہ اُسے پکڑ دے گا اُسے عزت دی؟

یوسف: ہاں۔ اس کے باوجود بھی اس نے اسے محبت سے جیتا جابا۔ اگر وہ اسے محبت سے نہیں جیت سکتا تو پھر یہی اس کی ضرورت نہیں۔

عبدالوہاب: آپ نے بالکل سچ فرمایا یوسف صاحب۔ ہم نے تو ان باتوں کو کبھی سمجھا ہی نہیں تھا۔ یوسف: لیکن یہی سبب کے ذریعہ سے بھی خدا کے بارے میں سمجھا تا ہے ذرا غور سے سنو۔ خدا بڑی کرم برداشت کر کے بڑی کو ختم کرتا ہے۔

عبدالوہاب: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

یوسف: میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جنوبی افریقہ میں لوگ ایک کھیل کھیلتے ہیں۔ وہ ایک پتھر لے کر آگ میں خوب گرم کرتے ہیں۔ پھر کچھ نوجوان اس آگ کے گرد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک آدمی اس پتھر کو آگ سے نکالتا ہے وہ پتھر اس قدر گرم ہوتا ہے کہ وہ اسے پکڑ نہیں

سکتا اس لئے وہ اسے دوسرے کی طرف اچھال دیتا ہے۔ اس طرح وہ دائرہ میں کھڑے نوجوان اس پتھر کو ایک دوسرے کی طرف ہلکی ہلکی اچھالے لگتے ہیں اگر وہ اسے پھرتی سے دوسرے کی طرف نہ چھینیں تو جل جائیں گے۔

بیٹا: میں تو یہ کھیل نہیں کھیلا چاہتا۔

یوسف: بدی اُس پتھر کی مانند ہے۔ وہ میں بتاتی ہے اس لئے ہم اُسے فوراً دوسرے کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ عبدوہاب: ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر کوئی آدمی تمہاری بے عزتی کرے تو تم کیا کرتے ہو؟

عبدالوہاب: میں بھی اس کی بے عزتی کرتا ہوں۔

یوسف: اگر وہ کوئی بہت بڑا آدمی ہے تو پھر تم کیا کرتے ہو؟

عبدالوہاب: تو پھر میں بیٹا کی بے عزتی کرنے لگتا ہوں۔

بیٹا: میں جانتا ہوں کہ یہ بالکل سچ ہے۔

یوسف: بیٹا تو پھر تم کیا کرتے ہو؟

بیٹا: تو میں اپنا عصہ اپنے گھر سے پر اتارنے لگتا ہوں۔

یوسف: یہی وہ نکتہ ہے جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جب بڑی ہم پر حملہ آور ہوتی ہے تو ہم فوراً اُسے دوسرے کی طرف اچھال دیتے ہیں۔ لیکن خدا بڑی کو خود برداشت کرتا ہے تاکہ بدی کا خاتمہ کرے۔ جب وہ ایسا کرتا ہے تو اسے کو چوٹ بھی لگتی ہے۔ فرض کیا تم اس گرم پتھر کا

کھیل کھیل رہے ہو۔ کھیلتے ہوئے تم نے فیصلہ کیا کہ تم اب اس پتھر کو دوسرے شخص کی طرف نہیں اچھالو گے تاکہ اس کے ہاتھ نہ جلیں۔ تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

عبدالوہاب: میرے ہاتھ جل جائیں گے۔

یوسف: تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ خدا بھی بڑی کو مٹانے کے لیے یہی طریقہ استعمال کرتا ہے۔ وہ بڑی کو خود برداشت کرتا ہے۔ وہ بہت بڑی طرح سے زخمی ہوتا۔ مگر اُس نے بڑی کو ختم کر دیا۔

ایک دفعہ میں نے سامیوں کے بارے میں پڑھا جو کہ جنگ میں مصروف تھے۔ وہ سب ایک تنگ مورچے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دنوں میں دستی بم استعمال ہوتے تھے۔ وہ دشمن کے بہت نزدیک تھے۔ دشمن کا ایک سپاہی مورچے کے بہت نزدیک آگیا اور اس نے دستی بم

مورچے میں پھینک دیا۔ ایک انٹر نے بم مورچے میں گرے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ چند لمحوں بعد یہ بم پھٹ جائے گا اور تمام سپاہی مر جائیں گے۔ وہ فوراً خود بم پر لیٹ گیا۔ اس طرح

اس نے اپنے دوستوں کی جان بچائی۔ اُس نے اس بم کی تمام بدن خود برداشت کی اور اس



کی بدی کو ختم کر دیا۔

منہودار: یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی جو اس نے دوسروں کے لئے دی۔

یوسف: یہی کچھ خدا نے صلیب پر مسیح میں ہو کر کیا۔ بدی ہم کی مانند ہے۔ مسیح نے اس بدی کو خود اپنے جسم پر سہا اور اس بدی کو ختم کر دیا۔ وہ بدی کو اپنے بدن پر سہر کر بدی کا خاتمہ کرنا ہے۔ لیکن میان کیا تم بھروسے مار مار کر آگ بجھا سکتے ہو؟

بسیط: ہرگز نہیں۔ اس طرح تو آگ دوسری جگہ بھی لگ سکتی ہے۔

یوسف: بدی بھی آگ کی مانند ہے اُسے طاقت سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اسے صرف برداشت کر کے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔ عہدہ یسعیاہ کی کتاب کے ۵۳ باب میں لکھا ہے۔

عہدہ: (پڑھنا ہے) ”تو بھی اُس نے ہماری مشقیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔ پر ہم نے اُسے مذاکارا کوٹا اور ستایا۔ ہمارا سمجھا۔ حالانکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائل گیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اس پر سیاست ہوئی۔ تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔ ہم سب بھیروں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا۔ پر خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اس پر لاری۔“

یوسف: دیکھا میرے دوستو! یسعیاہ نبی بھی ان باتوں کو سمجھتا تھا۔ صلیب پر خدا کے بارے میں ہیں دو نہایت اہم باتیں سکھاتا ہے۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی محبت پہنچ کر اس کے پاس آئیں اور خدا بدی کو سہر کر بدی کا خاتمہ کرتا ہے۔ لیکن مسیح جی اُسٹنے میں بھی خدا کے بارے میں سکھاتا ہے۔

منہودار: جی ہاں، اب تک ہم نے مسیح کی زندگی اور موت پر غور کیا۔ اب ہمیں مسیح کے جی اٹھنے پر بھی غور کرنا چاہیے۔

یوسف: بہت اچھا۔ یہاں بھی ہمیں دو باتیں نظر آتی ہیں۔ اپنے جی اٹھنے میں مسیح یہ ظاہر کرتا ہے کہ محبت اور قدرت مل گئی ہیں۔ قیامت کے بغیر سب کچھ جھوٹ ہوتا۔ قیامت کے بغیر کچھ حاصل نہ ہوتا۔ قیامت کے بغیر خدا کو شکست ہو جاتی۔ اگر ہم صرف مسیح کی صلیب ہی کا خیال کریں اور اس کے جی اٹھنے کے بارے میں نہ سوچیں، تو ہمیں کہنا پڑے گا کہ شکست مسیح کو شکست ہو گئی تھی۔

عہدہ: لیکن مسیح کو شکست نہیں ہوئی۔ وہ فتح مند ہوا۔

یوسف: ہاں، حقیقت وہ گناہ اور موت پر غالب آیا۔ لہذا ہمیں قیامت میں محبت اور قدرت دونوں ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں۔ بہت سے نیک لوگ اپنے ایمان کی خاطر مرے ہیں۔ یہ

کوئی نئی بات نہیں ہے۔

منہودار: لیکن صرف مسیح مردوں میں سے زندہ ہوا۔

یوسف: ہاں، بالکل درست ہے۔ چنانچہ ہم قیامت میں کامل محبت اور کامل قدرت کو یک جا دیکھتے ہیں۔ گناہ اور موت پر جو چیز غالب آئی وہ قدرت ہے۔ قیامت میں ہمیں محبت کی فتح نظر آتی ہے۔ عہدہ جب مسیح مردوں میں سے جی اٹھا تو کیا وہ کامیوں اور غمگینوں کے پاس جنہوں نے اُسے قتل کیا واپس گیا۔

عہدہ: نہیں، وہ صرف اپنے شاگردوں پر، جو اس پر ایمان رکھتے تھے، ظاہر ہوا تھا۔

یوسف: اس نے اپنے آپ کو کامیوں کو کیوں نہیں دکھایا؟

عہدہ: اگر وہ ان پر ظاہر ہوتا تو انہیں منہودار اس پر ایمان لانا پڑتا۔ یوسف: کیا، وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔

عہدہ: اب میری سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ یہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے ہمیں سکھایا ہے کہ مسیح صرف ان لوگوں کو اپنے پاس لے جاتا ہے جو اس کی محبت سے مجبور ہو کر آتے ہیں۔

یوسف: عہدہ، مجھے یہ جان کر خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اب تم سمجھنے لگے ہو۔ قیامت میں محبت کی فتح ہے، محبت میں کھینچ کر اس کے پاس لے جاتی ہے۔ بسیط خدا۔ اگر تمہیں وہ ۵: ۱۹، ۲۵ پڑھو۔ آج ہم ان آیات کو پڑھنے کے بعد اپنی گفتگو ختم کر دیں گے۔

بسیط: اور چلتا تھا ”حبیب“ فانی جسم بقا کا جامہ پہن چکے گا اور یہ مرنے والا جسم حیات اموی کا جامہ پہن چکے گا تو وہ قول پورا ہو گا جو لکھا ہے کہ

”موت فتح کا لقمہ ہوگی۔“

اے موت تیری فتح کہاں رہی؟

اے موت تیرا ٹنگ کہاں رہا؟

موت کا ڈنگ لگا ہوا ہے اور گناہ کا زور شریعت ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیع سے ہم کو فتح بخشا ہے۔

## بحث و تحقیق کے لئے سوالات

- ۱۔ وہ کون سے تین طریقے ہیں جن سے خدا نے اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کیا ہے؟
- ۲۔ خدا میں اپنے بارے میں بتانا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے غم ہمارے پاس بھیجے۔ کیا



یہ کافی نہیں تھا؟

- ۳۔ مسیح نے ہمیں سکھایا کہ خدا ہر انسان سے محبت رکھتا ہے۔ یہ ہم مسیح کی تعلیم میں کہاں پڑھتے ہیں؟
- ۴۔ مسیح نے سکھایا کہ خدا تمام انسانوں کو پیار کرتا ہے۔ کیا نبیوں نے بھی یہی کچھ سکھایا تھا؟
- بیان کریں۔
- ۵۔ یسوع کہتا ہے کہ خدا گنہگاروں سے ناراض نہیں ہے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ بیان کریں
- ۶۔ وہ کون سے دو سبق ہیں جو ہم خدا کے بارے میں مسیح کی صلیب سے سیکھتے ہیں؟
- ۷۔ مسیح ہمیں جتنا چاہتا ہے وہ صرف ایک طریقہ استعمال کرتا ہے۔ وہ کون سا طریقہ ہے؟
- ۸۔ مسیح ہمیں جتنا چاہتا ہے۔ وہ کون سے طریقے ہیں جو وہ رد کرتا ہے؟
- ۹۔ خدا کس طرح بڑی کا خاتمہ کرتا ہے؟
- ۱۰۔ مسیح کی صلیب ہمیں خدا کا پیار دکھاتی ہے۔ مسیح کی قیامت کس حیثیت کو ظاہر کرتی ہے؟
- ۱۱۔ تین طریقے ہیں جو مسیح ہمیں جیتنے کے لئے استعمال نہیں کرتا کیا ہم ان میں سے کسی ایک کی بنا پر اس کی پیروی کرتے ہیں؟ مفصل بحث کریں۔
- ۱۲۔ مسیح کی قیامت ایک عظیم فتح تھی۔ یہ کس قسم کی فتح تھی؟ یہ کس پر فتح تھی؟

خلاصہ سبق :-

خدا نور ہے۔ وہ مسیح میں ہمیں نور کرتا ہے وہ مسیح میں ہمیں روشن کرتا ہے۔ ہم مسیح کی زندگی سے سیکھتے ہیں کہ خدا تمام انسانوں سے محبت رکھتا ہے۔ مسیح کی موت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا بڑی سہر کر بڑی کا خاتمہ کرتا ہے۔ مسیح کے جی اٹھنے سے ہم سیکھتے ہیں کہ خدا محبت کی ایک عظیم فتح حاصل کرتا ہے۔

مقولہ :-

خدا بڑی سہر کر بڑی کو ختم کرتا ہے۔

سبق نمبر ۹

## خدا نور ہے

وہ پرانے عہد میں اپنی امت کے ساتھ وفا دار رہا

تلاوت کے لیے : ۱۔ کرنتھیوں ۱۳: ۱؛ یعقوب ۱: ۱۷؛ زبور ۳۳: ۴؛ ۸۹: ۲۱-۲۳؛

نوحہ ۲۲: ۳-۲۳؛ استغنا ۹: ۶؛ پیدائش ۱۷: ۱-۴؛

۲۔ تیمتھیس ۱۵: ۲

تفصیل سبق : خدا نور ہے۔ نور ہمیشہ کمال رہتا ہے۔ نور ہمیں کبھی دھوکا نہیں دیتا۔ نور بدلنا نہیں۔

خدا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ وہ بھی نور ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا وفا دار ہے۔ ہم اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا وفا دار ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بدلتا نہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے طور طریقوں میں نہیں بدلتا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے وہ اپنے مقصد کو نہیں بدلتا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنے پیار کے متعلق بتائے جو وہ ہم سے رکھتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خدا محبت ہے۔ خدا ہم سے پیار کرتا ہے اور وہ اپنی محبت ہم پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے اس مقصد میں وفا دار ہے۔ ہم پرانے عہد نامہ میں اسے دنا دار یا تے ہیں۔ اس نے ابراہام سے عہد باندھا۔ خدا نے اسے برکت دینے کا وعدہ کیا۔ ابراہام نے خدا کا حکم ماننے کا وعدہ کیا۔ ابراہام نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ وہ خدا کی اطاعت کرتا رہا۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ابراہام کو برکت دی۔ پھر خدا نے اپنے بندے موسیٰ کے ذریعہ اپنی خاص امت سے عہد باندھا۔ خدا نے پھر برکت دینے کا وعدہ کیا اور اپنی امت سے عہد باندھا۔ خدا نے پھر برکت دینے کا وعدہ کیا اور اپنی امت کو حکم ماننے کے لئے کہا۔ انہوں نے وعدہ تو کیا مگر اسے پورا نہ کیا۔ چونکہ انہوں نے اپنے وعدہ کے مطابق خدا کی فرمانبرداری نہ کی۔ اس لئے خدا نے اہل بائبل کو اجازت دی کہ وہ انہیں تباہ کر دیں۔ شریعت کا عہد کافی نہیں تھا، اس لئے ایک نئے عہد کی ضرورت تھی۔ گو پرانا عہد نامہ کام رہا، تو بھی خدا وفا دار رہا۔ وہ اپنے مقصد پر قائم ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جی نور انسان پر اپنے پیار کا اظہار کرے۔ ہم نے دیکھا کہ خدا

پرانے عہد میں وفادار تھا۔ گورگوں نے اس کا حکم بر مانا اور بے ایمان بن گئے تو بھی وہ وفادار رہا۔

خاکہ: وہ پرانے عہد میں اپنی اُمت کے ساتھ وفادار رہا۔

۱۔ خدا وفادار ہے یعنی وہ لاتبدیل ہے۔

(ا) لاتبدیل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے طور طریقوں میں نہیں بدلتا۔

(ب) وہ اپنے آپ کو انسان پر ظاہر کرنے کے مقصد کو نہیں بدلتا۔

۲۔ خدا وفادار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ وہ اپنے عہد پر قائم رہتا ہے۔

(ا) عہد کیا ہے؟

(ب) خدا نے کون کون سے عہد باندھے؟

(ج) اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

### منظر نمبر ۹

ڈرامہ کے افراد: عبد

یوسف صاحب

لیٹ

عبد کا بھائی عطا

(یوسف اور لیٹ یوسف کے گھر کے سامنے بیٹھے ہیں)

یوسف: لیٹ، تمہارا دوست عبد کہاں ہے؟

لیٹ: وہ ابھی آتا ہی ہوگا۔ آج ان کا بھائی عطا جو کہ کسی دفتر میں ملازم ہے اُسے ملنے آیا ہوا ہے۔

یوسف: مجھے امید ہے کہ وہ آئے گا۔

لیٹ: یقیناً وہ آئے گا۔ جو گفتگو یہاں پر ہوتی ہے اس کے متعلق آج میں اور عبد عطا کو بتا رہے تھے۔

یوسف: عطا کا کیا خیال تھا؟

لیٹ: عطا یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ وہ بھی آج یہاں آنا چاہتا ہے۔ یوسف: یہ تو اچھا ہوگا۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے۔

لیٹ: دیکھیں، دونوں آرہے ہیں۔

یوسف: خوش آمدید میرے دوستو! عطا تم کیسے ہو؟ تمہیں تو میں نے بہت مدت بعد دیکھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے۔

عطا: خداوند کی مہربانی سے سب خیریت ہے۔

یوسف: مجھے تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔

عطا: مجھے یہاں پر گفتگو کے بارے میں عبد نے بتایا تھا۔ کیا میں بھی اس گفتگو میں شامل ہو سکتا ہوں؟

یوسف: بڑی خوشی سے شامل ہو سکتے ہو۔ اچھا تو پھر شروع کریں۔ عطا ہمارا مضمون ہے کہ خدا نور ہے۔ ہم نے اس بات پر غور کیا کہ خدا ہمیں اپنے متعلق بتاتا ہے۔ وہ یہ تین طریقوں سے کرتا ہے۔ تمہارا بھائی عبد بہت پرشیوار ہے۔ اچھا عبد میاں، اب تجار، تو سبھی کو وہ کون سے تین طریقے ہیں؟

عبد: وہ ہمیں اپنے متعلق فطرت، نبیوں اور میرج کے ذریعے بتاتا ہے۔

یوسف: شاہناش عبد۔ اب ہم ایک نئے مضمون پر غور کریں گے۔ ہمیں اس کے بارے میں اور زیادہ جاننا چاہیے کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ خدا نور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ وفادار ہے۔ لیٹ ذرا یعقوب، ۱۷۱ تو پڑھو۔

لیٹ: (پڑھتا ہے) ”ہر اچھی بخشش اور ہر کامل انعام اقریر سے ہے۔ اور نوروں کے باپ کی طرف سے ملتا ہے۔ جس میں نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ گردش کے سبب سے اُس پر سایہ پڑتا ہے۔“

یوسف: اب بتاؤ کہ گاس کا رنگ کیا ہوتا ہے؟

لیٹ: گاس کا رنگ ہلکا ہوتا ہے۔

یوسف: کیا گاس کا رنگ ہمیشہ ہلکا ہوتا ہے؟

لیٹ: بے شک یہ ہمیشہ ہلکا ہی ہوتا ہے۔

یوسف: ممکن ہے کہ کبھی روشنی میں دھوکا دے اور اس کا رنگ ہمیں کالا نظر آنے لگے۔

لیٹ: یہ ناممکن ہے۔ روشنی کبھی دھوکا نہیں دیتی۔

یوسف: مٹی کا رنگ کیا ہوتا ہے؟

بیسٹ: مجھ کو ہوتا ہے۔  
یوسف: آسمان کا رنگ کیا ہوتا ہے؟

بیسٹ: نیلا ہوتا ہے۔  
یوسف: ہو سکتا ہے کہ کل صبح زمین کا رنگ نیلا ہو اور آسمان کا رنگ سبز ہو جائے۔

بیسٹ: انہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔  
یوسف: کیوں نہیں ہو سکتا؟ شاید روشنی دھوکا دے۔

بیسٹ: ہرگز نہیں۔ روشنی کبھی دھوکا نہیں دیتی۔  
یوسف: اچھا عبدو، اب تم تباؤ؟

عبدو: فرمائیے۔

یوسف: تمہارے خیال میں کیا یہ ممکن ہے کہ کل صبح سورج روشنی کی بجائے تاریکی دے؟  
عبدو: اس قدر محترم، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ سورج تاریکی دے۔ اگر سورج طلوع ہوگا تو وہ یقیناً روشنی ہی دے گا۔

یوسف: اچھا تو میرے دوستو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ روشنی کبھی تبدیل نہیں ہوتی اور کبھی دھوکا نہیں دیتی۔ ہم روشنی پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ کیساں رہے گی یعنی کہ وہ وفادار ہے عبدو۔  
میاں کیا یہ درست ہے؟

عبدو: جناب، حقیقت یہی ہے۔

یوسف: خدا بھی روشنی کی مانند ہے۔ وہ کبھی نہیں بدلتا اور نہ ہی دھوکا دیتا ہے ہم اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا وفادار ہے۔ عطا، اب ذرا تم انکر تفتیوں۔  
۹۱۱ پڑھو۔

عبدو: عطا بھائی، یہ لو بابل مقدس۔

عطا (پڑھتا ہے): "خدا سچا ہے جس نے تمہیں اپنے بیٹے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی شراکت کے لئے بلایا ہے۔"

یوسف: ٹھیک ہے۔ یہاں رسول بیان کرتا ہے کہ خدا سچا یعنی وفادار ہے۔ خدا روشنی کی مانند ہے روشنی وفادار ہے۔ خدا وفادار ہے۔ کیونکہ خدا نور (روشنی) ہے۔ یہ ایک بہت بڑا موضوع ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں اسے دو حصوں میں تقسیم کر دوں۔ آج رات ہم صرف اس موضوع پر گفتگو کریں کہ خدا کس طرح پرانے عہد میں اپنی امت کا وفادار رہا۔ کل ہم اس بات پر غور کریں گے کہ خدا کس طرح اس نئے عہد میں اپنی امت سے وفاداری کرتا ہے۔ کیا تم سب اس

سے اتفاق کرتے ہو؟

سب: بے شک، بے شک۔ یہ ٹھیک رہے گا۔

یوسف: اچھا تو اب شروع کریں۔ خدا وفادار ہے اس کا مطلب ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ وہ لا تبدیل ہے۔ وہ آیت جو بیسٹ نے پڑھی، اس میں یعقوب رسول کہتا ہے کہ خدا بدلتا نہیں مگر میرے دوستو لوگ عموماً اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہیں۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا بدلتا نہیں تو دراصل ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا اپنے طور طریقے نہیں بدلتا۔ بیسٹ کیا تم گاؤں میں مبارک کو جانتے ہو؟

بیسٹ: وہ مبارک جو کہ بہت سست ہے؟

یوسف: ہاں وہی۔ لوگ اسے "کال" کیوں کہتے ہیں؟

بیسٹ: کیونکہ آپ اس کے پاس کسی وقت بھی جائیں وہ آپ کو سوتا ہی لے گا۔ وہ صبح دوپہر، شام اور رات بھر سوتا رہتا ہے۔ میں نے اس سے سست آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

یوسف: کیا اس سے تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ بدلتا نہیں؟

بیسٹ: میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ بدلتا نہیں۔ البتہ وہ اپنے طور طریقے نہیں بدلتا۔

یوسف: میرے دوستو، بہت سے لوگ خدا کے متعلق بھی یہی کچھ خیال کرتے ہیں۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ بدلتا نہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے طور طریقے نہیں بدلتا۔ وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ چونکہ کوئی شے بدلی نہیں سکتی اس لئے ہم اسے کوشش سے بدل نہیں سکتے۔ پس سچھیا ڈال دو اور کچھ نہ کرو۔ اسے خدا وند اسے

خدا وند کہو اور سوجاؤ کہ خدا بدلتا نہیں۔ دنیا لا تبدیل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں بدل سکتے۔ امیر امیر رہیں گے اور غریب غریب رہیں گے۔ اور نیک نیک۔

مقدس مقدس رہیں گے اور گنہگار گنہگار۔ عبدو میاں، اگر ہم اس کا مطلب یہی لیں گے تو خدا بھی مبارک کی مانند ہوگا یعنی کابل اور سست لیکن جب ہم نے یہ کہا کہ خدا لا تبدیل ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا۔

عطا: تو یوسف صاحب ان الفاظ کا مطلب کیا ہے؟

یوسف: مطلب یہ ہے کہ چونکہ خدا وفادار ہے اس لئے بدلتا نہیں۔ میرے دوست کیا روشنی بدل جاتی ہے؟

عطا: نہیں، وہ بدلتی نہیں۔

یوسف: کیا روشنی کام کرتی ہے؟



عطا: ہاں، روشنی ہر وقت کام کرتی رہتی ہے۔

یوسف: عہدِ ذرا تم زبور ۲۳: ۴ نکال کر پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "خداوند کا کام درست ہے اور اس کے سب کام با وفا ہیں۔"  
یوسف: اچھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کا کام کرتا ہے اس کے سب کام با وفا ہیں۔ خدا ہر وقت کام کرتا رہتا ہے اور وہ با وفا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم خدا پر بھروسہ کر سکتے ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ آج تو فائدہ دار ہرادر کل دھوکا دے۔ نہیں وہ لا تبدیل ہے جس طرح روشنی ہمیشہ فائدہ دار ہے۔ وہ اپنے کاموں میں فائدہ دار ہے۔ وہ آدمیوں کے لئے اپنے مقصد میں فائدہ دار ہے۔ عہدِ ذرا تباؤ تو سہی آدمیوں کے لیے اس کا مقصد کیا ہے؟

عبدو: آپ نے بتایا تھا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو اپنے بارے میں بتائے۔

یوسف: تم نے درست جواب دیا۔ ہم اسے دوسرے الفاظ میں یوں کہیں گے کہ خدا کا لا تبدیل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے پیار کو ہم پر ظاہر کرے۔ آؤ اب ہم ان سب کو ایک ساتھ بیان کریں۔ خدا فائدہ دار ہے یعنی وہ بدلتا نہیں۔ وہ ہمیں تباؤ کے اپنے مقصد میں کہ وہ ہمیں پیار کرتا ہے، نہیں بدلتا کیا تم سب یہاں تک سمجھ گئے ہو؟

بسیط: جی ہاں مجھے سمجھ تک رہی ہے۔

عبدو: اچھا بسیط اگر تم سمجھ گئے ہو تو یہ سب باتیں پھر سے بیان کرو۔

بسیط: میرا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ابھی بیان ہوا ہے وہ میں سمجھ گیا ہوں۔

یوسف: یہ تو بہت اچھا ہوا بسیط میان۔ تم باقی بھی سمجھ جاؤ گے۔ عہدِ و میاں!

عبدو: فرمائیے جناب۔

یوسف: آج تم اپنے بھائی عطا کو بھی اپنے ہمراہ لائے ہو۔

عبدو: جی ہاں۔

یوسف: عہد، کیا تم اپنے بھائی سے محبت رکھتے ہو؟

عبدو: بے شک میں انہیں پیار کرتا ہوں۔ یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ میں انہیں بہت پیار کرتا ہوں۔

یوسف: عطا خدا خواستہ تم پیار ہر جاد تو کیا تمہارا بھائی تمہاری مزاج پرسی کے لئے آئے گا؟

عطا: وہ فورا آئے گا۔

یوسف: کیا وہ عہد پر عہد کا ڈونڈیڑا ہے؟

عطا: جی ہاں۔

یوسف: جب کبھی وہ شہر جاتا ہے تو تم سے ملتا ہے؟

عطا: وہ جب کبھی شہر آتا ہے مجھ سے ملے بغیر واپس گاڑن نہیں جاتا۔

یوسف: عطا تم تو یہ جانتے ہی ہو کہ وہ تمہیں پیار کرتا ہے۔ پھر وہ یہ سب کام کیوں کرتا ہے؟

عطا: میرا بھائی عہد مجھے بہت پیار کرتا ہے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ لیکن وہ ان کاموں سے

اپنے پیار کو ظاہر کرتا ہے۔

یوسف: اچھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جو کسی سے پیار کرتا ہے، وہ ہمیشہ اپنے کاموں سے اپنے

محبوب کو دکھانا چاہتا ہے کہ وہ اُسے پیار کرتا ہے۔

عبدو: بے شک، یہ درست ہے۔

یوسف: خدا بھی ایسا ہی ہے۔ خدا ہمیں پیار کرتا ہے۔ چونکہ خدا ہمیں پیار کرتا ہے اس لئے وہ یہ جانتا

جاتا ہے کہ وہ ہمیں پیار کرتا ہے۔ لیکن انسان گناہ کے باعث خدا کی محبت کو ٹھکراتا ہے۔

گناہگار انسان خدا کے پیار کا جواب بھی نہیں دیتا۔ خدا فائدہ دار ہے اس لئے وہ گناہگار سے پیار کرتا

رہتا ہے تاکہ وہ اُسے جیت لے۔ خدا اپنے اس مقصد سے بدلتا نہیں کہ وہ ہمیں پیار کرتا ہے خدا اس مقصد میں پرانے

جہد کے لوگوں سے فائدہ دار ہوا۔ ہم دیکھیں کہ وہ درحقیقت کتنا فائدہ دار تھا۔ خدا نے ابراہم سے عہد باندا۔ عہد کیا ہے۔

عبدو: شاید وعدے کو کہتے ہیں یا اس طرح کی کوئی شے۔

یوسف: ہاں یہ وعدہ ہی ہے، لیکن یہ ایک خاص قسم کا وعدہ ہے جب دو آدمی وعدہ کرتے ہیں تو وہ

دو دنوں ہی وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا اور انسان کے درمیان عہد میں ایسا نہیں ہے۔ خدا نے

انسان کو چنانچہ انسان خدا کو نہیں چھوڑا۔ ایسے عہد میں دہائی ہوئی ہیں۔ خدا برکت کا

وعدہ کرتا ہے۔ انسان اطاعت گزاری کا وعدہ کرتا ہے۔ بسیط استغناء، وہ پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "سو جان لے کہ خداوند تیرا خدا ہی خدا ہے۔ وہ فائدہ دار خدا ہے اور جو اس

سے محبت رکھتے ہیں اور اس کے حکموں کو مانتے ہیں ان کے ساتھ ہزار پشت تک وہ اپنے

عہد کو قائم رکھتا اور ان پر رحم کرتا ہے۔"

یوسف: اچھا تو اس میں شرط پائی جاتی ہے۔ انسان کو خدا کے حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اچھا

عبدو تم بتاؤ کہ عہد کیا ہے؟ خدا کیا وعدہ کرتا ہے اور انسان کیا وعدہ کرتا ہے؟

عبدو: خدا برکت کا وعدہ کرتا ہے اور انسان تابلوری کا۔

یوسف: یہ عہد کون باندھا تھا؟

عبدالہ: خدا انسان کے ساتھ یہ عہد کرتا ہے۔

یوسف: تم نے درست جواب دیا۔ اچھا تو خدا کا مقصد یعنی لا تبدیل مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنے اور اپنے پیار کے بارے میں تباہی چنانچہ وہ ابراہیم کے ساتھ عہد باندھنے سے شروع کرتا ہے۔ اب عطا تم مہربانی سے پیدائش ۱۱۱۴-۱۱۱۵ تک پڑھو۔ یہاں خدا ابراہیم سے وعدہ کرتا ہے پھر مجھے بتاؤ کہ خدا نے کیا وعدہ کیا اور انسان کیا وعدہ کرتا ہے۔

عطا: (پڑھتا ہے اور چند لمحوں سوچنے کے بعد کہتا ہے) خدا نے وعدہ کیا کہ ابراہیم بہت قوموں کا باپ ہوگا۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ عبدالہ اب تم بتاؤ ابراہیم نے کیا وعدہ کیا؟

عبدالہ: (اس آیت کو پڑھتا ہے اور چند لمحوں سوچنے کے بعد آخر کار کہتا ہے) خدا کہتا ہے "تو میرے حضور میں چل اور کامل ہو"۔

یوسف: دیکھا تم لوگوں نے! عہد میں خدا برکت کا وعدہ کرتا ہے اور انسان تالعباری کا کیا ابراہیم اپنے وعدہ پر قائم رہا؟ کیا وہ فرمانبردار تھا؟

بسیط: اُس سے زیادہ فرمانبردار کون ہو سکتا ہے۔

یوسف: تم نے بالکل ٹھیک جواب دیا۔ اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ خدا نے ابراہیم کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا؟

عطا: بے شک، خدا نے اسے کئی مرتبہ کثرت سے برکتیں دیں۔

یوسف: لہذا خدا ونا دار تھا۔ اب ہم دوسرے عہد پر غور کریں۔ پہلا عہد صرف ایک آدمی کے ساتھ تھا۔ دوسرا عہد مومنوں کے وقت پوری ایک قوم سے باندھا گیا۔ خدا نے یہ عہد کہاں باندھا تھا؟

عبدالہ: خدا نے یہ عہد بنی اسرائیل کے ساتھ اس وقت باندھا جب وہ فرعون کے پاس سے بھاگ نکلے تھے اور بحر قزح کو عبور کر کے کوہ سینا کے پاس پہنچے تھے۔

یوسف: خدا نے اس عہد کے ساتھ کیا وعدہ کیا تھا؟

عبدالہ: مجھے معلوم نہیں ہے۔

یوسف: خدا نے وعدہ کیا کہ وہ انہیں ایک بڑی قوم بنائے گا۔ لیکن اُس نے اس کے ساتھ ایک شرط لگائی کہ انہیں ہم نے پہلے بیان کیا کہ عہد میں خدا وعدہ کرتا ہے اور انسان بھی۔ خدا نے وعدہ کیا کہ وہ انہیں ایک بڑی قوم بنائے گا اور لوگوں نے وعدہ کیا کہ وہ خدا کے حکموں کو

مانیں گے۔ عطا تم بتاؤ کہ اس کے بعد کیا ہوا۔

عطا: مجھے تو معلوم نہیں۔ لیکن میرا بھائی عبدالہ جو کہ بائبل پڑھتا دیکھتا ہے شاید اسے معلوم ہو۔ آپ اس سے پوچھیں۔

یوسف: یہ سچ ہے کہ وہ بہت سی باتوں کو سمجھتا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انہیں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اچھا تو عبدالہ اب تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا ہوا؟

عبدالہ: کچھ عرصہ تو لوگ حکم مانتے رہے مگر پھر نکلے ہو گئے۔

یوسف: تم نے ٹھیک جواب دیا۔ ابراہیم کے ساتھ تو یہ بہت آسان تھا۔ ابراہیم نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اُس نے خدا کا حکم مانا۔ لہذا خدا نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔ اُس نے ابراہیم کو برکت دی۔ لیکن دوسرے عہد میں لوگوں نے شریعت

کو نہ مانا۔ اب خدا کیا کر سکتا تھا؟ وہ اپنے ارادہ کے مطابق انہیں برکت نہیں دے سکتا۔ لیکن خدا دت دار ہے۔ اب خدا کیا کرے؟

بسیط: یہی کہ بات ختم ہو گئی ہے اب اپنے اپنے گھر چلیں۔

یوسف: خدا الہ کر سکتا۔ لیکن خدا کا لا تبدیل مقصد کیا ہے؟

عبدالہ: "کہ وہ اپنا پیار ظاہر کرے۔"

یوسف: عبدالہ تم نے صحیح جواب دیا۔ اور خدا اپنے مقصد میں وفادار ہے۔ بسیط اب تم زبور ۸۹: ۱-۳۳ پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "اگر وہ میرے آئین کو توڑیں اور میرے فرمان کو نہ مانیں تو میں ان کو چھڑی سے خطا کی اور کوڑوں سے بدکاری کی سزا دوں گا۔ لیکن میں اپنی شفقت اُس پر سے ہٹاؤں گا اور اپنی دناواری کو باطل ہونے نہ دوں گا۔"

یوسف: دیکھا میرے دوستو! خدا اب بھی وفادار ہے۔ خدا انسانوں کی بے وفائی کے باوجود بھی

اپنا پیار ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کیا تمہیں جو سیلج بنی کی کہانی معلوم ہے؟

عبدالہ: میں نے ایک مرتبہ اسے پڑھا تھا۔ مگر سمجھ نہ سکا۔ آپ مہربانی سے پھر بیان کریں۔

یوسف: بہت اچھا۔ یہ ایک عظیم کہانی ہے۔ جو سیلج بنی اسرائیل کے بیٹوں میں سے ایک تھا۔ اُس نے

ایک عورت سے شادی کی جس کا نام جمر تھا۔ جب اُس نے اُس سے شادی کی تو اس کا

خیال تھا کہ وہ پاک باہر ہے۔ کچھ عرصہ بعد خدا نے اسے ایک بیٹا دیا۔ لیکن اس کے بعد اُس

نے بدکاری شروع کر دی۔ پھر جب اُس نے ایک لڑکی کو جنم دیا تو بنی کو یقین نہیں تھا کہ یہ

اس کی ہے یا کسی اور مرد کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پھر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس وقت



عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ) یہ خداوند کی شفقت ہے کہ ہم فنا نہیں ہوئے۔ کیونکہ اس کی رحمت لازماً ہے۔  
وہ ہر صبح تازہ ہے۔ تیری دنا داری عظیم ہے۔

یوسف: اگر ہمارا کلام تباہ ہو جائے اور تمام لوگ غلام بنائے جائیں تو کیا تم ایسے الفاظ کا ذکر کرو گے؟  
عبداللہ: میں تو ہرگز ایسے الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ یقیناً یہ میرا ایک عظیم جی تھا۔

یوسف: میرے دوستو، واقعی وہ ایک عظیم جی تھا۔ وہ اس قدر عظیم تھا کہ اس نے دیکھا کہ پرانا عہد  
کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ عہد شریعت کا عہد تھا۔ شریعت نے لوگوں کو بتایا کہ انہیں کیا  
کرنا چاہیے۔ مگر چونکہ انسان کمزور ہے اس لئے شریعت پر عمل نہ کر سکا۔ وہ اس قابل نہیں  
ہیں کہ شریعت پر عمل کر سکیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے مگر کرتا نہیں ہے۔

یہ میرا اس قدر عظیم تھا کہ اُس نے جانا کہ خدا ایک دن لوگوں کے ساتھ ایک نیا عہد باندھے  
گا۔ اس نے پرانے عہد کو ختم ہونے دیکھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ پرانا عہد لوگوں کو ان کی  
کمزوریوں میں ملزم رکھتا ہے۔ اس لئے کہ خدا ایک نیا عہد باندھے گا۔ وہ پتھر کی تختیوں  
پر نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں پر اپنی شریعت لکھے گا۔ اس وقت لوگ نیکی کر سکیں گے۔ اس لئے  
نہیں کہ وہ نیکی کرنے پر مجبور ہوں گے بلکہ اس لئے کہ وہ نیک کام کرنا چاہتے ہیں۔ شاید یہ میرا  
دوسروں کی نسبت بہتر طور پر سمجھا تھا کہ خدا کی دنا داری کتنی عظیم ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر لوگ  
بے دنا داری ہو جائیں تو بھی خدا دنا داری ہے۔

## بحث و تمحیص کے لئے سوالات

- ۱۔ کیا دشمنی کبھی ہمیں دھوکا دیتی ہے؟
- ۲۔ خدا نور (روشنی) ہے۔ خدا دنا داری ہے۔ ان دونوں میں کیا تعلق ہے؟
- ۳۔ خدا لا تبدیل ہے یعنی وہ اپنے طور پر لیتے نہیں بدلتا۔ کیا یہ درست ہے یا غلط؟ بیان کریں۔
- ۴۔ خدا بدلتا نہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی شے نہیں بدلتی؟
- ۵۔ خدا لا تبدیل ہے۔ اس کو سمجھنے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟
- ۶۔ خدا کا انسان کے لئے لا تبدیل مقصد کیا ہے؟
- ۷۔ کیا ابراہیم خدا کے ساتھ اپنے وعدہ پر قائم رہا؟
- ۸۔ خدا نے مرنے کے وقت لوگوں سے عہد باندھا۔ خدا نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اور لوگوں نے  
کیا وعدہ کیا؟

نبی کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کا اپنا لڑکا نہیں ہے۔ لہذا اُس نے اس کا نام لکھی رکھی جس کا مطلب  
ہے کہ تم میرے لوگ نہیں ہو۔ اس کے بعد حجرت پرستوں کے پاس جی جی کی جو اس قسم کی بھار  
عورتوں سے خدمت لیا کرتے تھے۔ ہر صبح کادل ٹوٹ گیا کہ ہر وقت بوجھتا رہتا تھا کہ خدا نے  
ایسا کیوں ہونے دیا؟ اُس نے مجھے اس عورت سے شادی کرنے کے لئے کیوں کہا تھا؟ وہ عورت  
کیوں بھار ہو گئی؟ وہ دوسرے لوگوں کی لڑکیوں کی طرح کیوں کرتی ہے؟ ایک دن ہجرت مڑی  
میں سے گزر رہا تھا۔ وہ اس جگہ گیا جہاں غلام بیچے جا رہے تھے۔ اُس نے ایک عورت کو دیکھا  
دیکھا جو کہ بہت لڑھی نظر آرہی تھی۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ یہ تو حجرت ہے جو کہ کبھی اس کی  
بیوی ہو کر تھی۔ وہ فوراً مڑا اور چھڑیں گھس گیا۔ اس نے قیمت ادا کی اور اسے خرید لیا۔  
معلوم ہوا تھا کہ وہ بہت جلد بوڑھی ہو گئی ہے۔ وہ بت پرستوں کے لئے کسی نفع کا ذریعہ ثابت نہ  
ہوئی تھی۔ لہذا انہوں نے اس کو بطور غلام بیچ دیا اور ہر صبح نے اسے قیمت دیکر خرید لیا۔ پھر  
خدا نے ہر صبح سے کہا "جا اس عورت سے جو اپنے باروں کی پیاری اور بھاری ہے محبت رکھ  
جس طرح کہ خداوند بنی اسرائیل سے جو غیر معبودوں پر نگاہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔ محبت رکھتا ہے۔"  
رفتہ رفتہ ہر صبح سمجھے لگا۔ جو بڑی اذیت اس نے اٹھائی تھی وہ اس اذیت کی مانند تھی جو  
خدا ابریموں کی خاطر سہتا ہے۔ خدا اپنی اُمت سے محبت رکھتا تھا۔ وہ ایک نوجوان دلہن کی  
مانند ہے۔ اس نوجوان دلہن نے بہت سے بار بنائے۔ خدا اپنی محبت کی وجہ سے اُسے دوبارہ  
خرید لیتا ہے۔ ہر صبح جان گیا کہ وہ اور حجرت، خدا اور اس کی اُمت کی مانند ہیں حجرت بھاری ہو گئی  
تھی اور اپنے باروں کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ خدا کے لوگ بھی بھاری ہو گئے تھے اور دوسرے  
دیوتاؤں کو بوجھنے لگے تھے۔ جس طرح ہر صبح نے دکھ اٹھایا، اُسی طرح خدا نے دکھ اٹھایا۔ ہر صبح  
اب بھی اپنی بیوی کو پیار کرتا تھا۔ اسی طرح خدا بھی گنہگاروں سے محبت رکھتا ہے۔

عطا: واقعی یہ تو بہت اچھی کہانی ہے۔ میں نے یہ سب کبھی نہیں سنی تھی۔

یوسف: یہ بائبل مقدس میں درج ہے۔ خدا دنا داری ہے لیکن لوگ بے دنا ہیں۔ لوگ بے دنا ہیں اور  
اس کے عہد کو توڑتے ہیں تو بھی وہ اُن پر اپنے پیار کو ظاہر کرے۔ غالباً یہ میرا جی نے  
اس بات کو سب سے بہتر طور پر سمجھا تھا۔ عہد ۲: ۲۲-۲۳ پڑھو۔ ہر مانی سے تم سب  
ذرا دھیان سے سنو۔ یہ یہ میرا جی کا لڑکا ہے یہ میرا جی نے اہل بابل کو خدا کے شہر یروشلم کو  
مسما کر کے دیکھا تھا۔ اس نے خدا کی اُمت کو غلام بننے دیکھا۔ وہ اس بات سے سخت افسوس  
تھا اور اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ لوگ گنہگار ہیں اور انہیں سزا ملنی چاہیے۔  
لیکن وہ خداوند کے تعلق کیا کہتا ہے؟ عہد اب پڑھو۔



۹۔ کیا لوگوں نے اپنا وعدہ پورا کیا؟

۱۰۔ جب لوگ بے ایمان ہو جاتے ہیں تو خدا کیا کرتا ہے؟

۱۱۔ ہوسیح نبی کی کہانی بیان کریں۔

۱۲۔ یرمیاہ نبی نے پرانا عہد ختم ہوتے دیکھا۔ اس نے لوگوں کو تباہ ہوتے دیکھا۔ اس وقت اس نے خدا کی وفاداری کے بارے میں کیا کہا؟

۱۳۔ یرمیاہ نبی نے کیا کہا، کس چیز کی ضرورت ہے؟

خلاصہ سبق:

خدا وفادار ہے۔ خدا وفادار ہے اور لا تبدیل ہے۔ وہ اپنے اس مقصد میں کہ انسان پر اپنا پیار ظاہر کرے بدلتا نہیں۔ خدا نے ابراہیم کے ساتھ ایک عہد باندھا اور ابراہیم وفادار ثابت ہوا۔ پھر خدا نے موسیٰ کے وقت اپنی امت سے عہد باندھا، لیکن لوگوں نے خدا کی حکم عدلی کی اور بے وفا بن گئے، لیکن خدا نے اپنے لوگوں سے منہ نہ موڑا۔ وہ اپنے مقصد پر قائم رہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں پر اپنا پیار ظاہر کرے۔

مقولہ:

خدا وفادار ہے۔ وہ اپنے اس مقصد میں کہ انسان پر اپنا پیار ظاہر کرے بدلتا نہیں۔

سبق نمبر ۱۰

## خدا وفادار ہے

وہ نئے عہد میں اپنے گھرانے کے ساتھ وفادار ہے

تلاوت کے لئے: زبور ۱۳۳: ۱-۲؛ متی ۷: ۱۱-۱۲؛ ۲۴: ۲۸-۲۹؛ رومیوں ۸: ۳۹-۴۰؛  
۱۔ کرنتھیوں ۸: ۹-۱۰؛ ۱۳: ۱۰؛ ۱۔ تسلیکیوں ۵: ۲۳-۲۴؛ ۲۔ تسلیکیوں ۳: ۳-۴  
۲: ۳؛ عبرانیوں ۸: ۶-۱۰۔

تفصیل سبق: خدا وفادار ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ وفادار ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ پرانے عہد میں وفادار تھا۔ وہ اپنی امت کا وفادار تھا۔ لیکن پھر بھی پرانا عہد کافی نہیں تھا۔ وہ شریعت کا عہد تھا۔ شریعت صرف لوگوں کو ظلم بٹھراتی ہے۔ شریعت نجات دینے سے قاصر ہے۔ شریعت کسی کو بھی حکم ماننے کے قابل نہیں بناتی۔ خدا پرانے عہد میں وفادار تھا۔ مگر لوگ بے وفا نکلے۔ شریعت نے لوگوں کو حکم پر عمل کرنے کی طاقت نہ دی۔ چنانچہ خدا نے مسیح میں ان کے ساتھ ایک نیا عہد باندھا۔ خدا اس عہد پر اب بھی قائم ہے۔ اگر ہم خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں تو وہ ہمیں مسیح کے خون کے وسیلے سے معاف کرنے کو تیار رہتا ہے۔ وہ معاف کرنے میں وفادار ہے۔ لیکن خدا ہمیں معاف کرنے کے بعد ہمیں اپنی حالت پر نہیں چھوڑتا بلکہ وہ ہمیں ایمان میں قائم رکھنے میں بھی وفادار ہے۔ لیکن وہ ہم سے ایک بات کا تقاضا کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہم اس کا سہارا لیں۔ اگر ہم اپنی ہی طاقت پر تکیہ کریں تو وہ ہمیں ایمان میں مضبوط نہیں کر سکتا۔ خدا وفادار ہے لہذا وہ وفادار ہے۔ وہ اپنی وفاداری میں ہمیں مضبوط بناتا ہے تاکہ ہم آزمائشوں کا مقابلہ کر سکیں۔ خدا ہم پر ہماری طاقت سے زیادہ آزمائشیں نہیں آئے۔ یہاں پھر خدا دعاؤں کا جواب بھی بڑی وفاداری سے دیتا ہے بعض اوقات اس کا جواب "نہیں" ہوتا لیکن یہ بھی تو جواب ہے۔ بعض اوقات جب وہ "نہیں" میں جواب دیتا ہے۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس نے جواب نہیں دیا ہے۔ اب خدا ہمیں "میرے لوگ" یا "میری امت" نہیں کہتا بلکہ وہ ہمیں اپنے گھرانے کے افراد کہتا ہے۔ وہ ہر طرح سے وفادار ہے۔ ہم اس کے گھرانے میں شریک ہیں۔

## خاصہ: خدا نوبہ، نئے عہد میں وہ اپنے گھرانے کے ساتھ وفادار ہے

- ۱۔ خدا معاف کرنے میں وفادار ہے۔ وہ نئے عہد میں میرے نون کے وسیلے سے معاف کرتا ہے۔
- ۲۔ خدا ہمیں ایمان میں قائم رکھنے میں وفادار ہے۔
- ۳۔ خدا ہمیں آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مضبوط بنانے میں وفادار ہے۔
- ۴۔ خدا ہماری دعاؤں کا جواب دینے میں وفادار ہے۔

## منظر نمبر ۱۰

ڈرامہ کے انشراح: یوسف صاحب

عبدو

لیٹا

منبردار

یوسف اور منبردار یوسف کی بیٹنگ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

یوسف: چودھری صاحب اتنے دن کہاں رہے؟

منبردار: مجھے انکس ہے۔ یوسف صاحب کہ میں ماضی نہ ہوسکا۔ کل رات کا کون سا موضوع تھا؟

یوسف: کل رات؟ او، ہاں، کل رات ہم نے خدا کی وفاداری پر غور کیا تھا۔

منبردار: مہربانی سے مجھے اس کے بارے میں متورڑا بہت بتائیں تاکہ میں بھی سمجھوں۔

یوسف: چودھری صاحب، بات بہت سادہ اور آسان ہے۔ خدا نور (روشنی) ہے۔ روشنی

وفادار ہوتی ہے اور ہمیں کبھی دھوکا نہیں دیتی۔ روشنی بدلتی بھی نہیں۔

منبردار: یہ بالکل درست ہے۔

یوسف: چنانچہ خدا بھی روشنی کی طرح وفادار ہے۔ گزری رات ہم نے یہ دیکھا تھا کہ کس طرح

خدا پرانے عہد میں اپنی امت کے ساتھ وفادار رہا ہے۔

منبردار: آپ نے درست فرمایا۔ خدا تو ان کے ساتھ وفادار تھا۔ مگر وہ لوگ وفادار نہ تھے۔

یوسف: چودھری صاحب، گو یہ حقیقت ہے۔ لیکن خدا ان کی بے وفائی کے باوجود بھی ان کے

ساتھ وفادار رہا۔

منبردار: آج رات آپ کس موضوع پر گفتگو کریں گے؟

یوسف: ہم دیکھیں گے کہ خدا وفادار ہے۔ وہ اس نئے عہد میں بھی ہمارے ساتھ وفادار ہے۔ اب ہم محض اس کے رہنما نہیں ہیں بلکہ اب ہم اس کے خاندان میں شامل ہیں۔

لیٹا: دکرے میں داخل ہوتا ہے (آداب عرض، جناب ایڈٹر صاحب اور چودھری صاحب۔

یوسف: آداب عرض۔ آدھی، آج تمہارا درست عہد کہاں ہے؟

لیٹا: (اپنے آپ کو قصور وار سمجھتے ہوئے) مجھے کیا معلوم وہ کہاں ہے؟

یوسف: کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے؟ میرا خیال ہے کہ تم جانتے ہو کہ

وہ آج کیوں نہیں آیا۔

لیٹا: وہ کچھ ناراض ہے۔

یوسف: اچھا تو تم جا کر اسے بلا کر لاؤ۔ اسے کہو کہ ناراض نہیں ہوا کرتے۔

لیٹا: میں نہیں جاؤں گا۔

یوسف: اب میں سمجھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ.... وہ تمہارے ساتھ ناراض ہے۔

منبردار: اگر لیٹا نہیں جانا چاہتا تو میں جا کر اسے بلاتا ہوں۔ (منبردار جاتا ہے)۔

یوسف: لیٹا میاں، اب تم مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے۔ تم ایک دوسرے سے ناراض

کیوں ہو؟

لیٹا: کوئی خاص بات نہیں ہے۔

یوسف: تم مجھے صاف صاف بتاؤ کہ کیا ہوا۔

لیٹا: رزش کو دیکھنے لگتا ہے۔ کبھی اپنی منیٹیاں بند کرتا ہے اور کبھی کھولتا ہے۔ کبھی کچے فرش پر

اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے گیس لگائے لگتا ہے اور پھر یوں شروع کرتا ہے (کوئی خاص

بات نہیں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ عبدو کے کچھ گھوڑے درخت ہیں۔

لیٹا: کچھ عرصہ پہلے اس نے مجھے کہا تھا کہ گھوڑے کو تم میں، میں رات کو ان کی رکھوالی کیا کروں۔

یوسف: ہاں مجھے معلوم ہے۔ پھر کیا ہوا؟

لیٹا: میں منبردار نے بتایا تھا کہ آج کل اس علاقے میں چوریاں مورہی ہیں۔ کل رات میں کچھ یوں کی گھوالی

کر رہا تھا۔ عبدو نے مجھے کہا تھا کہ ہوشیار رہوں۔

یوسف: کیا اس نے تمہیں ہندوق دی تھی؟

لیٹا: ہاں، اس نے مجھے ایک رائفل اور سیٹول دیا تھا۔

یوسف: پھر کیا ہوا؟

لیٹا: جو غالباً رات کو آئے اور کچھ گھوڑے چبا کر لے گئے۔

یوسف: کیا تم سو رہے تھے؟

بسیط: نہیں۔

یوسف: کیا تم نے انہیں دیکھا تھا؟

بسیط: مجھے کچھ یاد نہیں کہ میں نے انہیں دیکھا تھا یا نہیں۔

یوسف: تو یہ بات ہے۔

(کمرے کے باہر عبود اور منبردار کی آوازیں آتی ہیں)

عبود: بسیط بھٹک میں ہے اس لئے میں اندر نہیں جاؤں گا۔ جہاں وہ ہوگا۔ وہاں میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔

منبردار: (آہستہ سے کہتا ہے) عبود کو تنہا دو۔ تم میری خاطر چلے جاؤ۔

عبود: چودھری صاحب! میں آپ کی خاطر چلا جاتا ہوں، ورنہ میں کبھی نہیں جاتا۔ (دونوں کمرے میں داخل ہوتے ہیں اور عبود غصے میں بھرا بسیط سے دور ہرگز ٹیٹھ جاتا ہے۔)

یوسف: عبود، بھی کیا بات ہے؟

عبود: کوئی خاص بات نہیں۔

یوسف: کوئی خاص بات نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ تم ناراض کیوں ہو۔

عبود: بسیط صرف بھولا بھالا ہی نہیں ہے بلکہ نرا دکھا بھی ہے۔

یوسف: ایسی بات نہ کہو۔ میں بتاؤ کہ اس نے کیا کیا ہے؟

عبود: آپ کو معلوم ہے کہ کچھ عرصہ قبل میں نے اسے رات کو اپنے کھجور کے باغ کی رکھوالی کرنے کے لئے کہا تھا۔

یوسف: ہاں، یہ تو مجھے معلوم ہے۔

عبود: جب کھجوریں پکنے لگتی ہیں تو میں اکثر اسے رات کو ان کی رکھوالی کے لئے کہتا ہوں۔

یوسف: ہاں پھر کیا ہوا؟

عبود: کل مجھے چودھری صاحب نے بتایا کہ کھجوروں کی چوبیاں پوری ہیں۔ چنانچہ میں نے بسیط کو اپنی بندوق دی اور ہوشیار رہنے کے لئے کہا۔ رات کو چور آئے اور اس نے

کیا کیا۔

یوسف: کیا وہ سو رہا تھا؟

عبود: نہیں، وہ سو نہیں رہا تھا۔ جب چور آئے تو بسیط نے انہیں اپنے پاس بٹھا کر انہیں

چائے پلائی۔

منبردار: تو یہ انوہ۔

عبود: چوروں نے بسیط کو کہا کہ انہیں عبود نے کھجور اتارنے کو بھیجا ہے۔ اس اٹوٹے ان کا اعتبار کر لیا اور وہ میرے درختوں پر چڑھ گئے۔ انہوں نے ایک دوپٹے کھجوروں کے اتارے اور چلتے بنے۔

منبردار: کیا انکے پاس سبھیار تھے۔

عبود: نہیں وہ مسلح نہیں تھے۔ صرف بسیط کے پاس ہی بندوق تھی۔

یوسف: (بسیط کی طرح رخ کر کے) کیا یہ درست ہے؟ کیا تم نے انہیں چائے پلائی تھی؟

بسیط: (رونی صورت بنا کر) لیکن مجھے یہ تو معلوم نہیں تھا کہ وہ چور ہیں۔ وہ بڑے اچھے انسی نظر آ رہے تھے۔

عبود: (غصے میں چلاتے ہوئے) میں نہیں جانتا کہ وہ چور تھے۔ بس یہی رٹ لگا رہی ہے۔ وہ میری کھجوریں چرا رہے تھے اور میں معلوم نہیں ہوا کہ وہ چور تھے۔ یہ کیا بات ہوئی؟

بسیط: (عاجزی سے) لیکن مجھے تو کچھ سمجھ نہیں لگی۔ وہ غریب آدمی نظر آتے تھے۔

یوسف: (لڑکھٹے ہوئے) عبود ناراض نہ ہو۔ یہ ایک معمولی بات ہے۔ میرے پاس بہت کھجوریں ہیں۔

میں کل تمہارا نقصان پورا کر دوں گا۔

عبود: نہیں یوسف صاحب۔ میں کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا۔

یوسف: کوئی بات نہیں۔ یہ ایک معمولی بات ہے۔

منبردار: (داخل دیتے ہوئے) بسیط میں سمجھتا ہوں تم غلطی پر ہو۔

بسیط: چلیوں ہی تھی۔

یوسف: (عبود کی طرف رخ کر کے) اب تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ کیوں عبود؟ اب تو کوئی گلہ نہیں؟

عبود: میں آپ کی اور چودھری صاحب کی خاطر درگزر کرتا ہوں۔

منبردار: جلد قصہ ختم ہوگا۔ ہم نے پھر سے میل کرا دیا ہے۔

یوسف: جلد انتھو، اب ایک دوسرے سے ہاتھ ملاؤ کچھ بھجکے ہوئے دونوں ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں)

یوسف: خدا کا شکر ہو کہ سب کچھ خیریت سے انجام پا گیا۔ میرا خیال ہے کہ خدا ہمیں اس جھوٹے سے

واقعے سے سبق سکھانا چاہتا ہے۔ اچھا عبود، اب یہ بتاؤ کل کا سبق کیا تھا؟

عبود: ہم نے کل پرانے مہد میں خدا کی دنالاری کے بارے میں ذکر کیا تھا۔

یوسف: اور بسیط، آج ہمارا مضمون کیا ہے؟



بسیط: برا خیال ہے نئے عہد میں خدا کی وفاداری۔

یوسف: تم نئے درست جواب دیا ہے لیکن ہم اسے دوسرے الفاظ میں یوں کہیں گے کہ "مندانہ ہے"۔  
وہ نئے عہد میں اپنے خاندان کے ساتھ وفادار ہے۔ عہد اب تم اسے پھر کہو۔

عبدالوہاب: اور وہ اس نئے عہد میں اپنے خاندان کے ساتھ وفادار ہے۔  
یوسف: ٹھیک ہے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا چار طرح سے وفادار ہے۔ پہلا یہ کہ وہ میرے خون کے وسیلے سے معاف کرنا ہے۔ بسیط تمہارا بھائی کہاں ہے؟

بسیط: آپ میرے بھائی غلام کے لئے پوچھ رہے ہیں؟

یوسف: ہاں، وہ کہاں ہے؟

بسیط: آپ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ قید میں ہے۔

یوسف: وہ اس لئے جیل گیا کیونکہ اس نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ ٹھیک ہے نا، بسیط؟

بسیط: ہاں یہ سچ ہے۔

یوسف: کیا تم اس سے ملنے کے لئے جاتے ہو؟

بسیط: ہاں میں جاتا ہوں۔

یوسف: اچھا اب جب تم اس سے ملنے کے لئے جاؤ تو اسے کہنا "بھائی غلام مجھے معلوم ہے کہ تم کہاں ہو۔ تم قید میں ہو۔

بسیط: یہ فضول سی بات ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ قید میں ہے۔ اس سے اسے کیا فائدہ ہوگا؟

یوسف: اچھا تو پھر یوں کہنا "بھائی غلام میں تمہارے لئے خوشخبری لایا ہوں"۔

بسیط: وہ یقیناً یہ سن کر خوش ہوگا کہ میں اس کے لئے خوشخبری لایا ہوں۔

یوسف: اور وہ خوشخبری یہ ہے کہ تم نیک ہو۔

بسیط: مگر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ خوشخبری نہیں ہے۔

عبدالوہاب: (داخل دیتے ہوئے) یہ سچ ہے۔ ایک قیدی کے لئے خوشخبری تو یہ ہے کہ وہ کسی طرح قید

سے رہائی پا سکتا ہے۔ ایڈور صاحب آپ دراصل کیا بیان کرنا چاہتے ہیں؟

یوسف: آدمی گناہ کی قید میں ہے۔ پرانا عہد شریعت کا عہد تھا۔ شریعت میں یہ بتاتی ہے کہ ہم

گناہ کی قید میں ہیں۔ وہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ ہمیں کتنا راستباز بننا چاہیے۔ وہ کہتی ہے کہ

ہم نیک نہیں۔ لیکن یہ خوشخبری نہیں۔ اس سے ہمیں کوئی مدد نہیں ملتی۔ ہم اس قید سے

رہائی پانا چاہتے ہیں۔ لہذا خدا نے آدمیوں کے ساتھ ایک نیا عہد یا نفاذ کیا۔ عہد میں

خدا انسان کو راستباز بننے کے لئے کہتا ہے۔ لیکن وہ عہد ناکام ہو جاتا ہے۔ آدمی راستباز نہیں

ہے۔ اس میں اتنی قابلیت ہی نہیں ہے۔ چنانچہ نئے عہد میں وہ آدمی کو معاف کر دیتا ہے اور

اسے نیک بننے کی قابلیت اور توفیق بخشتا ہے۔ عہد چاروں ۸: ۷ پڑھو۔

عبدالوہاب: (پڑھتا ہے) "کیونکہ اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ہوتا"۔

یوسف: بسیط، اب تم متی ۲۶: ۲۸-۲۹ پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "جب وہ کھارے تھے تو یسوع نے دوٹی لی اور برکت دیکر توڑی اور شاگردوں کو دیکر  
کہا لو کھاؤ۔ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالے کے شراب کو اور ان کو دیکر کہا تم سب اس میں سے پیو کیونکہ  
یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتروں کے لئے رگن ہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے"۔

یوسف: (دہراتا ہے) "یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتروں کے لئے رگن ہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے"۔  
چودھری صاحب: آپ مہربانی سے اسے پڑھنا: ۱: ۱ پڑھو۔

عبدالوہاب: (پڑھتا ہے) "اگر اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو وہ ہمارے گناہوں کے معاف کرنے اور ہمیں  
ساری ناراحتی سے پاک کرنے میں سچا اور عادل ہے"۔

یوسف: چودھری صاحب جراثیم آپ نے ابھی پڑھی، اس میں یوحنا رسول کیا کہتا ہے؟

عبدالوہاب: (اپنی بائبل کھول کر دکھاتا ہے) وہ کہتا ہے کہ وہ نور ہے۔

یوسف: بہت خوب ہیں یہاں پر دو باتیں ملتی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ نور ہے اور دوسری یہ کہ وہ معاف کرنے میں  
سچا یعنی وفادار ہے، عبدالوہاب، تمہاری آیت کیا کہتی ہے؟

عبدالوہاب: وہ یہ بیان کرتی ہے کہ پرانا عہد اچھا نہیں تھا۔ ہمیں ایک نئے عہد کی ضرورت ہے۔

یوسف: عبدالوہاب، اب یہ بتاؤ کہ پرانا عہد کیوں اچھا نہیں تھا؟

عبدالوہاب: میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمیں نیک بننے کے لئے کہتا ہے، مگر ہم میں اتنی قابلیت نہیں ہے ہم  
اپنی طاقت سے نیک نہیں بن سکتے۔

یوسف: چودھری صاحب، نیا عہد کیا کہتا ہے؟

عبدالوہاب: نیا عہد ہمیں معاف کرتا ہے اور ہمیں راست بازی کے کام کرنے کی طاقت  
بخشتا ہے۔

یوسف: بسیط، اب تم بتاؤ کہ تمہاری آیت عہد کے متعلق کیا کہتی ہے۔

بسیط: یہ بیان کرتی ہے کہ میرے صبح کے خون میں نیا عہد ہے جو بہتروں کے لئے رگن ہوں کی معافی کے واسطے  
بہایا جاتا ہے۔

یوسف: شاباش بسیط۔ اچھا عبدالوہاب تم یہ بتاؤ کہ خدا پرانے عہد کے لوگوں کو کیا کہتا ہے؟

عبدالوہاب: وہ انہیں "میرے لوگ" کہتا ہے۔

یوسف: لیکن نئے عہد میں ہم خدا کے لوگ نہیں ہیں۔

بیسٹ: تو چھری ہیں؟

یوسف: اہم خدا کا خاندان میں۔ یہ رشتہ میرے لوگوں کی نسبت خدا کے بہت نزدیک ہے۔ لیکن خدا صرف معاف کرنے ہی میں سچا نہیں ہے، بلکہ وہ معاف کرنے کے بعد بھی ہمارے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ وہ ہر وقت ہماری مدد کرتا ہے وہ ہمیں ایمان میں قائم رکھتا ہے۔ عیدو ذرا اکر نصیحتوں ۸۱۱-۹ پڑھو۔

عیدو: (پڑھتا ہے) "جو تم کو آخر تک قائم بھی رکھے گا تا کہ تم ہمارے خداوند یسوع مسیح کے دن بے الزام سمجھو۔"

یوسف: "جو تم کو آخر تک قائم بھی رکھے گا۔" بہت خوب۔ چودھری صاحب، اب ذرا آپ اکتیلیکیوں ۲۳۰-۲۳۱ پڑھیں۔

عیدو: (پڑھتا ہے) "خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے۔ آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے اور تمہاری روح اور جان اور بدن ہمارے خداوند یسوع مسیح کے آئنے تک پورے پورے اور بے عیب محفوظ رہیں۔ تمہارا بلانے والا سچا ہے۔ وہ ایسا ہی کرے گا۔"

یوسف: "مٹیک ہے" تمہاری روح اور جان اور بدن ہمارے خداوند یسوع مسیح کے آئنے تک پورے پورے اور بے عیب محفوظ رہیں۔ تمہارا بلانے والا سچا ہے۔ عیدو

عیدو: فرمائیے!

یوسف: خدا ہمیں صرف اس وقت میں ایمان میں قائم رکھ سکتا جب ہم سہارا لیتے ہیں، ورنہ نہیں کیا تم رات کے وقت چودھری صاحب کے باغ میں سے گزر سکتے ہو؟

عیدو: میں؟ ہرگز نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔

یوسف: کیوں؟

عیدو: چودھری صاحب کے پاس بڑے خوشخوار کتے ہیں، وہ رات کو انہیں باغ میں کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔

یوسف: لیکن کتے تو گاؤں میں بھی ہیں۔

بیسٹ: لیکن وہ ان کتوں کی مانند نہیں ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک گدھا باغ میں چلا گیا تھا تو ان کتوں نے اسے چھاڑ کھایا تھا۔ گاؤں کے تمام لوگ ان کتوں سے ڈرتے ہیں۔

یوسف: اچھا عیدو اگر چودھری صاحب تمہارے ساتھ ہوں تو چھہ کیا تم وہاں سے گزر سکتے ہو۔

عیدو: ان کیوں نہیں۔ چودھری صاحب وہ آپ کو کچھ نہیں کہتے؟  
عیدو: نہیں۔ وہ مجھے جانتے ہیں اس لئے وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ اور وہ اس آدمی کو بھی کچھ نہیں کہیں گے جو میرے ساتھ ہوگا۔

یوسف: لیکن چودھری صاحب، اگر وہ آپ کے ساتھ باغ میں جائے تو اسے کسی صورت میں آپ کے ساتھ چلنا ہوگا؟

عیدو: اسے میرے پیچھے رہنا چاہیئے۔

یوسف: میرا خیال ہے اسے اپنی حفاظت کے لئے آپ کا سہارا لینا ہوگا۔

عیدو: یہ تو یقینی بات ہے۔

یوسف: لیکن اگر وہ ڈر جائے اور بھاگ کھڑا ہو تو؟

عیدو: تو کتے اسے پھاڑ کھائیں گے۔

یوسف: اور اگر وہ آپ کا سہارا نہ لے بلکہ ایسا ہی چلا جائے تو کیا ہوگا؟

عیدو: وہ اسے فوراً پھاڑ ڈالیں گے۔ لیکن اگر وہ میرا سہارا لے اور میرے پیچھے چلے تو محفوظ رہے گا۔

یوسف: اچھا تو میرے دوستو، اب سفر۔ زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ شیطان چودھری صاحب کے کتوں کی مانند ہے۔ جب ہم زندگی کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں تو یہ کتے ہمارے اوپر گڑبڑتے ہیں۔ لیکن اگر ہم خدا کا سہارا لیں تو وہ ہماری حفاظت کرے گا اور ہمیں ایمان میں قائم رکھے گا۔

لیکن اگر ہم خدا کا سہارا نہ لیں تو شیطان ہمیں برباد کر دے گا۔ اور اگر ہم صرف اپنے ہمدرد سے گزر کر گئے تو بھی وہ ہمیں برباد کر دے گا۔ مسیح آخر تک ہماری حفاظت کرنے کے لئے تیار ہے، لیکن ہمیں اس کا سہارا لینا ہوگا۔ چودھری صاحب، وہ آیت ذرا پھر سے پڑھیں۔

عیدو: میرا خیال ہے کہ رومیوں کے خط میں بھی اس موضوع پر ایک مثال ملتی ہے۔

یوسف: اچھا تو مہربانی سے دہی پڑھیں۔

عیدو: (پڑھتا ہے) "گر ان سب حالتوں میں اس کے دسید سے جس نے ہم سب سے محبت کی ہم کو فتنے سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ خدا کی جو محبت ہمارے خداوند یسوع مسیح ہے۔ اس سے ہم کو نہ موت جدا کر سکے گی نہ زندگی نہ فرشتے نہ حکوتیں نہ نہ حال کی نہ استقبال کی چیزیں نہ نہ قدرتیں نہ بلندی نہ پستی نہ کوئی اور مخلوق۔"

یوسف: مسیح آخر تک ہماری حفاظت کرنے کے لئے تیار ہے مگر اس کی ایک شرط ہے۔ عیدو تمہیں معلوم ہے کہ وہ شرط کیا ہے؟

عبدو: ہمیں اس کا سہارا لینا ہے۔

یوسف: میرے دوستو! میں تمہارے لئے ایک اور بات میں بھی تیار ہوں۔ وہ ہمیں آزمائش پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے طاقت دیتا ہے۔ بسبب ذرا ۲۰ سال تک کیوں ۳: ۳ پڑھو۔

بسبب: (پڑھتا ہے) مگر خداوند سچا ہے وہ تم کو مضبوط کرے گا اور اس شریر سے غفلت رکھے گا۔

یوسف: بسبب اب تم ۱- کرنتھیوں ۱۳: ۱۰ پڑھو۔

بسبب: کیا میں پڑھوں؟

یوسف: ہاں، تم پڑھو۔

بسبب: (پڑھتا ہے) ”تم کسی ایسی آزمائش میں نہیں پڑے جو انسان کی برداشت سے باہر ہو اور خدا سچا ہے۔ وہ تم کو تمہاری طاقت سے زیادہ آزمائش میں نہ پڑنے دے گا۔ بلکہ آزمائش کے ساتھ نکلنے کی راہ بھی پیدا کر دے گا تاکہ تم برداشت کر سکو۔“

یوسف: بسبب! اب یہ بتاؤ کہ کل رات عبدو نے تمہیں بتایا تھا کہ چروں کے آنے کا خطرہ ہے؟

بسبب: ہاں اس نے مجھے آگاہ کیا تھا۔

عبدو: کیا اس نے تمہیں کوئی چیز نہیں دی؟

بسبب: اس نے مجھے راضی دی تھی۔

یوسف: کیا راضی کافی تھی؟

بسبب: (بڑی عاجزی سے) راضی کافی تھی مگر مجھے یہ معلوم ہی نہ تھا کہ وہ چرو ہیں۔

یوسف: تم نے بالکل ٹھیک جواب دیا ہے۔ تمہاری کہانی ہمارے لئے مثیل کا کام دے گی۔

بسبب: وہ کیسے؟

یوسف: جب ہم آزمائش میں گھرنے والے ہوتے ہیں تو میں تمہارے پاس آکر کہتا ہوں۔

”ہوشیار ہو جاؤ۔ شیطان آرہا ہے۔ وہ تمہیں آزمائے گا“ اور پھر وہ ہمیں طاقت دیتا

ہے اور کہتا ہے۔ ”یہ یہی ہندو۔ یہ یہی میری طاقت۔ یہ شیطان کو بھگانے کے لئے

کافی ہے۔ اس سے آزمائش بھاگ جائے گی۔“

نہروار: اب میں سمجھا۔ لیکن جب شیطان ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اسے پہچانتے نہیں۔ اور اس

لئے ہم خدا کی عطا کی ہوئی طاقت کو استعمال نہیں کرتے۔

یوسف: آپ نے بالکل درست فرمایا۔ عبدو! میں پھر بھیم اس طرح شیطان سے دھوکا کھاتے ہیں تو ہم کیا کرتے

ہیں؟ کیا ہم اپنے آپ کو غلام ٹھہراتے ہیں؟

عبدو: نہیں، ہم بھانے بنانے گئے ہیں۔ ہم یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں۔ آدم کی اولاد ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم پر آزمائش آئی ہے اور ہمارے پاس اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔

(ایک دن وہ اس بات کی تک پتہ چلا گیا اور اس کی آواز بلند ہو گئی) یہ درست ہے یہ حقیقت

ہے۔ یہی کچھ آج صبح بسبب نے بھی کہا تھا۔ میں نے اسے چروں کو بھگانے کے لئے ہندو

دی تھی۔ چروں نے اس کے ساتھ چالاکی کی۔ وہ مجھ پر الزام لگانے لگا۔ اس نے یہ کہا کہ میں

میں اس کا تصور نہیں ہے۔

یوسف: لیکن عبدو۔ گو بسبب نے تمہارے ساتھ یہ کیا لیکن یہ تو کچھ بھی نہیں ہے وہ بھی انسان ہے

اور تم بھی لیکن ہم سب خدا کے ساتھ بھی ہی سوکھ کرتے ہیں۔ ہم پر آزمائش آتی ہے۔ اور

ہم گناہ میں گر جاتے ہیں۔ پھر ہم بھانے بنانے لگتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں۔ ہم

کہتے ہیں کہ خدا نے ہمیں کمزور پیدا کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم آدم کی اولاد ہیں اس لئے خود کچھ

نہیں کر سکتے۔ لیکن بسبب کی طرح ہمارے پاس طاقت تو ہوتی ہے کہ آزمائش کو بھگا سکیں۔

لیکن ہم اسے استعمال نہیں کرتے۔ بسبب اب تم ۱- کرنتھیوں ۱۳: ۱۰ پھر سے پڑھو۔

بسبب: (پڑھتا ہے) ”تم کسی ایسی آزمائش میں نہیں پڑے جو انسان کی برداشت سے باہر ہو اور

خدا سچا ہے۔ وہ تم کو تمہاری طاقت سے زیادہ آزمائش میں نہ پڑنے دے گا، بلکہ آزمائش

کے ساتھ نکلنے کی راہ بھی پیدا کر دے گا تاکہ تم برداشت کر سکو۔“

یوسف: بسبب! کیا یہ سچ ہے یا نہیں؟

بسبب: (ذرا جھپٹے ہوئے) بالکل سچ ہے۔

یوسف: اچھا میرے دوستو! اب آخری بات یہ ہے کہ ہم خدا سے اس طاقت کو کیسے حاصل

کر سکتے ہیں؟

عبدو: میرا خیال ہے دعا کے وسیلے سے۔

یوسف: یہ درست ہے۔ اس کے بارے میں باتیں کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی ثبوت

کی ضرورت ہے۔ عبدو! زبور ۱۱۳: ۱ تو پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) ”اے خداوند! میری دعا میں میری التجا پر کان لگا۔ اپنی وفاداری اور

صداقت میں مجھے جواب دے۔“

یوسف: عبدو! کیا خدا ہماری دعاؤں کا جواب دیتا ہے؟

عبدو: یقیناً وہ جواب دیتا ہے اس نے کہا ”مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔“ وہ ہمیشہ سنتا اور

جواب دیتا ہے۔



یوسف: عہد، مہربانی سے اس بات کو بیان کر دو کہ خدا نئے عہد میں اپنے خاندان کے ساتھ کن باتوں میں وفادار ہے۔

عہد: وہ ہمارے گناہ معاف کرنے میں سچا ہے۔ وہ ہمیں ایمان میں قائم رکھنے میں وفادار ہے۔ یوسف: بہت خوب، بیسٹ اس کے علاوہ کچھ اور۔

بیسٹ: وہ ہمیں آزمائش کا مقابلہ کرنے کے لئے طاقت دیتا ہے۔

یوسف: چودھری صاحب ان کے علاوہ اور بھی کچھ ہے؟

عہد: وہ وفاداری سے ہماری دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔

یوسف: میرے دوست، کیا ہم ان باتوں کو جاننے کے باوجود بھی اپنے پر بھروسہ کر سکتے ہیں یا نہیں اس پر بھروسہ کرنا چاہیے؟

عہد: ہمیں ضرور ہی اس کا سہارا لینا چاہیے۔ ہمیں اس پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ روشنی کی طرح وفادار ہے۔

## بحث و تحقیق کے لئے سوالات

۱۔ شریعت کیوں ناکافی ہے؟

۲۔ کیا شریعت ہمیں بچاتی ہے یا ملزم ٹھہراتی ہے؟

۳۔ یوسف: بیسٹ کو کیا صلاح دیتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو جیل میں کہے؟ یہ اس کی کیوں مدد نہیں کر سکتا؟ یہ شریعت کی مانند کیوں ہے؟

۴۔ نئے عہد میں خدا ہمیں معاف کرتا ہے اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی کرتا ہے۔ وہ کیا ہے؟

۵۔ مسیح نے کہا کہ وہ آخر تک ہماری حفاظت کرے گا۔ بشرطیکہ ہم ایک کام کریں۔ وہ کام کیا ہے؟

۶۔ نبرد کے کتوں کی کہانی کس نکتہ نگاہ سے بیان کی گئی ہے؟

۷۔ بیسٹ: عہد کے کھجور کے درختوں کی رکھوالی کرتا ہے۔ کھجوریں چوری ہو جاتی ہیں، بیسٹ کا عہد کے سامنے بہانہ بنانا، کس طرح ہمارا خدا کے سامنے بہانے بنانے کی مانند ہے؟

۸۔ عہد نے بیسٹ کو چوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے کس طرح تیار کیا؟ خدا کس طرح ہمیں آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرتا ہے؟

۹۔ کھجور چوری ہونے کے بعد بیسٹ کون سا بہانہ بناتا ہے؟ ہم گناہ کرنے کے بعد کون سا

بہانہ بناتے ہیں؟

۱۰۔ ہم خدا سے کیسے طاقت حاصل کر سکتے ہیں؟

۱۱۔ خدا کس کن طریقوں میں وفادار ہے؟ خدا وفادار ہے، ہم اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔

ہم خدا کا سہارا لینے ہوئے کیسے زندگی بسر کر سکتے ہیں؟ اگر ہم حقیقت خدا پر ایمان رکھتے ہیں تو ہم کون کون سے کام کریں گے؟

خلاصہ سبق:

خدا مسیح میں ہمارے ساتھ وفادار ہے۔ وہ ہمیں معاف کرنے اور اطاعت کی طاقت دینے میں سچا ہے۔ وہ ہماری حفاظت کرنے میں وفادار ہے بشرطیکہ ہم اس کا سہارا لیں۔ اگر

ہم اس کی طاقت کو قبول کر لیں تو وہ ہمیں آزمائشوں پر غالب آنے کے لئے طاقت دینے میں وفادار ہے۔ اگر ہم دعا مانگیں تو وہ دعا کا جواب دینے میں وفادار ہے۔

مقولہ: خدا وفادار ہے۔

ہم اسی کا سہارا لیں۔

سبق نمبر ۱۱

## خدا نور ہے

وہ ہمارے دلوں میں نور کی طرح کام کرتا ہے

تلاوت کے لئے: زبور ۳۶: ۱؛ یوحنا ۲: ۳۵-۳۶؛ مکاشفہ ۲۰: ۱۱؛ یوحنا ۵: ۱۱؛ ۱۴: ۱۷؛  
 غلپوں ۱۵: ۲۔

تفصیل سبق: تقریباً پانچ دن سے ہم متواتر پڑھ رہے ہیں کہ خدا کس طرح نور ہے۔ خدا نور ہے اس لئے میں فطرت میں انہما کے وسیلے سے اور مسیح میں منور کیا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ خدا وفادار ہے روشنی بھی وفادار ہے، لہذا خدا جو کہ نور ہے، وہ بھی پرانے عہد میں اپنی امت کے ساتھ وفادار تھا۔ خدا جسے عہد میں اپنے گھرانے کے ساتھ وفادار ہے اب ہم اس سلسلے کے اس آخری سبق میں دیکھیں گے کہ خدا کس طرح دلوں میں نور کا سا کام کرتا ہے۔ خدا نور ہے لہذا اسے نور کا سا کام کرنا ہے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ نور کس طرح کام کرتا ہے تو ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس طرح کام کرتا ہے۔ سب سے پہلی چیز جو ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ نور کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنا ثبوت آپ سے ہے۔ جب ہم روشنی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ ثابت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ وہ روشنی (نور) ہے۔ ہم دیکھتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں۔ ہمیں ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ روشنی حقیقی نہیں۔ اگر ہم روشنی کو باہر نکالنے کے لئے کھڑے کیاں نہ کریں تو روشنی وہاں سے پہلی نہیں باقی۔ وہ باہر ہی رہتی ہے اور جب ہم کھڑکی کھول دیتے ہیں تو وہ پھر اندر آ جاتی ہے۔ پھر روشنی زبردستی داخل نہیں ہوتی۔ ہر اکسے میں زبردستی داخل ہوتی ہے۔ جب وہ زور سے چلتی ہے تو کھڑکیوں کو زور سے کھول دیتی ہے۔ لیکن روشنی ایسا نہیں کرتی۔ روشنی میرے آگے گرتی رہتی ہے۔ وہ اس وقت ہی داخل ہوتی ہے جب ہم کھڑکی کھولتے ہیں۔ خدا بھی اسی طرح کام کرتا ہے۔ مسیح نے کہا: "دیکھو میں دروازہ پر کھڑا ہوں تاکہ کھٹکھٹاتا ہوں۔" مسیح ہمارے دل کے دروازے پر کھڑا کھٹکھٹاتا ہے۔ جب تک ہم کھول نہیں دیتے وہ باہر کھڑا انتظار کرتا رہتا ہے۔ وہ زبردستی اندر داخل نہیں ہوتا۔ اگر ہم نہیں کھولتے تو وہ باہر

کھڑا کھٹکھٹاتا رہتا ہے۔ روشنی تاریکی کو بھگا دیتی ہے۔ جب ہم دروازہ کھولتے ہیں تو روشنی اندر آ جاتی ہے۔ جب روشنی آتی ہے تو تاریکی جاگ جاتی ہے۔

جب روشنی داخل ہوتی ہے تو تاریکی چھٹہ نہیں سکتی۔ خدا بھی اسی طرح کام کرتا ہے۔ وہ نور ہے۔ جب وہ آتا ہے تو تاریکی بھاگ جاتی ہے۔ پھر یہ کہ روشنی دوسری چیزوں کو بھی چمکاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح نے کہا: "تم دنیا کے نور ہو۔" وہ روشنی ہماری روشنی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ہے اس کی روشنی ہمارے ذریعے سے دنیا کے سامنے چمکتی ہے۔ اس کی روشنی کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں۔ چونکہ یہ روشنی ہماری نہیں بلکہ اس کی ہے اس لئے تمام گمراہیوں کو تفریق اس کی ہونی چاہیے۔ چنانچہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہم نور کی طرح دنیا میں چمکنے کے ذمہ دار ہیں۔ خدا نور ہے۔ اور اس نے ہمیں منور کیا ہے۔ اس لئے ہمیں دوسروں کو منور کرنا چاہیے۔ خدا ہمارے دلوں میں نور کا سا کام کرتا ہے۔ ہمیں بھی دنیا میں نور کا سا کام کرنا چاہیے۔

خاکہ:

خدا نور ہے وہ نور کی طرح ہمارے دلوں میں کام کرتا ہے

- ۱۔ روشنی اپنا ثبوت آپ سے
- ۲۔ روشنی چمکتی نہیں
- ۳۔ روشنی اس وقت ہی اندر داخل ہوتی ہے جب اسے اجازت دی جائے۔ وہ زبردستی داخل نہیں ہوتی۔
- ۴۔ روشنی تاریکی کو بھگا دیتی ہے۔
- ۵۔ روشنی دوسری چیزوں کو بھی چمکا دیتی ہے۔

## منظر نمبر ۱۱

ڈرامہ کے افسر اور: یوسف صاحب

بسیط

عباد

(اس منظر کے لئے دو بیسٹوں کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ سبق کے دوران بسیط ایک بیسٹ باہر سے جاتے گا)

(یوسف اپنے گھر کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ٹھہرا ہے۔ وہ بڑھ رہا ہے)

یوسف: (پڑھتا ہے) "تم دنیا کے نور ہو۔ جو شہر پہاڑ پر بسا ہے وہ چھپ نہیں سکتا اور چراغ جلا کر پیماؤ کے نیچے نہیں، بلکہ چراغدان پر لکھتے ہیں تو اس سے گھر کے سب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے تعجب کریں"

(سبیٹا اور عبدو آتے ہیں)

سبیٹا اور عبدو (دونوں) یوسف صاحب، آداب عرض۔

یوسف: آداب عرض میرے دوستو، آداب عرض۔

سبیٹا: آج چودھری صاحب نہیں آئے؟

یوسف: وہ آج نہیں آئے گے۔ عبدو، کیا کھجوریں پہنچ گئی ہیں؟

عبدو: خداوند کا شکر ہو۔ مگر یوسف صاحب، آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ مزدوری تو نہیں تھا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔

یوسف: کوئی بات نہیں۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ درست ہے۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔

سبیٹا: بزرگ یوسف، آج ہم کس مضمون پر غور کریں گے؟

یوسف: میرا خیال ہے کہ ہم پھر اس بات پر غور کریں کہ خدا نور ہے آج صبح سویرے جب میں اپنے گھر کا دروازہ کھولنے لگا تو اندھیرا تھا۔ اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ مجھے راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میری بیوی نے کہے کہ درمیان ایک چھوٹا میز رکھ دیا تھا۔ میں تقریباً اس سے ٹکرا رہی تھی۔

عبدو: آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟

یوسف: نہیں، پھر میں دروازہ تک گیا اور اسے کھول دیا۔ روشنی اندر آنے لگی۔ اس وقت میں سوچنے لگا۔ سارے دن میں ہی سوچتا رہا کہ روشنی کیسے کام کرتی ہے۔ روشنی ایک خاص طریقے سے کام کرتی ہے۔ آج ہم اس بات پر غور کریں کہ روشنی کیسے کام کرتی ہے۔ پھر ہم کچھ جاننے کے خدا ہمارے دلوں میں کیسے لگا کر رہا ہے۔

عبدو: یہ تو بڑا دل چسپ مضمون ہے۔ آئیے شروع کریں۔

یوسف: اچھا عبدو، تم زبور ۳۶: ۹ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "زندگی کا چشمہ ترسے پاس ہے مگر تیرے فوری بدولت ہم روشنی دیکھیں گے" یوسف

صاحب اس کا مطلب کیا ہے؟

یوسف: ابھی بیان کرتا ہوں۔ پہلے ذرا لیتا: ۱: ۴۵-۴۶ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "فلپس نے متن ایل سے مل کر اس سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰ نے قریت میں اور

نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع نامی ہے۔ متن ایل نے اس سے کہا کہ ناصرت سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے؟ فلپس نے کہا جیل کر دیکھ لے۔

یوسف: عبدو، فلپس متن ایل کو کیا کہتا ہے؟

عبدو: وہ کہتا ہے "آدر جیل کر اسے دیکھ۔ ہمیں یسوع مل گیا ہے جس کا ذکر موسیٰ اور نبیوں نے کیا۔"

یوسف: پھر وہ کیا جواب دیتا ہے؟

عبدو: متن ایل نے کہا "اس کا کیا فائدہ؟ ناصرت سے کوئی اچھی چیز نہیں نکل سکتی۔"

یوسف: تو پھر کیا فلپس متن ایل سے بحث مباحثہ کرنے لگا کہ جس کی بابت موسیٰ نے لکھا تھا وہ نبی ہی

یسوع ہے۔

عبدو: ہرگز نہیں۔

یوسف: سبیٹا، وہ کیا کہتا ہے؟

سبیٹا: وہ کہتا ہے "آدر جیل کر دیکھ لے"

یوسف: عجیب ہے۔ سبیٹا، آدر کہتا ہے "تیرے نور کی بدولت ہم روشنی دیکھیں گے" اس کا مطلب یہ ہے

کہ روشنی اپنا ثبوت آپ سے عبدو، کیا تم نمبردار کے چچا زاد بھائی اصناف کو جانتے ہو؟

عبدو: میں نے اس کے متعلق سنا تو ہے مگر کبھی دیکھا نہیں۔ وہ ہمارے گاؤں کا تو ہے مگر وہ کبھی کراچی سے

باہر نہیں نکلا۔

یوسف: کیا اس نے کبھی گیسوں کا کھتا دیکھا ہے؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ نہیں۔

سبیٹا: یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا اس کے اپنے گھر میں نہیں ہے؟

عبدو: نہیں، کراچی میں لوگ اپنے گھروں میں اناج نہیں رکھتے۔ وہ ہر روز تندو سے روٹیاں خریدتے

ہیں یا پھر دکان سے آٹے آتے ہیں۔

سبیٹا: کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر روز بازار سے روٹیاں خریدتے ہیں؟

عبدو: (ذرا بے صبری سے) سبیٹا، جیسا اب رہنے بھی دو۔ میں کسی دن تمہیں بتاؤں گا کہ شہری زندگی

کیسی ہوتی ہے۔ اب یوسف صاحب کو بیان کرنے دو۔

یوسف: اچھا عبدو، فرض کرو اصناف گاؤں میں آتا ہے۔

عبدو: اچھا تو پھر۔

یوسف: (زور کر) وہ گیسوں کا کھتا دیکھنا چاہتا ہے۔ جو دھری صاحب اُسے ملے گا کہ کھاتے ہیں اور کہتے ہیں "یہ گیسوں کا کھتا

ہے اس پر وہ جواب دیتا ہے کہ ثابت کریں کہ گیسوں کا کھتا ہے۔ جو دھری صاحب جواب دیں گے کہ "یہ تو دیکھ نہیں ہے"



ہو؟ اس میں گیوں بھرسے ہوئے ہیں۔ تم اور کیا چاہتے ہو؟ وہ جواب دے گا: "نہیں، میں تو ثبوت چاہتا ہوں۔ آپ یہ ثابت کریں کہ یہ گیوں کا کھتا ہے۔"

عبدو: یہ تو بے معنی سی گفتگو ہوگی۔ یہ تو زبانی بات ہوگی۔

یوسف: یہ صحیح بات ہے۔ یہ سبکی میرے دوستوں ہی کچھ ہم سب کرتے ہیں۔ حق ایک ثبوت چاہتا ہے کہ میری اس سچ اور خدا کا بیٹا ہے۔ فلیس اسے جواب دیتا ہے "چل کر دیکھو"۔ فلیس صرف یہی کچھ کہہ سکتا تھا۔ میری اپنا ثبوت آپ ہے۔ دادو جی فرماتا ہے "ہم روشنی دیکھیں گے" روشنی اپنا ثبوت آپ ہے۔

عبدو: ہاں، اب تو بات کچھ با مطلب بنتی جا رہی ہے۔

یوسف: عبدو، کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ روشنی روشنی ہے؟

عبدو: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

یوسف: فرض کرو کہ میں تم سے یہ کہوں "ثابت کرو کہ روشنی روشنی ہے۔"

عبدو: میں ثابت نہیں کر سکتا۔ میں آپ کو صرف دکھا سکتا ہوں۔

یوسف: تم نے درست جواب دیا۔ روشنی تو اپنا ثبوت آپ ہے۔ لہذا عبدو، اگر کوئی تم سے میری کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے کیلئے کہے تو تم کیا جواب دو گے؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ مجھے اُسے لیون کو دکھانا ہوگا اور بس۔

یوسف: بالکل ٹھیک ہے۔ بیٹا، کیا تمہارے پیٹے بھی کچھ بڑھ رہا ہے؟

بیٹا: جی ہاں۔ سمجھ رہا ہوں۔

عبدو: بیٹا ذرا غور سے سوچو۔

یوسف: روشنی کیسے کام کرتی ہے؟ پہلی بات یہ ہے کہ روشنی اپنا ثبوت آپ ہے۔ دوسری یہ کہ وہ ٹھکنے نہیں۔

بیٹا: ذرا مکاشفہ ۲: ۲۰ تو پڑھو۔

بیٹا: (پڑھتا ہے) "دیکھو میں دروازہ پر کھڑا ہوا کھٹکھٹاتا ہوں۔ اگر کوئی میری آواز سن کر دروازہ کھولے گا تو میں اس کے پاس اندر جا کر اس کیساتھ کھانا کھاؤں گا اور وہ میرے ساتھ۔"

یوسف: اچھا بیٹا یہ لیب کے باہر چل جاؤ۔

بیٹا: لیب کے باہر جاؤں؟

یوسف: ہاں بیٹا، کمرو سے باہر۔ عبدو تم میرے ساتھ کمرے کے اندر ہی رہو۔

(بیٹا باہر جاتا ہے اور عبدو دروازہ کے اندر کی طرف کھڑا ہو جاتا ہے)

یوسف: (بلند آواز سے) بیٹا کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟

بیٹا: جی ہاں،

یوسف: اچھا تو اب روشنی کو کہو وہ خود بخود اندر آجائے۔

بیٹا: روشنی اس وقت تک اندر نہیں جاسکتی جب تک کہ دروازہ کھلا نہ ہو۔

یوسف: عبدو کیا روشنی دروازہ کو دھکیل رہی ہے؟ کیا تم اس کا زور محسوس کرتے ہو؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: اگر ہوا ہوتی تو وہ زور لگاتی، لیکن کیا روشنی بھی دروازہ کھولنے کے لئے زور لگاتی ہے؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: اس کی وجہ یہ ہے کہ روشنی ہوا کی مانند نہیں ہے۔ روشنی صرف اس وقت ہی اندر آئے گی

جب ہم دروازہ کھولیں۔

یوسف: عبدو۔ اب دروازہ کھول دو اور روشنی کو اندر آنے دو۔

(عبدو دروازہ کھولتا ہے اور بیٹا کے لیب کی روشنی اندر آنے لگتی ہے۔)

یوسف: جب ہم کے دروازہ کھولا تو روشنی اندر آنے لگی۔ بیٹا میاں، اب اندر آ جاؤ اور اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔

یوسف: میرے دوستوں، میں نے پہلے تمہیں بتایا تھا کہ آج صبح جب میں نے اپنا دروازہ کھولا تو کس طرف روشنی اندر آنے لگی تھی؟ فرض کرو اگر میں نہ چاہتا کہ روشنی اندر آئے تو کیا روشنی وہاں سے

چلی جاتی؟ وہ کیسے چلی جاتی؟

عبدو: وہ کیسے چلی جاتی؟ روشنی تو کبھی اپنی جگہ سے نہیں جاتی۔ جہاں وہ ہوتی ہے۔ وہ وہاں ہی ٹھہرتی رہتی ہے۔

یوسف: اگر میں دوسرے کو ہی دروازہ کھولتا تو کیا وہ وہاں موجود ہوتی اور اندر آنے کی کوشش کرتی؟

عبدو: بے شک۔

یوسف: فرض کرو میں سال بھر دروازہ نہ کھولتا تو کیا پھر بھی روشنی دروازہ پر موجود رہتی یا تھک ہار کر واپس چلی جاتی؟ کیا وہ انتظار کرتے کرتے تھک تو نہ جاتی؟

عبدو: نہیں، روشنی تھکتی نہیں۔ وہ سدا انتظار کرتی رہتی ہے۔

یوسف: اچھا بیٹا اب تم بتاؤ کہ تم نے مکاشفہ کی کتاب سے کیا پڑھا تھا؟

بیٹا: "دیکھو میں دروازہ پر کھڑا ہوا کھٹکھٹاتا ہوں۔ اگر کوئی میری آواز سن کر دروازہ کھولے گا تو میں اس کے پاس اندر جا کر اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا اور وہ میرے ساتھ۔"

یوسف: اس آیت میں ہمیں دو باتیں ملتی ہیں۔ میں دروازہ پر کھڑا کھٹکھٹاتا ہے۔ وہ تھکتا نہیں۔ وہ صرف

یوسف: میرا کیا کہتا ہے کہ ہم کون ہیں؟

عبدو: وہ کہتا ہے کہ ہم دنیا کے نور ہیں۔

یوسف: مگر میرے دوستو، جو روشنی ہمارے پاس ہے وہ خدا کی ہے۔ خدا کا نور ہم پر چمکتا ہے اور ہمیں چمکاتا ہے۔ پولس کلیسیوں کو کہتا ہے کہ ہمیں نور کی طرح دنیا میں چمکانا ہے۔ مگر یہ ہماری روشنی نہیں ہے۔ عبدو: اگر کرے میں روشنی نہ ہو تو کیا آئینہ چمک سکتا ہے؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: اگر چاندنی رات نہ ہو تو کیا دریا رات کو چمک سکتا ہے؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: اگر شمع کی آگ بجھیں بند ہوں تو کیا وہ چمک سکتی ہیں؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: اگر شمع برتن کو چھپا کر رکھ دیں تو کیا وہ چمک سکتا ہے؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: اگر آدمی میں مسیح کی روشنی نہ ہو تو کیا اس کی زندگی چمک سکتی ہے؟

عبدو: نہیں، مگر نہیں۔

یوسف: دیکھا میرے دوستو، ہم دنیا کے نور ہیں۔ لیکن ہماری روشنی خدا کی طرف سے ہے۔ دریا چاندنی رات میں چمکتا ہے، مگر وہ چمک دریا کی نہیں ہوتی۔ وہ چاند کی روشنی ہوتی ہے۔ ایک نیا برتن سورج کے سامنے چمکتا ہے۔ وہ چمک برتن کی نہیں ہوتی بلکہ سورج کی ہوتی ہے۔ ہمیں دنیا میں چمکانا چاہیے۔ لیکن وہ روشنی کس کی ہے؟ بسطیہ ذرا تم بتاؤ۔

بسطیہ: وہ مسیح کی روشنی ہے۔

یوسف: درست ہے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر ہم رات کو چمکتے ہوئے دریا کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو

کیا ہم دنیا کا شکر ادا کرتے ہیں یا چاند کا؟

بسطیہ: ہمیں چاند کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

یوسف: اگر ہم نئے برتن کی چمک دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ہمیں کس کا شکر ادا کرنا چاہیے، برتن کا یا سورج کا؟

سورج کا؟

بسطیہ: جیسے سورج کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

یوسف: اگر کسی آدمی کی زندگی میں خدا کی روشنی چمکتی ہے تو کیا ہم اس آدمی کی تعریف کرتے ہیں یا خدا کی؟

خدا کی؟

عبدو: اب میں سمجھا۔ ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن جناب حقیقت تو یہ ہے کہ ہم ہمیشہ خدا کی سبائے اس آدمی کی تعریف کرتے ہیں۔

یوسف: مجھے معلوم ہے۔ لیکن جب ہم ایسا کرتے ہیں تو وہ خدا کی روشنی نہیں ہوتی ہے جو چمکتی ہے بلکہ وہ ہماری اپنی روشنی ہوتی ہے۔ مسیح نے کیا کہا؟ اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہاری تعریف کریں۔ کیا ایسا ہی لکھا ہے؟

بسطیہ: نہیں، نہیں۔

یوسف: پھر کیا لکھا ہے؟

بسطیہ: یہ آیت کہتی ہے کہ ".... تاکہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو اسمان پر ہے تعریف کریں۔"

عبدو: یوسف صاحب، یہ ہمارے لئے ایک نیا خیال ہے۔

یوسف: بے شک یہ تمہارے لئے نیا ہے۔ مگر میرے دوستو، یہ بے بہت پرانا۔ تم نے کئی مرتبہ سنا ہوگا۔ مگر کبھی توجہ نہیں دی۔ اچھا عبدو، اب مجھے فوراً روشنی کی پانچ خوبیاں بتاؤ۔ یہی خوبیاں خدا کی بھی ہیں کیونکہ خدا نور ہے۔

عبدو: کوشش کروں گا۔ روشنی اپنا ثبوت آپ سے۔ روشنی ٹھنکی نہیں۔ روشنی زبردستی اندر داخل نہیں ہوتی بلکہ بلانے سے اندر آتی ہے۔

یوسف: بہت خوب، عبدو میاں تم نے ٹھیک جواب دیا۔ بسطیہ اب باقی تم بیان کرو۔

بسطیہ: روشنی تاریکی کو چمکا دیتی ہے۔

یوسف: (خوش ہو کر) بسطیہ، اب تو تم ہوشیار ہونے جا رہے ہو۔ عبدو، اب آخری کام تم بتاؤ؟

عبدو: روشنی دوسری اشیاء کو چمکاتی ہے۔

یوسف: اس کا کیا مطلب ہے؟

عبدو: اس کا مطلب ہے کہ خدا میں منور کرتا ہے تاکہ ہم دنیا کے نور بن سکیں۔

یوسف: اور کس کو حلال دے سکیں؟

عبدو: ہمیں اپنے آسمانی باپ کو حلال دینا ہے۔

یوسف: میرے دوستو، ہم نے دیکھا کہ خدا نور ہے۔ وہ ہمیں منور کرتا ہے۔ وہ سچا اور وفادار ہے۔

وہ روشنی کی طرح کام کرتا ہے۔ ہمارا خدا کتنا عظیم خدا ہے۔

## بحث و تجویز کے لئے

### سوالات

- ۱۔ تلافی۔ یہ سبق دوسرے اسباق سے مختصر ہے، اب ہم نے "خدا نور ہے" کے موضوع کو ختم کر لیا ہے۔ اس موضوع پر اسباق کے تمام سوالات کو دہرائیں۔ ہر سوال پر تھوڑا موقوفہ عذر کریں۔ اور کوشش کریں کہ آپ ہر سبق کا خلاصہ جانیں۔
- ۲۔ ہم کس طرح ثابت کر سکتے ہیں کہ روشنی روشنی ہے؟
- ۳۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ روشنی اپنا ثبوت آپ ہے تو ہمارا اس سے کیا مطلب ہوتا ہے؟
- ۴۔ لیورج دروازہ پر کھڑا کھٹکھٹاتا ہے۔ لیکن وہ صرف تھوڑی دیر تک ہی کھٹکھٹاتا ہے کیا یہ درست ہے یا غلط؟
- ۵۔ ہوا دور سے داخل ہوتی ہے لیکن روشنی زور سے داخل نہیں ہوتی۔ اس حقیقت سے ہمیں خدا کے بارے میں کیا سبق ملتا ہے؟
- ۶۔ کیا تاریکی روشنی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے؟
- ۷۔ اگر روشنی اچھی ہے تو کیا وجہ ہے کہ لوگ تاریکی کو پسند کرتے ہیں؟
- ۸۔ مسیح نے کہا "تم دنیا کے نور ہو" کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نور کا سرچشمہ ہیں؟ بیان کریں۔
- ۹۔ جب ہم نیک کام کرتے ہیں تو ہماری خواہش ہوتی ہے کہ لوگ ہماری تعریف کریں، ایسا کیوں ہے؟ تعریف کس کی ہوتی چاہیے؟

### خلاصہ سبق:

خدا نور ہے اور وہ ہمارے دلوں میں نور کا سا کام کرتا ہے۔  
 اگر ہم مسیح پر نظر کریں تو ہمیں ثبوت تلاش کرنے کی حاجت نہیں رہتی کہ وہ خدا ہے۔  
 وہ ہمارے دل کے دروازہ پر کھڑا کھٹکھٹاتا ہے۔  
 روشنی کی طرح وہ تھکتا نہیں۔  
 روشنی کی طرح وہ صرف اس وقت ہی داخل ہوتا ہے۔ جب ہم اسے دعوت دیتے ہیں۔  
 جب داخل ہوتا ہے تو وہ ہماری زندگی سے تاریکی کو بھگا دیتا ہے۔

جب وہ داخل ہوتا ہے تو ہماری زندگی میں شمع روشن کر دیتا ہے اور ہم چمکنے لگتے ہیں۔  
 جب اس کا نور ہم میں پکنا ہے تو ہم اس کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔

### مقولہ ۱

آدمیوں میں خدا کا نور ہے۔ اس کے لئے ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں، آدمیوں کی نہیں۔



## ازل سے ابد تک ایک ہی خدا

تلاوت کے لئے ۱۔ ۱۔ پطرس ۲: ۱۱؛ ۱۔ کرنتھیوں ۸: ۶-۷؛ ۱۔ تیسلیکیروں ۱۳: ۱۴؛

انیسوں ۴: ۶-۷؛ ۲۔ کرنتھیوں ۱۳: ۱۴؛ ۱۹: ۲۸

تفصیل سبق: ہم نے پہلے اس بات پر غور کیا کہ خدا عظیم ہے۔ پھر ہم نے یہ دیکھا کہ خدا لہ ہے۔ اب ہم اس بات پر غور کریں گے کہ وہ تین ہیں ایک ہے۔ ہمارے مشاہدہ میں بہت سی ایسی چیزیں آتی ہیں جو کہ تین میں ایک ہیں۔ ایک کتاب پر غور کریں۔ اس کی لمبائی، چوڑائی اور موٹائی ہوتی ہے۔ گویہ تین مختلف صورتیں ہیں لیکن کتاب پھر بھی ایک ہے۔ اگر آپ مکان بنانے کے لئے جو مصالح استعمال کرتے ہیں اُس پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ سیمنٹ، ریت اور پانی سے مل کر بنتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ایک ہیں، لالٹین، جو ہم اپنے گھروں میں روشنی کے لئے استعمال کرتے ہیں اُس میں آگ، گرمی اور روشنی ہوتی ہے۔ یہ تین چیزیں ہیں مگر ایک ہیں۔ وادی میں تین ہوا میں چل سکتی ہیں مگر جب وہ وادی میں آتی ہیں تو ایک ہوتی ہیں۔ ایک شخص سوچتا ہے، محسوس کرتا ہے اور خواہش کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ایک شخصیت ہے۔ ایک شخص کو تین مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اس کا باپ اُسے بیٹا کہتا ہے۔ اس کا اپنا بیٹا اسے باپ کہتا ہے۔ اس کے دوست اسے اس کے نام سے پکارتے ہیں۔ لیکن وہ تین اشخاص نہیں ہیں۔ وہ فرد واحد ہے۔ خدا کا بھی یہی حال ہے۔ خدا کے بہت سے نام ہیں، مگر ان ناموں کے باعث وہ بہت سے خدا نہیں۔ ہم خدا کو باپ، بیٹا اور روح القدس کے نام سے پکارتے ہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کا کیا مطلب ہے۔ ان کو سمجھنے کے لئے ہم مختلف الفاظ استعمال کریں گے۔ آئیے ہم خدا کو خالق، نجات دہندہ اور پاک کرنے والا کہیں۔ جب ہم خدا کو باپ، بیٹا اور روح القدس کہتے ہیں تو اس سے ہمارا تعلق بہت مطلب بھی کچھ ہوتا ہے۔ خدا تین ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ایک ہے یہ حقیقت ہمیں بائبل مقدس میں شروع سے لے کر آخر تک نظر آتی ہے۔ گو اس کا سمجھنا قدرے مشکل ہے، مگر حقیقت یہی ہے۔ خدا ایک ہے جیسے کہ کتاب، مصالح، لالٹین، ہوا اور آدمی، اپنی اپنی جگہ ایک ہیں۔ خدا ابتداء سے انتہا تک ایک ہے۔

تیسرا حصہ

## خدا تین میں ایک ہے

”سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں“

(۱۔ کرنتھیوں ۸: ۶)

## خاکہ : ازل سے اب تک ایک ہی خدا

- ۱۔ ہمارے سامنے بہت سی چیزیں ہیں جو کہ تین ہیں مگر ہم بھی ایک ہیں۔  
(الف) کتاب (المائی، چوڑائی اور موٹائی)  
(ب) مطالعہ (سینٹ، ریت اور پانی)  
(ج) لالٹین (آگ، روشنی اور گرہنی)  
(د) ہوا (وادی میں تین ہوا میں)  
(ه) انسان (سوچنا، محسوس کرنا اور خواہش کرنا)  
(و) ایک شخص (باپ، بیٹا اور اس کا اپنا نام)  
۲۔ خدا تین میں ایک ہے۔  
(الف) خدا کے بہت سے نام یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ بہت سے خدا ہیں۔  
(ب) خدا ہے خالق، نجات دہندہ اور پاک کرنے والا۔  
(ج) خدا ازل سے اب تک ایک ہے

## منظر نمبر ۱۲

ڈرامہ کے افراد : یوسف صاحب

عبدو

بسیط

صدیق

(یوسف اپنی بیچل میں بیٹھا سوچ رہا ہے۔)

یوسف : (وہ بے لگتہ ہے) "کافی دن ہوئے عبدو نے مجھ سے یہ پوچھا تھا کہ خداتین میں ایک کیسے ہے۔ وہ اور بسیط کافی صبر سے انتظار کرتے رہے ہیں۔ وہ کافی دنوں سے آ رہے ہیں اور ابھی کافی باتیں پڑی ہیں۔ جن پر سوچ بچار کرنا ضروری ہے۔ ہم نے ابھی اس پر بھی غور نہیں کیا کہ خدا پاک ہے اور نہ ہی اس پر کہ وہ محبت ہے لیکن اب اس بات پر غور کیا جائے کہ خداتین میں ایک ہے۔ یہ ایک مشکل موضوع ہے۔ خدا مجھے اتنی سمجھ بخنے کہ میں اپنے دوستوں کو سمجھا سکوں۔" اے خدا، ہم تیری بابت بہت کم سمجھتے ہیں تو ہمیں سمجھنے کے لئے عقل بخش

(عبدو اور بسیط اندر آتے ہیں)

یوسف : آداب عرض میرے دوستو۔

عبدو و بسیط : آداب عرض جناب یوسف صاحب، ہمیں آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی، امید ہے کہ آپ خدا کے فضل سے خیریت سے ہوں گے۔

یوسف : خداوند کا شکر ہو۔ میں خیریت سے ہوں۔ بیٹھے جاؤ۔

عبدو : شکریہ۔ بزرگ یوسف، آج ہم کس موضوع پر غور کریں گے؟

یوسف : اس سے پہلے ہمارا موضوع کیا تھا؟

عبدو : ہم اس بات پر غور کر چکے ہیں کہ خداوند کس طرح ہے۔

یوسف : ہاں یہ ہمارا موضوع تھا۔ لیکن بسیط اس سے پہلے کیا تھا؟

بسیط : ہم نے اس بات پر غور کیا کہ خدا عظیم ہے۔

یوسف : شاباش۔ دیکھا عبدو، اب تو بسیط ہوشیار ہوتا جا رہا ہے

عبدو : میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ یہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ مگر اس نے تو کمال کر دیا ہے۔

بسیط : مگر میں کیا کر سکتا ہوں؟

یوسف : تم کیا کر سکتے ہو؟ جو قابلیت خدا نے تمہیں دی ہے، اسے استعمال کرو

بسیط : بہت اچھا جناب۔

یوسف : آج ہم ایک نئے موضوع پر گفتگو کریں گے۔ ہم نے کافی دنوں تک اس بات پر غور کیا کہ خدا

عظیم ہے اور پھر ہم نے کافی دنوں تک یہ بھی دیکھا کہ خدا نور ہے۔ اب ہمیں اس بات پر غور

کرنا چاہیے کہ خدا کیزکرتین میں ایک ہے۔

عبدو : (غرض ہو کر) تو پھر میں اس قضیہ کو جواب دے سکوں گا۔ آئندہ جب میں گوشت خریدنے

جاؤں گا تو مجھے امید ہے کہ میں اسے جواب دینے کے قابل ہوں گا۔

یوسف : مجھے خوشی ہوئی کہ تم اپنے دوست کو بھولے نہیں ہو۔ اگر تم اپنے دوست کو سمجھا سکو، تو یہ

بہت اچھا ہوگا۔

عبدو : لیکن یہ آپ کی مہربانی ہی سے ہو سکتا ہے۔

یوسف : نہیں خدا کی مہربانی سے میرے دوستو، یہ موضوع کچھ مشکل ہے۔ پولس رسول و میدوں کے

خط میں بیان کرتا ہے: "وہ! خدا کی دولت اور حکمت اور علم کیا ہی عمیق ہے! اس کے

فیصلے کس قدر ادراک سے پرے اور اسکی دایاں کیا ہی بے نشان ہیں!"

بیٹا: اس کا کیا مطلب ہے؟  
یوسف: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بہت سی چیزوں کو سمجھ نہیں سکتے۔

بیٹا: میرا بھی یہی خیال ہے۔  
یوسف: تو بھی، میں کچھ نہ سمجھتا تو ہے تاکہ ایمان لا سکیں۔  
عبدو: یوسف صاحب، میں تو انہیں سمجھنا چاہتا ہوں۔

یوسف: یہ تو بڑی نیک خواہش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمام لوگ تمہاری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔  
لیکن میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ خدا نے اس جہان کو کیسے پیدا کیا؟  
بیٹا: یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس نے اس جہان کو کیسے پیدا کیا۔ مگر ہم یہ جانتے ہیں کہ اس نے اسے پیدا کیا۔ خدا ایک ہی وقت میں ہر جگہ کیسے حاضر و ناظر ہے؟  
عبدو: یہ بھی بہت مشکل ہے۔ ہم سمجھ نہیں سکتے۔

یوسف: ہاں حقیقت یہی ہے۔ مگر پھر بھی ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک اور سوال ہے۔  
جسمانی موت کے بعد ہماری زندگی کیسی ہوگی؟

عبدو: آپ جانتے ہی ہیں کہ اگر ہم ایمان لے آئیں تو خدا کے ساتھ بہشت میں ہوں گے۔  
یوسف: لیکن وہ زندگی کیسی ہوگی؟

عبدو: یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا۔  
یوسف: درست ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی حال اس مظلوم کا ہے۔ آج ہم اسے زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اچھا عبدو۔  
عبدو: فرمائیے۔

یوسف: ہمارے سامنے بہت سی چیزیں ہیں جو تین ہیں مگر پھر بھی ایک ہیں۔  
بیٹا: مگر یہ کیونکر ممکن ہے؟

یوسف: بیٹا ذرا اس کتاب پر غور کرو جو تمہارے پاس بڑی ہے۔ وہ کتنی لمبی ہے؟  
بیٹا: مجھے معلوم نہیں، شاید آٹھ نوایچ لمبی ہو۔

یوسف: اور کتنی چوڑی ہے؟  
بیٹا: شاید چھ انچ۔

یوسف: اور کتنی موٹی ہے؟  
بیٹا: غالباً دو انچ۔

یوسف: اچھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں مٹی، لہائی اور چوڑائی ہے۔  
بیٹا: اے شک ایسا ہی ہے۔

یوسف: تو یہ یقیناً تین چیزیں ہونگی۔ یہ ایک نہیں ہو سکتی۔ میں لہائی کو جانتا ہوں، میں چوڑائی اور مٹی کو بھی سمجھتا ہوں۔ میں ان تینوں کو الگ الگ سمجھتا ہوں۔ چنانچہ تمہارے پاس جو کتاب بڑی ہے وہ یقیناً تین ہوں گی۔

بیٹا: نہیں، نہیں، یہ تو ایک کتاب ہے۔  
یوسف: بیٹا جیسا ذرا غور کرو کہ اگر اس کی لہائی، چوڑائی اور مٹی تین تہ تو وہ کیسے ایک ہو سکتی ہے؟

بیٹا: مجھے کیا معلوم، کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں؟ یہ دیکھیں یہ ایک ہی کتاب ہے۔  
یوسف: ہاں، اے شک، یہ ایک ہی کتاب ہے۔ لیکن اس میں تین چیزیں ہیں جو کہ ایک ہیں۔ عبدو ذرا صدیق کو تو ملانا۔ وہ مرگ کے پار مہربان کے مکان پر کام کر رہا ہے۔

(عبدو باہر نکل کر صدیق کو آواز دیتا ہے) اچھا صدیق ذرا بات تو سنو، ادھر آؤ!  
صدیق: (دور سے جواب دیتا ہے) ہاں بھائی عبدو کیا بات ہے؟

عبدو: یوسف صاحب نے آپ کو بلا یا ہے۔  
صدیق: بہت اچھا، ابھی حاضر ہوا۔ حضور! سامعہ! ہوتا ہے۔ اُسے ختم کروں۔

یوسف: (کہو میں سے آواز دہلتا ہے) عبدو! اُسے کہو کہ وہ حضور! سامعہ! بھی اپنے ساتھ لیتا آئے۔  
عبدو: (دبیر آواز دیتا ہے) اچھا صدیق۔

صدیق: ہاں عبدو۔  
عبدو: یوسف صاحب نے کہا ہے کہ اپنے ساتھ حضور! سامعہ! بھی لیتے آئیں۔

صدیق: میں یوسف صاحب کی خدمت میں ابھی حاضر ہوا۔  
عبدو: لیکن مہربانی سے ذرا جلدی آئیں۔

صدیق: اچھا ابھی آیا۔  
(چند لمحوں بعد صدیق ایک ہاتھ میں کرنی اور دوسرے ہاتھ میں ایک کڑی کے ٹکڑے پر حضور! سامعہ! داخل ہوتا ہے۔)

یوسف: آؤ صدیق جیسا آؤ۔ ادھر بیٹھو۔  
صدیق: آداب عرض یوسف صاحب۔ آپ نے کبے یاد فرمایا؟

یوسف: ہم ایک سوال پر غور کر رہے ہیں۔



صدقہ فرمائیے!

یوسف: یہ جو معاملہ آپ کے لئے ہے اس میں کس چیز سے بنا ہے؟

صدقہ: اس بندہ کا مکان بنانا ہوں۔ یہی ایشیوں کے لئے گارا اچھا نہیں ہوتا یہ مصالحہ سینٹ سے بنا ہوا ہے اس لئے بہت مضبوط ہوگا۔

یوسف: یہ تو میں جانتا ہوں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ معاملہ کس چیز سے بنا ہے؟

صدقہ: اس میں پانی اریٹ اور سینٹ ملا ہوا ہے۔

یوسف: اچھا تو اس میں تین چیزیں ملی ہوئی ہیں۔

صدقہ: جی ہاں تین چیزیں یعنی پانی اریٹ اور سینٹ۔

یوسف: پھر تو یہ مصالحہ تین چیزیں ہوئیں۔

صدقہ: نہیں جناب معاملہ تو ایک ہی ہے۔

یوسف: بسیط ذرا اس معاملے میں سے پانی الگ کرنا۔ مجھے یہ یاس لگ رہی ہے۔

بسیط: (اُسے یہ سمجھ نہیں لگی کہ کیا کرنا چاہئے) آپ اُسے بیٹے کے کیسے؟ اگر آپ اس معاملے کو بیٹے کے تو مر جائیں گے۔ اگر آپ اس کا پانی بیٹے کے تو اس کے ساتھ سینٹ اور ریت بھی پی لیں گے۔

یوسف: کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ اگر میں اس کا پانی پیوں گا تو اس میں ریت اور سینٹ بھی موجود ہوں گے؟

بسیط: جی ہاں۔ وہ تو سب ملے ہوئے ہیں۔

یوسف: اچھا تو شاید تمہارا مطلب یہ ہے کہ اس میں سے پانی کو الگ کر کے نہیں پیا جاسکتا؟

صدقہ: یہ ناممکن ہے۔ وہ تو آپس میں مل ہو گئے ہیں۔

یوسف: اچھا تو میرے دوستو تم اس سے کیا سمجھو؟ عید و ذرا تم بناؤ۔

عبدو: اب میں سمجھا یہ تو بڑا ایک بن گئے ہیں

یوسف: خدا تین ہے مگر پھر بھی ایک ہے۔ لیکن میرے دوستو! اس کے علاوہ میں پانی کو ریت اور سینٹ

کو ہاتھ لگائے بغیر نہیں چھو سکتا۔ اسی طرح میں ریت کو پانی اور ریت کو ہاتھ لگائے بغیر نہیں چھو

سکتا، کیونکہ معاملہ ایک ہے۔ یہی حال خدا کا ہے۔ جب میں ریت کے بارے میں سوچتا ہوں تو یہ کہتا

ہے ”میں اور باپ ایک ہیں“ جب میں روح القدس کو چھوتا ہوں تو تمام خدا کو چھوتا ہوں۔

جب میں ریت کے بارے میں سوچتا ہوں تو میں تمام خدا کے بارے میں سوچتا ہوں۔ جب باپ کا روح ہمارے

دلوں میں کام کرتا ہے تو یہ تمام خدا ہے۔ خدا ہم سے باپ کا ساتھ لے رہا ہے یہ بھی تمام خدا

ہی ہے۔ بے شک خدا تین ہے مگر پھر بھی وہ ایک ہے، اسی طرح کہ معاملہ ایک ہے۔ خدا کے متعلق

سوچنا تمام تر خدا کے متعلق سوچنا ہے۔ صدقہ میاں، تمہاری خدمت کا بہت بہت شکریہ۔  
ہمارا مقصد پورا ہو گیا۔

صدقہ: میری خدمت کا؟ میں نے تو آپ کی کوئی خدمت نہیں کی۔

عبدو: نہیں چچا صدقہ! آپ کی بدولت ہم نے ایک بہت بڑی بات کو سمجھ لیا ہے۔

صدقہ: بہت بہتر۔ میں ہر وقت آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ اب مجھے اجازت دیجئے مجھے

اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے کام ختم کرنا ہے۔

یوسف: بے شک جاؤ صدقہ بھائی۔ بہت شکریہ۔

صدقہ: خدا حافظ (صدقہ چلا جاتا ہے)

سب: خدا حافظ۔

یوسف: اب ہم کسی اور بات پر غور کریں۔ بسیط!

بسیط: جی فرمائیے!

یوسف: تمہارے پیچھے دیوار کے ساتھ کونے میں لالٹین رکھی ہے۔ اسے جلا کر میز پر رکھ دو۔

(بسیط اٹھ کر لالٹین لاتا ہے اور جلا کر یوسف کے سامنے میز پر رکھ دیتا ہے)

بسیط: جناب اور کوئی کام؟

یوسف: بس شکریہ۔ اب میرے دوستو! یہ لالٹین۔ عبدو تم کیا دیکھ رہے ہو؟

عبدو: لالٹین۔

یوسف: میرا مطلب ہے اسے جلائے کے بعد کیا دیکھ رہے ہو؟

عبدو: روشنی۔

یوسف: اس کے علاوہ؟

عبدو: اس میں آگ بھی نظر آ رہی ہے۔

یوسف: اور کیا؟

عبدو: (سوچتے ہوئے) مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: بسیط ذرا اپنا ہاتھ تو ادھر لاؤ۔ (وہ بسیط کا ہاتھ پکڑ کر لالٹین کے اوپر رکھتا ہے۔ بسیط

جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیتا ہے)

بسیط: یوسف صاحب آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ تو گرم ہے۔

یوسف: بسیط کیا تم نے کچھ محسوس کیا؟

بسیط، جی ہاں۔ میں نے پیش محسوس کی۔

یوسف: بہت اچھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ لائین میں آگ، روشنی اور گرمی ہے۔ صبح ہے بسیط میاں؟

بسیط: جی ہاں، درست ہے۔

یوسف: عبدو، اگر ہم اس میں سے آگ نکال دیں تو کیا وہاں روشنی اور گرمی موجود رہے گی؟  
عبدو: ہرگز نہیں۔ اگر آپ لائین میں سے آگ نکال دیں گے تو روشنی اور گرمی بھی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

یوسف: اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ آگ اور روشنی کے بغیر گرمی رہ سکتی ہے؟

عبدو: یہ ناممکن ہے۔ روشنی گرمی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

یوسف: بسیط کیا آگ اور گرمی بغیر روشنی کے ہو سکتی ہیں؟

بسیط: نہیں، یہ ناممکن ہے۔

یوسف: بہت خوب۔ اچھا میرے دوستو! اب اس لائین پر نظر کرو۔ اس میں ہم تین چیزیں دیکھتے ہیں پھر بھی وہ تینوں ایک ہیں۔ اس میں آگ، روشنی اور گرمی ہے۔ ہم آگ، روشنی اور گرمی کو جانتے ہیں کہ وہ کیا ہیں گو وہ مختلف ہیں مگر یہاں وہ تینوں ایک ہیں۔ خدا بھی ایسا ہے۔ خدا باپ آگ کی مانند ہے۔ خدا بیٹا روشنی کی مانند ہے کیونکہ وہ ہمیں منور کرتا ہے۔ خدا پاک روح گرمی کی مانند ہے۔ کیونکہ گرمی طاقت ہے اور پاک روح بھی طاقت ہے۔

عبدو: (خوش ہو کر) یہ مثال اب میں تصافکے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔ وہ اس سادہ مثال کو سمجھ جائے گا یہ بڑی عمدہ مثال ہے۔ یوسف صاحب آپ نے ایک بڑا عظیم خیال پیش کیا ہے۔

یوسف: اب ہم کسی اور چیز پر غور کریں جو کہ تین بھی ہو اور ایک بھی۔ بسیط کیا تین پتھر ایک بن سکتے ہیں۔

بسیط: میرا خیال ہے کہ نہیں۔

یوسف: بسیط تم نے صبح جواب دیا ہے۔ لیکن عبدو کیا تین ہوں اگر ایک ہی سمت کو چلیں تو کیا وہ ایک ہیں؟

عبدو: جی ہاں، ایک ہیں۔

یوسف: اچھا تو اب سنو۔ خدا روح ہے۔ خدا پتھر کی مانند مادہ ہے نہیں ہے جو کہ خدا روح ہے اس لئے تین روحیں بڑی آسانی سے ایک بن سکتی ہیں۔ کیا کہیں تم نے یہ سوچا ہے کہ کیوں صحن

کی نسبت گل میں ہوا تیز چلتی ہے؟

عبدو: میں نے کبھی نہیں سوچا۔

یوسف: لیکن ہے ایسا ہی۔ کسی وقت اپنے صحن میں کھڑے ہو کر دیکھنا تو معلوم ہو گا کہ وہاں ہوا تیز نہیں ہے یا اپنے کونٹے پر چڑھ کر دیکھنا تو وہاں بھی ہوا اتنی تیز نہیں ہوگی اور پھر گل میں چل کر دیکھنا تو متنبہ معلوم ہو جائے گا کہ وہاں ہوا بڑی تیز ہے۔ ایسا کیوں ہے؟  
عبدو: یوسف صاحب مجھے معلوم نہیں کہ گل میں ہوا کیوں تیز ہوتی ہے۔ میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی۔

یوسف: یہ اس لئے ہے کہ بعض اوقات گل میں دو ہوائیں اگر مل جاتی ہیں اور وہ گل میں ایک ہوا بن کر گزرتی ہیں۔

بسیط: اچھا! تو یہ بات ہے۔

یوسف: اب ذرا غور سے سنو۔ خدا روح ہے اس لئے یہ بہت آسان ہے کہ تین روحیں ایک بن جائیں۔ عبدو: یوسف صاحب، یہ بھی اچھا خیال ہے۔ مگر میری دانت میں مٹائے اور لائین کی مثالیں بہتر ہیں۔

یوسف: یہ تینوں مثالیں ہماری متھوڑی سی مدد کرتی ہیں۔ اب ہم ایک اور مثال پر غور کریں۔ عبدو تم آدمی ہو اور سوچ سکتے ہو۔

عبدو: جی ہاں۔

یوسف: اور بسیط تم محسوس کر سکتے ہو۔ کیوں درست ہے نا؟

بسیط: بے شک، ہر آدمی محسوس کر سکتا ہے۔

یوسف: اور ہر آدمی خواہش بھی رکھتا ہے۔

عبدو: جناب آپ کی ان سے کیا مراد ہے؟

یوسف: میرا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان سوچ سکتا، محسوس کر سکتا ہے اور خواہش کر سکتا ہے۔

عبدو: بے شک۔

یوسف: اچھا تو عبدو اب یہ بتاؤ کہ جب تم سوچتے ہو تو کیا تمہاری پوری شخصیت سوچتی ہے یا تمہارا ایک حصہ ہی؟

عبدو: یقیناً میری پوری شخصیت ہی سوچتی ہے۔

یوسف: جب تم اپنی کس بیچنے کے بارے میں سوچتے ہو تو کیا تمہاری پوری شخصیت سوچتی ہے یا اس کا کچھ حصہ؟

عبدالہ نہیں میری پوری شخصیت سوتی ہے۔

یوسف: جب تم اپنے بیٹے کو پیار کرتے ہو تو کیا تمہارا پورا دل اس کے لئے پیار محسوس کرتا ہے یا اس کا کچھ حصہ؟

عبدالہ: نہیں، میری پوری شخصیت اس کیلئے پیار محسوس کرتی ہے۔

یوسف: تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ایک سے زیادہ شخصیت ہو۔ جب تم سوچتے ہو تو وہ ایک عبدالہ ہوتا ہے، جب محسوس کرتے ہو تو وہ دوسرا اور جب خواہش کرتے ہو تو وہ تیسرا عبدالہ ہوتا ہے۔

عبدالہ: نہیں، انہی میں تو صرف ایک شخصیت ہوں۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں تین ہوں۔ یوسف: اچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم تین ہوتے ہوئے بھی ایک ہو، ہر آدمی ایک ہی شخصیت ہے حالانکہ وہ سوچتا، محسوس کرتا اور خواہش کرتا ہے۔ لیکن عبدالہ ایک اور چیز ہے۔

عبدالہ: جناب! وہ کیا؟

یوسف: خلیل تمہیں کیا کہتا ہے؟

عبدالہ: وہ مجھے ”ابا“ کہتا ہے۔

یوسف: اور تمہارا باپ تمہیں کیا کہتا ہے؟

عبدالہ: وہ مجھے ”بیٹا“ کہتے ہیں۔

یوسف: اور میں تمہیں دوست کہتا ہوں۔

عبدالہ: اہ! یہ تو آپ کی ذرۂ نوازی ہے کہ آپ مجھے دوست کہیں۔

یوسف: اچھا تو اب سنو، یہاں میں تین نام ملتے ہیں۔ تم باپ ہو۔ تم بیٹے ہو۔ تم دوست ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ تم تین شخص ہو۔

بیسیط: نہیں، انہیں عبدالہ صرف ایک شخص ہے۔

یوسف: کیوں؟ باپ الگ شخصیت ہے اور بیٹا الگ اور دوست ایک تیسری شخصیت ہے۔ چنانچہ عبدالہ تین مختلف شخصیتیں ہوا۔

بیسیط: یوسف صاحب! گو میں اسے اچھی طرح تو نہیں سمجھ سکا مگر یہ جانتا ہوں کہ عبدالہ ایک ہی شخص ہے۔

یوسف: اب ہم اسے دوسری طرح بیان کرتے ہیں۔ عبدالہ کی خلیل صرف تمہاری شخصیت کے تیسرے حصے کو جانتا ہے یا وہ تمہاری پوری شخصیت کو جانتا ہے؟

عبدالہ: وہ میری پوری شخصیت کو جانتا ہے۔ میں اس کا باپ ہوں۔

یوسف: میں اور بیسیط تمہارے دوست ہیں۔ ہم تمہاری شخصیت کے تیسرے حصے کو نہیں مگر پوری شخصیت کو جانتے ہیں۔ کیوں۔ بیسیط یہ درست ہے نا؟

بیسیط: بالکل درست ہے۔

یوسف: خدا باپ، بیٹا اور دوست اللہ ہے۔ یہ اسی طرح ہے۔ عبدالہ جیسے کہ تم باپ، بیٹا اور دوست ہو۔ لیکن میرے دوستوں، ہمیں یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مثال بھی خدا کو پوری طرح بیان نہیں کر سکتی۔ جب ہم خدا کو باپ کہتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا کے بھی ہماری طرح بننے ہیں۔ ہم کسی اور دن اس بات پر غور کریں گے۔ پیرا مطلب صرف یہ ہے کہ یہاں بھی تین چیزیں ہیں جو کہ ایک ہیں۔ عبدالہ کی مثال کی مدد سے ہم اسے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یہیں محسوس ہے کہ عبدالہ ایک باپ ہے، بیٹا ہے اور دوست ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ ایک ہے۔

عبدالہ: میں نے تو کبھی یہ سوچا ہی نہیں تھا۔ آپ نے تو ہمیں بہت سی چیزیں بتائی ہیں جو کہ تین ہیں ایک ہیں۔ مثلاً کتاب، مصالحہ، لالین اور انسان جو سوچتا، خواہش کرتا اور محسوس کرتا ہے، انسان جو باپ، بیٹا اور دوست ہے۔ ہم نے اس طرح تو ان کے متعلق کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

یوسف: اگر ہم ان چیزوں کا جو خدا نے پیدا کی ہیں۔ شاید کریں تو وہ ہمیں بہت سی اور باتیں سکھائیں گی۔ تمہیں یاد ہو گا کہ پچھلے سال جب ہمارے مناد کو شخص کی گئی تھی تو ہم نے اس خوشی میں گاؤں والوں کی ضیافت کی تھی؟

بیسیط: بے شک ایسے شک ہمیں یاد ہے۔ وہ تو بڑی شاندار ضیافت تھی۔

یوسف: اس وقت بہت سے لوگوں نے کلیسا کو مبارک باد دی تھی۔ تمہیں یاد ہو گا کہ ساتھ ملے گاؤں کا شیخ علی بھی مبارکباد دینے آیا تھا۔

عبدالہ: مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ شیخ علی ایک اچھا آدمی ہے۔

یوسف: اس نے کیا کہا تھا؟

عبدالہ: اس نے کہا تھا کہ ”خدا کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے...“ اس نے انہی الفاظ سے شروع کیا تھا۔

یوسف: جب ہمارے مسلمان دوست کہتے ہیں کہ ”خدا رحمان اور رحیم ہے“ تو کیا وہ ”خدا پر ایمان رکھتے ہیں“ یعنی ایک ہو کہ رحیم ہے اور دوسرا رحمان؟

عبدالہ اور بیسیط: (بڑے جوش سے) نہیں نہیں یوسف صاحب! آپ تو ان کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں، پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟



عبدو: آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ ہم اور ہمارے مسلمان دوست صرف ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔  
یوسف: بے شک میں جانتا ہوں مگر ذرا صبر کرو اور غور سے سنو۔ اگر ہم چاہیں تو خدا کو رحمان اور رحیم کہہ  
سکتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہو کہ ہمیں ہے کہ وہ خدا ہیں۔ ہم خدا کو خالق، نجات دہندہ اور پاک  
کرنے والا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تین خدا ہیں۔ خدا باپ خالق ہے۔ خدا بیٹا  
نجات دہندہ ہے اور خدا پاک روح پاک کرنے والا ہے۔ ہم اسے تین ناموں سے پکارتے ہیں اس  
کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تین خدا ہے۔

عبدو: یہ تو ایک نیا خیال ہے۔

یوسف: میرے دوستو، ہم اپنی دعا کو یوں شروع اور ختم کر سکتے ہیں ”اے خالق“ نجات دہندہ اور پاک  
کرنے والے۔ ایک خدا کے نام سے، آمین“ اس کا مطلب تقریباً یہی ہے جو کہ ”باپ“ بیٹے  
اور روح القدس کے نام سے آمین“ کہتے ہیں۔

بیٹا: (ذرا تعجب سے) ہم ساری عمر یہی کچھ کہتے رہے ہیں۔ مگر اس پر کبھی غور نہیں کیا کہ اس کا  
مطلب کیا ہے۔

یوسف: لیکن اس کے باوجود بھی یہ موضوع کچھ مشکل ہے۔ کیونکہ جس طرح عبدو کی پوری شخصیت باپ ہے  
اسی طرح خدا کی پوری شخصیت خالق ہے اور اسی طرح خدا تمام کا تمام نجات دہندہ ہے اور  
تمام کا تمام پاک کرنے والا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا خالق ہے۔ عبدو بائبل مقدس کس طرح  
شروع ہوتی ہے؟

عبدو: (پڑھتا ہے) ”خدا نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔“

یوسف: اب دوسری آیت بھی پڑھو۔

عبدو: اور زمین ویران اور سنان تھی اور گہراؤ کے اوپر اذہیر اٹھا اور خدا کی روح پانی کی سطح پر  
جنش کرتی تھی۔“

یوسف: دیکھا میرے دوستو؟ تخلیق کتنے وقت خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اس وقت پانی  
کی سطح پر خدا کی روح جنش کرتی تھی اور اس نے بیٹے کی محفلت جہان کو پیدا کیا۔ یہ ہے  
تمام کا تمام خدا، جو کہ پیدائش کے وقت کام کر رہا تھا۔

عبدو: کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ مسیح دنیا کی پیدائش کے وقت کام کر رہا تھا؟ میرا خیال تھا کہ  
مسیح بیت لحم میں پیدا ہوا تھا؟

یوسف: ایسے شک وہ بیت لحم میں پیدا ہوا لیکن مسیح نے کہا ”اس سے پیشتر کہ ابراہام تھا میں ہوں“  
مسیح خدا ہے اور خدا ازل سے ہے۔ عبدو کبھی بھی یہ خیال نہ کرنا کہ بیٹا مخلوق ہے نہیں، ہرگز

نہیں۔ خدا ازل سے ہے۔ چنانچہ مسیح خالق ہے نہ کہ مخلوق۔

عبدو: یہ تو برا مشکل موضوع ہے۔

یوسف: ہاں مجھے معلوم ہے۔ میں صرف اسی پر ایک پورا دن صرف کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن نجات کے بارے  
میں بھی غور کرو۔ ہم نے کہا تھا کہ خدا خالق، نجات دہندہ اور پاک کرنے والا ہے۔ یہیں معلوم  
ہے کہ بیٹا نجات دہندہ ہے۔ عبدو ذرا ۲ کرختیوں ۱۹۰۵ پڑھو۔

عبدو: میں آیت کو مانتا ہوں۔ اس میں لکھا ہے کہ ”خدا نے مسیح میں جو کہ اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ  
کر لیا۔“

یوسف: یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ چنانچہ خدا یعنی خدا باپ نجات کے کام میں شریک تھا۔ پھر پورس  
رسول افسیوں کو بتاتا ہے کہ ”خدا کے پاک روح کو رنجیدہ نہ کرو جس سے تم پر عیسیٰ کے دن کے  
لئے دہر ہوئی۔“ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پاک روح بھی نجات کے کام میں شریک کار  
تھا۔

عبدو: اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تمام کا تمام نجات دہندہ ہے۔

یوسف: ہاں عبدو۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ اب ذرا پاک کرنے والے پر غور کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ روح القدس  
پاک کرنے والا ہے۔ بطرس رسول فرماتا ہے کہ ”روح کے پاک کرنے سے فرمانبردار ہونے اور  
یسوع مسیح کا خون چھڑکے جانے کے لئے برگزیدہ ہوئے ہیں“ عبدو، مہربانی سے یوحنا ۱۴: ۱۵ پڑھو

عبدو: (پڑھتا ہے) ”انہیں سچائی کے وسیلے سے مقدس کر۔ تیرا کلام سچائی ہے۔“

یوسف: یہاں مسیح کس سے مخاطب ہے۔

عبدو: وہ باپ سے مخاطب ہے۔

یوسف: پس معلوم ہوا کہ باپ پاک کرنے والا ہے۔ پھر پورس رسول ۱۔ کرختیوں کے خط میں لکھا ہے ”خدا  
کی اس کلیسا کے نام کو کرختس میں ہے یعنی ان کے نام جو یسوع یسوع میں پاک کئے گئے اور مقدس  
لوگ ہونے کے لئے بلائے گئے ہیں“ چنانچہ باپ بیٹا اور روح القدس پاک کر نیوالے ہیں۔  
بیٹا: یعنی سب ایک ہیں۔

یوسف: یعنی باپ بیٹا اور روح القدس ایک خدا ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ خدا خالق، نجات دہندہ اور پاک  
کرنے والا ہے۔ لیکن تمام کا تمام خدا خالق ہے۔ تمام کا تمام خدا نجات دہندہ ہے۔ تمام کا تمام  
خدا پاک کرنے والا ہے۔ عبدو، بتاؤ تو سہی کہ مسیح نے آسمان پر جانے سے پہلے اپنے شاگردوں  
کو کیا کہا تھا؟ انہیں کس نام سے بتیہ دینے کو کہا تھا؟

عبدو: باپ عیسیٰ اور پاک روح کے نام سے۔

یوسف: بسیط تم بتاؤ کہ کونسی رسول خطوط میں کن الفاظ میں برکت دیتا ہے یہ وہی الفاظ ہیں جنہیں پادری صاحب ہر اقرار برکت کے کلمہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

بسیط: "باپ بیٹا اور روح القدس"۔

یوسف: عبدو انیسوں ۴: ۴-۶ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "ایک ہی بدن ہے اور ایک ہی روح۔ چنانچہ نہیں جو بلائے گئے تھے۔ اپنے ملائے جانے سے ابد بھی ایک ہی ہے۔ ایک ہی خداوند ہے ایک ہی ایمان۔ ایک ہی پستہ۔ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے۔"

یوسف: دیکھا تم لوگوں نے؟ ایک روح ہے ایک خداوند ہے، ایک خدا جو کہ ہم سب کا باپ ہے۔

عبدو: بیٹا ہے اور دوست ہے۔ لیکن پھر بھی ایک ہے۔ خدا خالق، نجات دہندہ اور پاک کرنے والا ہے۔ لیکن وہ ایک ہی ہے۔ خدا باپ، بیٹا اور پاک روح ہے۔ لیکن وہ ایک ہے۔

عبدو: مصالحے، لالٹین اور آدمی کی مثالوں سے مجھے اس مسئلے کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

بسیط: اور کتاب کی مثال بھی ہے۔ اس کی لمبائی چوڑائی اور موٹائی ہے لیکن وہ ایک ہے۔

یوسف: اچھا عبدو، تم یہ بتاؤ کہ ان باتوں میں ایک کیسے ہے؟

عبدو: مصالحے میں سینٹ، پانی اور ویت ہوتی ہے۔ مگر وہ ایک ہے۔

یوسف: اور لالٹین؟

عبدو: لالٹین میں آگ، روشنی اور گرمی ہے۔ لیکن وہ ایک ہے۔

یوسف: اور آدمی؟

عبدو: آدمی باپ، بیٹا، اور دوست ہو سکتا ہے مگر وہ ایک ہے۔

یوسف: بسیط، اب تم ہوا کے متعلق بیان کرو۔

بسیط: ہوا کے متعلق بتاؤں؟

یوسف: ہاں بھئی۔ یہ بتاؤ کہ کیا دو ہوائیں ایک گلی میں چل سکتی ہیں؟

بسیط: بے شک وہ چل سکتی ہیں۔

یوسف: چنانچہ میرے دوستو، ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تین ناموں کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ تین خدا ہیں۔

## بحث و تحقیق کے لئے

### سوالات

- ۱۔ کتاب کی مثال بیان کریں۔
- ۲۔ مصالحے کی مثال بیان کریں۔
- ۳۔ یوسف نے بتایا کہ ہم بانی کو مصالحے سے جدا نہیں کر سکتے تو یہ ہمیں خدا کے بارے میں سمجھنے میں کیسے مدد دیتا ہے۔
- ۴۔ لالٹین کی مثال بیان کریں اور یہ بتائیں کہ یہ ہمیں خدا کی ذات کو سمجھنے میں کیسے مدد دیتی ہے۔
- ۵۔ آگ، روشنی اور گرمی باپ بیٹے اور پاک روح کی مانند ہیں۔ بیان کریں کہ کیسے۔
- ۶۔ گلی میں ہوا کی مثال بیان کریں۔
- ۷۔ آدمی کی مثال بیان کریں جو کہ سوچتا، محسوس کرتا اور خواہش کرتا ہے۔ یہ ہمیں خدا کے بارے میں سمجھنے میں کیسے مدد دیتی ہے؟
- ۸۔ عبدو کو تین ناموں سے پکارا گیا ہے۔ وہ کون سے ہیں؟ یہ ہمیں خدا کو سمجھنے میں کیسے مدد دیتے ہیں؟
- ۹۔ ہم خدا کو باپ، بیٹا اور روح القدس کہتے ہیں۔ اور کون سے الفاظ ہیں جو یہاں استعمال ہو سکتے ہیں؟
- ۱۰۔ ہم بائبل مقدس میں خدا کے تین ناموں کے بارے میں کیا پڑھتے ہیں؟
- ۱۱۔ کیا صرف خدا باپ ہی خالق ہے؟
- ۱۲۔ کیا صرف خدا بیٹا ہی نجات دہندہ ہے؟
- ۱۳۔ کیا تین ناموں کا مطلب تین خدا ہیں؟

## خلاصہ سبق :

ہمارے سامنے بہت سی چیزیں ہیں جو تین ہیں لیکن بھر بھی ایک ہیں۔ مثلاً لائٹن جو کہ آگ روشنی اور گرمی ہے۔ ایک آدمی باپ بیٹا اور دوست ہو سکتا ہے مگر بھر بھی وہ ایک ہے۔ اسی طرح گو خدا خالق، نجات دہندہ اور پاک کرنے والا ہے تو بھی وہ ایک ہے پوکس رسول نے کہا۔

”ہمارا خداوند خدا صرف ایک خدا ہے“

## مقولہ :

بہت سے ناموں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بہت سے خدا ہیں۔

## سبق نمبر ۱۳

## خدا باپ

## خدا ہمارے ساتھ باپ کا سا سلوک کرتا ہے

”کلامات کے لئے : پیدائش ۱: ۲۶-۲۷ : متی ۶: ۲۶-۲۷ : یوحنا ۱۱: ۳ : لوقا ۱۵: ۱۱-۲۴ :  
افسیوں ۱: ۳ : یوحنا ۱۰: ۳۰ : گلتیوں ۴: ۷ : یوحنا ۸: ۳۵ :  
۲۱: ۲۲ - ۲۲ -

تفصیل سبق :- خدا باپ کی مانند ہے وہ بادشاہ کی طرح ہم پر حکومت نہیں کرتا، بلکہ وہ باپ کی طرح محبت سے ہم پر حکومت کرتا ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا باپ کی مانند ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسکی بیوی ہے اور اس سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارا مرکز یہ مطلب نہیں ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ خدا ہمارے ساتھ باپ کا سا سلوک کرتا ہے۔ خدا تمام آدمیوں کے لئے بٹل ایک باپ ہے اس نے نہیں پیدا کیا اور وہی ہماری نگہداشت بھی کرتا ہے۔ ہمارے پرورش کرتا ہے، ہمیں پیار کرتا ہے اور اسکی آواز دے کہ ہم بھی اسے پیار کریں۔ لیکن خدا مسیح کا بھی باپ ہے اور ساتھ ہی تمام ایمانداروں کا بھی۔ گو ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا مسیح کا باپ ہے لیکن اس کے باوجود بھی ہم جانتے ہیں کہ وہ اور خدا ایک ہیں۔ وہ ازل سے ایک ہیں۔ خدا ایک خاص طریقے سے ایمانداروں کا باپ ہے۔ یعنی وہ جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ جب ہم خدا کو اپنا باپ قبول کر لیتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے خاندان میں شامل کر لیتا ہے۔ خدا ہم میں سے ہر ایک کی نگہداشت کرتا ہے۔ ہم اس کے بچے ہیں، غلام نہیں ہیں۔ ہم خدا کے خاندان میں محفوظ ہیں۔ خدا لو کہ کو نکال سکتا ہے، لیکن بچے کو نہیں نکالے گا۔ جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ہم اپنے آسمانی باپ سے باتیں کرتے ہیں۔ جب ہم اسکی خدمت کرتے ہیں تو اس کا جو ہمیں علم معلوم ہوتا ہے۔ جو علم ہے کیونکہ وہ جو ہمارے باپ کا جو ہے۔ خدا ہمیں اتنا پیار کرتا ہے کہ وہ ہماری نجات کی خاطر دیکھ اٹھتا ہے۔ صرف خدا ہی خلق کر سکتا ہے اور وہی نجات دے سکتا ہے۔ بے شک خدا ہمارے لئے بٹل ایک باپ ہے۔ وہ باپ کی مانند ہم سے پیار کرتا ہے۔



خاکہ:  
خدا باپ (۱) خدا ہمارے ساتھ باپ کا سا سلوک کرتا ہے

- ۱۔ خدا تمام آدمیوں کے لئے مثیل ایک باپ ہے
- (الف) وہ تمام آدمیوں کو پیدا کرتا ہے۔
- (ب) وہ تمام آدمیوں کی نگہداشت کرتا ہے۔
- (ج) وہ تمام آدمیوں کو پیار کرتا ہے۔
- (د) وہ چاہتا ہے کہ تمام آدمی اسے پیار کریں۔

۲۔ خدا میرے اور ان تمام ایمانداروں کے لئے جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ مثیل ایک باپ ہے

- (ا) خدا میرے کا باپ ہے۔
- (ب) خدا ان تمام کا جواس پر ایمان لاتے ہیں باپ ہے۔
- ۱۔ خدا ہم میں سے ہر ایک کی نگہداشت کرتا ہے۔
- ۲۔ ہم اس کے بچے ہیں، غلام نہیں ہیں۔
- ۳۔ ہم محفوظ ہیں۔

- ۴۔ ہم ایسے باپ کی عبادت کرتے ہیں، جسے ہم جانتے ہیں۔
- ۵۔ ہم ایسے باپ کی خدمت کرتے ہیں جسے ہم پیار کرتے ہیں۔
- ۶۔ یہ باپ ہمیں پیار کرتا ہے اور ہمیں نجات دیتا ہے۔

## منظر نمبر ۱۳

ڈرامہ کے افراد: یوسف صاحب۔

عبدو

بیٹا

عزیز درہمچی

(عبدو اور بیٹا یوسف کی بیٹنگ میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں)

عبدو: معلوم نہیں یوسف صاحب کہاں گئے ہیں۔

بیٹا: وہ عزیز درہمچی کے پاس گئے ہیں جو پاس ہی رہتا ہے انہوں نے کہا تھا کہ وہ دو چار منٹ تک داپن آجائیں گے۔ وہ دیکھو آ رہے ہیں۔

یوسف: دکرے میں داخل ہوتا ہے (آداب عرض میرے دوستو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میرا انتظار کرنا پڑا ہے۔

عبدو: کوئی بات نہیں یوسف صاحب۔ یہ بھی اپنا ہی گھر ہے۔

یوسف: بے شک، بے شک۔ اس عزت افزائی کے لئے شکریہ۔

عبدو: یوسف صاحب، میں آج سارا دن ان مثالوں پر غور کرتا، باہوں جن سے آپ نے ثابت کیا کہ خدا تین میں ایک ہے۔

یوسف: مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ تم اس پر غور کرتے رہے ہو۔

عبدو: مجھے ان سے خدا کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ لائین تین میں ایک ہے۔ ایک کتاب تین میں ایک ہے ایک آدمی بھی تین میں ایک ہے۔ تین ہوا میں بھی ایک ہو سکتی ہیں۔

یوسف: لیکن عبدو، ہمیں اس کے بارے میں بڑا محتاط ہونا چاہیے۔ ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ کوئی بھی مثال ہمارے عظیم خدا کو مکمل طور پر بیان نہیں کر سکتی۔

عبدو: بے شک یہ درست ہے۔ مگر ان مثالوں سے خدا کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

یوسف: اگر یہ ایسا ہی ہے تو خداوند کی تعریف ہر دم میرے دوستو، آج رات ہم ایک عظیم موضوع پر غور کریں گے۔

عبدو: وہ کونسا موضوع ہے؟

یوسف: کل ہم نے اس بات پر غور کیا کہ خدا کس طرح تین میں ایک ہے۔ آج ہم یہ دیکھیں گے کہ خدا کس طرح ہمارا باپ ہے۔

عبدو: یہ تو بہت اچھا موضوع ہے۔

یوسف: ذرا سوسے سو۔ چونکہ خدا باپ کی مانند ہے اس لئے ہم اسے باپ کہتے ہیں۔ لیکن وہ ہمارے جسمانی باپ کی مانند نہیں ہے۔

عبدو: اس کا کیا مطلب ہوا؟

یوسف: مطلب یہ ہے کہ اسکی بیوی نہیں ہے۔ خدا کے ہاں آدمیوں کی طرح بچے پیدا نہیں ہوتے۔

عبدو: بے شک، بے شک، یہ تو ہم جانتے ہی ہیں۔

یوسف: مگر بعض لوگ یہ نہیں جانتے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسیحی ایسے خدا پر ایمان رکھتے ہیں جس کی لحدود با اللہ بیوی اور بچے ہیں۔ لیکن یہ ہمارا ایمان ہرگز نہیں ہے۔ ہم خدا کو باپ کہتے ہیں تو

ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمارے لئے ایک باپ کی طرح محسوس کرتا اور کام کرتا ہے۔

بیٹا: وہ اپنے بچوں سے باپ کا سا سلوک کرتا ہے۔

یوسف: عہدو! وہ کیا کرتا ہے؟  
عہدو: وہ اپنے بچوں سے باپ کا سا سلوک کرتا ہے۔

یوسف: بہت خوب۔ خدا رُوح جم نہیں دے سکتی۔ ہم خدا کو اپنا باپ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک باپ کی مانند ہے۔ عہدو ذرا اتنا بتاؤ تو سہی کہ دعائے ربانی کیسے شروع ہوتی ہے؟

عہدو: اے ہمارے باپ  
یوسف: خشک ہے یہی نیا عہد ہے۔ لیسبط، اب تم بتاؤ کہ زبور نویس ۲۳ زبور میں خدا کے بارے میں کیا کہتا ہے؟  
لیسبط: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: سنیں، سنیں، تم جانتے ہو۔ میں محوڑا سا اشارہ دیتا ہوں۔ "خداوند میرا..."  
لیسبط: او۔ اے۔ یاد آگیا۔ "خداوند میرا جو پاں ہے"  
یوسف: شاباش۔ اچھا تو کیا کہیں گڈ ریا یہ نہیں کہتا کہ "میں اپنی بیٹیوں کی اپنے بیٹوں کی طرح کھولی کرتا ہوں؟"

عہدو: ہاں اکثر گڈ ریا یہی کہتے ہیں۔  
یوسف: کیا مانگے والا کبھی کبھی یہ نہیں کہتا کہ "یہ میرا گھوڑا ہے۔ میں اس کی دیکھ بھال اپنے بیٹے کی طرح کرتا ہوں؟"  
لیسبط: جی ہاں، وہ ایسا کہتے ہیں۔

یوسف: تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھوڑا مانگے والے سے پیدا ہوگا؟  
لیسبط: ہرگز نہیں۔  
یوسف: پھر اس کا مطلب کیا ہے؟  
لیسبط: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے پیار کرتا ہے اور اسکی رکھوالی کرتا ہے۔

یوسف: یہ ہے وہ نکتہ جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ خدا میں پیار کرتا اور ہماری دیکھ بھال کرتا ہے۔ عہدو! تبیں تو میرے بیٹوں دین کے بارے میں معلوم ہی ہے۔ جو کہ تمہارے گھر کے بچو! اے ہے۔  
عہدو: جی ہاں۔  
یوسف: وہ بہت طاقت ور ہے۔

عہدو: جی ہاں۔  
یوسف: کیا وہ فصلوں کے رنگوں میں ہے؟ اور اگر وہ پانی نہ کھینچے اور فصلیں برباد ہو جائیں تو کیا اسے اس

بات کا انوس ہوگا؟

عہدو: نہیں، وہ تو محض ایک بیٹوں کا ہے۔  
یوسف: اتم نے بالکل درست جواب دیا ہے۔ خدا محض ایک عظیم طاقت ہی نہیں ہے۔ بڑی طاقت اس بیٹوں کا ہے۔ بیٹوں کو اس بات کی نگہ نہیں ہوتی کہ فصل میرے یا اتم کے۔ خدا اسی طرح کی عظیم نہیں ہے وہ باپ کی مانند ہے، لہذا وہ ہماری ہر بات کی فکر کرتا ہے، ہم دعا کرنے میں کہتے ہیں کہ ہمارے باپ تو ہمارا ہی پر ہے... اور جب اتم اے ہمارے باپ کہتے ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف بیٹوں کا خدا ہے؟

عہدو: بے شک ہمارا ہی مطلب ہوتا ہے۔  
یوسف: اچھا؟ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے بیٹوں کو پیدا کیا اور غیر بیٹوں کو کسی اور نے پیدا کیا؟  
عہدو: نہیں، نہیں، خدا نے ہر انسان کو پیدا کیا ہے۔  
یوسف: تو پھر خدا سب کا باپ ہوا کیونکہ اس نے ہر ایک کو پیدا کیا ہے۔  
عہدو: (کچھ پریشان ہو کر) میں نے اس بات پر کبھی اس طرح غور نہیں کیا۔  
یوسف: پیدا آتش کی کتاب میں ہم پڑھتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ وہاں لکھا ہے۔  
"پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں۔"

عہدو: تو آپکی اس سے یہ مراد ہے کہ خدا سب آدمیوں کا باپ ہے؟  
یوسف: ہاں یقیناً وہ سب کا باپ ہے۔ اگر خدا نے سب آدمیوں کو پیدا کیا تو وہ سب کا باپ ہے جب ہم دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے باپ تو ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ سب آدمیوں کا باپ ہے۔ ایک باپ اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ عہدو بتی: ۶: ۲۵-۲۶ پڑھو۔

عہدو: پڑھتا ہے "اس نے میں سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کام کریں گے یا کیا پیش کریں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے براہر کر نہیں؟ ہمارے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بولتے ہیں نہ کھاتے۔ نہ کھنٹھیں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔"

یوسف: یعنی خدا پرندوں کی بھی فکر کرتا ہے۔ لہذا جب وہ پرندوں کی فکر کرتا ہے تو کیا وہ آدمیوں کی فکر نہ کرے گا؟  
عہدو: اب جان گیا ہوں کہ یہ درست ہے۔  
یوسف: خدا ایک باپ کی مانند ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے جس طرح کہ ایک باپ اپنے بچوں کی فکر کرتا ہے۔ اسی طرح خدا ہماری فکر کرتا ہے۔ جس طرح ایک باپ اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے اسی طرح خدا ہماری پرورش کرتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس سے باغی نہ ہو جائیں۔ لیسبط

کیا تمہیں صرف بیٹے کی کہانی یاد ہے؟

لبیٹا: بے شک یہ کہانی ہم سب کو یاد ہے۔

یوسف: اچھا تو یہ بتاؤ کہ کیا آپ اس چھوٹے بیٹے کو جو ان کے پاس سے بھاگ گیا تھا اس کے چلے جانے کے بعد بھی پیار کرتا رہا؟

لبیٹا: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: ایریکے ہو سکتا ہے؟ بے شک تم جانتے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ جب صرف بیٹا واپس آیا تو کیا اس کا باپ خوش ہوا تھا؟

لبیٹا: وہ بہت خوش تھا۔

یوسف: تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُسے ہر وقت پیار کرتا رہا تھا۔

لبیٹا: ہاں میرا خیال بھی یہی ہے۔

یوسف: یوحنا رسول کہتا ہے ”خدا نے مسیحیوں سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا۔۔۔“

عبدو: (داخلت کرتے ہوئے) نہیں نہیں یوسف صاحب۔ یہ آیت اس طرح ہے ”خدا نے دنیا سے... محبت رکھی...“ صرف مسیحیوں ہی سے نہیں۔

یوسف: تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمام لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

عبدو: جی ہاں وہاں ایسے ہی لکھا ہے۔

یوسف: خدا اور حقیقت تمام انسانوں سے محبت رکھتا ہے۔ وہ سب کا باپ ہے۔

یوسف: مجھے یاد ہے کہ جب میں بچہ تھا۔

لبیٹا: آگے بتائیں کہ کیا ہوا۔

یوسف: تو اُس وقت ہمارے گاؤں کا بڑا چوہدری مر گیا یہی معلوم نہیں تھا کہ اب اس کی جگہ کون مقرر ہوگا۔

گاؤں میں بہت سے امیر آدمی تھے اور وہ بار سوچ بھی بہت تھے۔ انہوں نے ہڑی کو شمشیر کی کردہ چوہدری بن جائیں۔ اگر ان میں سے کوئی چوہدری بن جاتا تو ہمارے لئے بہت بُرا ہوتا۔ آخر کار انہوں نے میرے والد صاحب کو چوہدری بنا دیا۔

عبدو: خدا ان پر رحم کرے۔ وہ ایک عظیم انسان تھے۔

یوسف: ہم بہت خوش ہوئے۔

لبیٹا: بے شک۔

یوسف: ہم اس لئے خوش تھے کہ اب تمام اختیار باپ کے پاس ہے۔

عبدو: یہ تو بہت اچھی بات تھی۔

یوسف: میرے دوستو! یہی خدا کے بارے میں بھی درست ہے اگر خدا ایک زبردست بادشاہ کی مانند ہو تو پھر ہمیں اس سے ڈر محسوس ہوگا کہ کہیں سختی نہ کرنے لگے۔ اگر وہ منصف ہے تو ہم ڈریں گے کہ

کہیں وہ سخت نہ ہو جائے انصافی نہ کرے۔ لیکن اگر خدا ہمارا باپ ہے تو پھر ہم اس سے ڈریں گے

نہیں بلکہ اس پر بھروسہ کریں گے۔ جب ہمارے والد صاحب حاکم مقرر ہوئے تو ہم بہت خوش تھے۔ کیونکہ اب اختیار ایک ایسے آدمی کے ہاتھ میں تھا جو ہمیں پیار کرتا تھا۔

عبدو: یقیناً یہ آپ کی خوش قسمتی تھی۔

یوسف: تو عبدو یہ خدا کے بارے میں اور بھی زیادہ خوشی کی بات کیوں نہ ہوگی؟ ہم نے دیکھا کہ خدا بیشک

ایک باپ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم بالا کی قدرت ہم سے محبت رکھتی ہے اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لبیٹا: بے شک۔ بے شک۔

یوسف: لبیٹا، اگر میرے پاس ایک ایسا نوکر ہو جو مجھ سے نفرت کرتا ہو تو میں اس کے ساتھ کیا کروں گا؟

لبیٹا: آپ اسے نکال دیں گے اور اس سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھیں گے۔

یوسف: لیکن اگر ایک آدمی کا بیٹا بگڑ جائے اور اپنے باپ سے نفرت کرنے لگے تو کیا باپ اسے نوکر کی طرح نکال دے گا؟

لبیٹا: ہرگز نہیں۔ آخر وہ اس کا باپ ہے۔ گو اس کا لڑکا اپنے باپ سے نفرت کرے تو بھی اس کا باپ بہر حال اس کا باپ ہے۔

یوسف: بے شک یہ درست ہے۔ خدا تمام انسانوں کا باپ ہے۔ وہ تمام لوگوں کو پیار کرتا ہے۔ وہ

ان کا بھی باپ ہے جو اسے پیار نہیں کرتے ہیں۔ وہ انہیں پیار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ بھی اسے پیار کریں۔

عبدو: اس سرف بیٹے کے باپ کی طرح؟

یوسف: ہاں عبدو! تم نے بالکل درست کہا۔ خدا چاہتا ہے کہ سب لوگ اس کے پیار کا جواب پیار سے دیں۔ خدا سب لوگوں کا باپ ہے۔ جب ہم دعا کرتے ہیں کہ ”اے ہمارے باپ“ تو ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

عبدو: میں ساری زندگی ”اے ہمارے باپ“ کہہ کر دعا مانگتا رہا مگر کبھی اس کا خیال نہیں کیا کہ اصل میں اس کا مطلب کیا ہے۔



یوسف: اب ہمارے سامنے بہت ہی مشکل موضوع ہے۔

عبدو: یوسف صاحب وہ کون سا موضوع ہے؟

یوسف: یوں رسول خدا کو ہمارے یسوع مسیح کا باپ کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے ”ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا ادباپ کی تعظیم کرو“ لیکن یسوع کہتا ہے ”میں ادباپ ایک ہیں“ اس نے یہ بھی کہا ”میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔“

لیبیٹا اگر وہ ایک ہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ باپ تو آسمان پر ہو اور یسوع مسیح جو اس کا بیٹا ہے زمین پر ہو؟

یوسف: یہ خیال نہ کرو کہ خدا بہت دور آسمان پر رہتا ہے۔ وہ ہر جگہ حاضر ہے۔ خدا روح ہے لیکن لیبیٹا تمہارا سوال یہ ہے کہ باپ ادباپ کیسے ایک ہو سکتے ہیں؟ یسوع نے کہا ”میں اور باپ ایک ہیں“ اب عبدو تم بتاؤ۔

عبدو: فرمائیے۔

یوسف: پہلے ہم نے اس بات پر گفتگو کی تھی کہ تم باپ بھی ہو اور بیٹا بھی۔ کیا یہ درست ہے؟

عبدو: جی ہاں۔ میں ٹیلی کا باپ ہوں اور اپنے باپ کا بیٹا بھی۔

یوسف: ہمیں اس سے سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔ لیکن عبدو ذرا باہر سے عزیز بڑھی کو تو بلاؤ اور اس کی دوکان سامنے ہی ہے۔ آواز دو تو آجائے گا۔ میں نے اسے کہا تھا کہ ہمیں اس کی ضرورت پڑے گی۔

عبدو: بہت اچھا یوسف صاحب۔ ابھی جاتا ہوں۔

(عبدو باہر جا کر اسے آواز دیتا ہے) عزیز! ابھی عزیزی!

عزیز: (کچھ غلط سے) ہاں بھائی عبدو کیا بات ہے؟

عبدو: جناب یوسف صاحب نے بلایا ہے۔ جلد آ جاؤ۔

عزیز: میں ابھی آیا۔ (تھوڑی دیر بعد دونوں کمرے میں داخل ہوتے ہیں)

عزیز: آداب، یوسف صاحب

یوسف: آداب عزمین میرے دوست کو بیٹھو۔

عزیز: (ایک کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں) میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

یوسف: میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

عزیز: کیا آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے سوال کا جواب دے سکوں گا؟

یوسف: بے شک تم بہت کچھ جانتے ہو۔ کیا تمہارا الہ کا ہے؟

عزیز: جی ہاں۔ اب تو عظیم ۸ سال کا ہو گا۔

یوسف: کیا وہ دوکان میں قماری مد کرتا ہے؟

عزیز: جی ہاں۔

یوسف: کیا تم نے اسے کوئی کام سکھایا ہے؟ کیا وہ آری جلا جاتا ہے؟

عزیز: نہیں، ابھی اسے آری جلائے میں مہارت نہیں ہوئی ہے۔

یوسف: تم نے اسے سب سے پہلی بات کون سی سکھائی تھی؟

عزیز: میرا خیال ہے کہ میں نے سب سے پہلے اسے سریش پکانی سکھائی تھی۔

یوسف: اچھا تو تم نے اسے یہ کیسے سکھایا؟

عزیز: ادھر میرے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں یوں ہی سکھایا تھا۔

یوسف: اچھا میں بتاتا ہوں۔ تم جانتے تھے کہ اسے یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ ”جاؤ آگ جلاؤ اور اس پر سریش تیار کرو“ اسے یہ کہنا کافی نہیں تھا۔ تم نے اسے پہلے خود اپنا حکم مان کر دکھایا کہ سریش کیسے تیار کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

عزیز: جی ہاں۔ میں نے خود اپنا حکم مان کر اسے دکھایا کہ حکم کیسے مانا جاتا ہے۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ سب سے پہلی بات جو تم نے کی وہ یہ تھی کہ تم اپنے آپ کو اس کی سطح پر لے آئے تاکہ

تم اس سے اس کے معیار کے مطابق بات کر سکو۔ کیا یہ درست ہے؟

عزیز: جی ہاں، یہی کچھ میں نے کیا تھا۔

یوسف: پھر تم نے چھوٹے بچے کی طرح اس سے باقی شروع کیں اور تم نے آسان آسان الفاظ میں اسے بتایا۔

عزیز: جی ہاں۔

یوسف: میرا خیال ہے تم نے اعلیٰ درجے کی اردو میں تو گفتگو نہیں کی ہوگی؟

عزیز: (ہنستے ہوئے) نہیں، نہیں سرگز نہیں۔ کیا وہ مشکل الفاظ سمجھ سکتا تھا؟

یوسف: تم نے اس سے نہایت آسان اردو میں گفتگو کی۔ تم بالکل ایک بچے کی طرح گفتگو کرنے لگے تھے۔

یعنی تم گویا خود ایک آٹھ سالہ بچہ بن گئے تاکہ اسے سمجھا سکو کہ تمہارا حکم کیسے مانا جاتا ہے۔ درست ہے نا؟

عزیز: (سوچتے ہوئے) ہاں یہ بھی درست ہے۔

یوسف: تم نے کہا ہو گا ”عظیم“ اینٹوں کو لے کر اس طرح رکھو اور یوں چولہا بناؤ۔ پھر سریش کا برتن اس پر رکھو۔ پھر اس کے نیچے آگ جلاؤ۔ دیکھو زیادہ تیز آگ نہ جلاؤ۔ برتن میں پانی اور سریش کے ٹکڑوں کو ڈال کر ہلاتے رہو، یہاں تک کہ سریش بن کر تیار ہو جائے۔“

عزیز: جی ہاں میں نے اسے اسی طرح سکھایا تھا۔

یوسف: تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی وقت میں تم باپ بھی تھے اور بیٹا بھی۔ تم اپنے بیٹے علیہم کی مانند بن گئے تاکہ اُسے سکھا سکو کہ کس طرح حکم مانا جاتا ہے۔

عزیز: بے شک۔

یوسف: لیکن اُس وقت تم کیا آدمی نہیں تھے؟

عزیز: یقیناً میں آدمی تھا۔

یوسف: یعنی ایک ہی وقت میں تم باپ بھی تھے اور بیٹا بھی۔

عزیز: ہاں، شاید اس طرح کہہ سکتے ہیں۔

یوسف: میرے دوستو، خدا نے بھی یہی کچھ کیا۔ خدا ہمیں حکم ماننے کے لئے کہتا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم نہیں ہے کہ کس طرح اس کا حکم مانا جائے۔ کسی نہ کسی کو ہمیں اکرنا چاہیے تاکہ پتہ چلے کہ خدا کیسے حکم دیتا ہے۔ اس نے خادم کی صورت اختیار کی تاکہ ہمیں بتا سکے کہ حکم کیسے مانا جاتا ہے۔ جس طرح عزیز: ایک ہی وقت میں باپ اور بیٹا دونوں ہیں۔ اسی طرح یسوع اور خدا باپ دونوں ایک ہیں۔ یسوع نے کہا "میں اور باپ ایک ہیں"۔

عبدو: یہ تو بہت عمدہ خیال ہے۔

یوسف: آؤ اب ہم اس پر ایک اور طرح سے غور کریں۔ آج میں اپنے کھیتوں میں گیا تھا۔ ہم گندم بو رہے ہیں۔ میں نے ایک نئے آدمی کو کام پر لگایا۔ میں نے اُسے بتایا کہ گندم کیسے بو تے ہیں۔ میں نے اُسے کئی مرتبہ سمجھایا۔ اس نے کوشش کی۔ مگر بیج کو اچھی طرح نہ بکھیر سکا۔ میں نے اُسے کئی مرتبہ سمجھایا مگر وہ سمجھ نہ سکا۔ آخر کار میں نے اپنے جوتے اور کوٹ اتار کر خود کھیت میں جا لیا۔

بسیط: آپ کو توبہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

یوسف: مگر بسیط، بس یہی آخری طریقہ تھا۔ میں جو کہ زمیندار ہوں۔ خود کسان بن گیا۔ میں نے یہ اس لئے کیا تھا تاکہ میں کسان کو دکھاؤں کہ میرا حکم کیسے مانا جاتا ہے۔ چنانچہ کھیت میں میں بیک وقت زمیندار بھی تھا اور کسان بھی۔ اسی طرح جو خدا ہے وہ زمین پر آتا تاکہ ہمیں دکھائے کہ خدا کا حکم کیسے مانا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یسوع نے کہا "میں اور باپ ایک ہیں"۔

عبدو: اس طرح تو سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

یوسف: خداوند کی تعریف ہو۔ اب ہم ایک اور بات پر غور کریں۔ جب ہم کسی شخص کو جاننا چاہتے ہو تو کیسے جان لیتے ہو؟

بسیط: مجھے تو معلوم نہیں۔

یوسف: بسیط، سمجھنا سادہ سوچو! تم کسی آدمی کو اس کی گفتگو اور اس کے اعمال سے جانتے ہو۔

عبدو: (سوچتے ہوئے) اس کے اعمال اور گفتگو سے؛ ہاں یہ واقعی درست ہے۔

یوسف: کیا ہم کسی آدمی کو اس کی بات چیت سے الگ تھک کر سکتے ہیں؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آدمی کچھ اور ہے اور اس کی بات چیت کچھ اور؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ نہیں۔

یوسف: تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اپنی باتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ آدمی اور اس کی گفتگو ایک ہی بات ہے۔ یوحنا رسول کہتا ہے کہ یسوع خدا کا کلام ہے۔ یسوع کلمۃ اللہ ہے۔ ہم آدمی کو اس کی گفتگو سے جانتے ہیں۔ ہم خدا کو اس کے کلام سے جانتے ہیں۔ اس کا کلام یسوع ہے۔ خدا اور اس کا کلام ایک ہیں۔ باپ اور بیٹا ایک ہوئے۔

عبدو: اس مثال سے تو ادھر بھی آسانی سے سمجھ آ گیا ہے۔

یوسف: اس کے علاوہ اور بھی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ان سے ہمیں سمجھے میں کافی مدد ملتی ہے۔ یسوع خدا کا کلام بھی ہے۔ یعنی وہ خدا کا زندہ کلام ہے۔ ہم نے پہلے کہا کہ ہم آدمی کو اس کے کلام اور کلام سے جانتے ہیں۔ یہاں ہمیں یسوع میں خدا کا کلام اور کلام دونوں ملے ہیں۔ یسوع خدا کا زندہ کلام ہے۔

بسیط: میرے پتے تو کچھ نہیں پڑا۔

یوسف: کوئی بات نہیں بسیط۔ تم اس بات پر اس طرح غور کرو۔ خدا باپ اور خدا بیٹا دونوں ایک ہیں۔

اب بتاؤ میں نے کیا کہا؟

بسیط: خدا باپ اور خدا بیٹا دونوں ایک ہیں۔

یوسف: کیا عبدو ایک ہی وقت میں باپ اور بیٹا نہیں ہے؟

بسیط: بے شک، ہے۔

یوسف: کیا روشنی اور گرمی آگ میں ایک نہیں ہیں؟

بسیط: ہیں۔

یوسف: بہت اچھا، جس طرح آگ میں گرمی اور روشنی ایک ہیں۔ اسی طرح خدا باپ اور خدا بیٹا دونوں ایک ہیں۔ ہم ایک اور طرح اس پر غور کریں۔ جب دو شخص بہت قریبی دوست ہوں، تو کیا ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ایک روح ہیں؟

عبدو: جی ہاں، ہم اکثر ایسے کہتے ہیں۔

یوسف: لیکن وہ درحقیقت ایک نہیں ہیں کیونکہ ان کے دو جسم ہیں لیکن اگر وہ نفس روح ہوتے تو پھر وہ



ایک بن گئے تھے۔ جس طرح کہ وہ ہمارے عکس ایک بن جاتی ہیں صبح ہے کہ نہیں؟  
عبدالوہاب: جی ہاں، یہ درست ہے۔

عزیز: گویہ بہت مشکل موضوع ہے، لیکن میں کم از کم یہ ضرور سمجھ گیا ہوں کہ میں کس طرح ایک ہی  
وقت میں آدھی اور لڑکا بن سکتا ہوں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ میں لڑکا بن کر لڑکے  
کو سمجھاتا ہوں۔

یوسف: یہ تو بہت اچھی بات ہوئی کہ تم کچھ نہ کچھ سمجھ گئے ہو۔ پچھلی دفعہ جب ہم اکٹھے ہوئے تھے تو ہم نے  
کہا تھا کہ خدا خالق اور نجات دہندہ ہے۔ یعنی خدا ہی نجات دہندہ اور خالق دونوں ہے۔  
کیا تمہیں یاد ہے؟

عبدالوہاب: جی ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

یوسف: میرا خیال ہے کہ تم نے ابھی تک جتنی باتوں پر غور کیا ہے، یہ ان میں سے سب سے مشکل ہے۔  
لیکن اب ہم ایک ایسی بات پر غور کریں جو کہ اتنی مشکل نہیں ہے۔ ہم نے پہلے کہا تھا کہ خدا تمام  
انسان کا باپ ہے۔ اب ہم اس بات پر غور کریں کہ خدا کس طرح باپ ہے، خاص طور پر ایمانداروں  
کا یعنی ان کا جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔

بیٹا: مہربانی سے اپنا بیان جاری رکھیں۔

یوسف: صرف بیٹے کی کہانی میں کیا باپ اپنے بیٹے کو کھانا کھلا سکتا تھا۔ جب وہ دور دراز ملک  
میں تھا۔

عبدالوہاب: نہیں، یہ ناممکن تھا۔

یوسف: کیا وہ دھک میں اسے سٹی دے سکتا تھا؟

بیٹا: نہیں، یہ ناممکن تھا۔

یوسف: کیا وہ اس سے بات چیت کر سکتا تھا؟

عزیز: نہیں، وہ بات چیت بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یوسف: اچھا تو اب سنو۔ بے شک خدا تمام جہان کا باپ ہے، لیکن وہ خاص طریقے سے ان کا باپ ہے  
جو کہ اس کے گھرانے میں شریک ہیں۔ خدا ان کا باپ ہے جو ایک خاص طریقے سے اس کے نزدیک  
ہیں۔ خدا ان کا باپ ہے جو ایک خاص طریقے سے اس کے گھر میں رہتے ہیں۔

عبدالوہاب: اب یہ بات کچھ سمجھ میں آتی جا رہی ہے۔

یوسف: جب ہم خدا کے گھر میں اس کی نزدیکی میں رہتے ہوں۔ تو وہ ہم میں سے ہر ایک کی دیکھ بھال  
کر سکتا ہے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر میں ۱۵ آدمیوں کو اپنے کھیت میں کام پر لگاؤں۔ تو کیا

میں ان کے لئے الگ الگ فکر مند ہوں گا؟

عزیز: میرا خیال ہے کہ نہیں۔ آپ کو تو ۱۵ آدمی کام کے لئے پانچویں۔ آپ کو اس سے کیا غرض کہ وہ  
کون ہیں!

یوسف: لیکن اگر ان کی جگہ میرے بیٹے ہوں تو میرا سلوک مختلف ہوگا۔

عبدالوہاب: بے شک، یہ درست ہے۔

یوسف: چنانچہ جب ہم خدا کے خاندان میں شامل ہو کر اس کی نزدیکی میں رہتے ہیں تو وہ ہم میں سے  
ہر ایک کی الگ الگ دیکھ بھال کرتا ہے۔ عبدالوہاب: ڈراگٹیں ۴، تو پڑھو۔

عبدالوہاب: (پڑھتا ہے) "پس اب تو غلام نہیں بلکہ بیٹا ہے اور جب بیٹا ہوا تو خدا کے وسیلے وارث بھی ہوا"۔  
یوسف: دیکھا، ہم غلام نہیں ہیں۔ ہم بیٹے ہیں۔

عزیز: اس میں فرق کیا ہے؟

یوسف: فرض کرو ایک بادشاہ ایک محل بنوانا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ محل نہایت شاندار ہو۔  
وہ ہزاروں غلاموں کو اس کام پر لگا دیتا ہے۔ کیا وہ ان غلاموں کے لئے فکر مند ہوگا یا اپنے  
محل کے لئے؟

عبدالوہاب: یقیناً وہ اپنے محل کیلئے ہی سوچے گا۔

یوسف: کیا وہ اس بات کی فکر کرے گا کہ غلام مرتے ہیں یا زندہ رہتے ہیں؟

عبدالوہاب: وہ صرف انہیں اس حد تک زندہ دیکھنا چاہے گا کہ وہ اس کا محل تیار کرتے رہیں۔

یوسف: لیکن کیا وہ ان کے لئے اس وجہ سے فکر مند ہوگا کہ وہ بھی انسان ہیں؟

بیٹا: نہیں۔ اس کی نظر میں تو وہ محض غلام ہیں۔ وہ اپنے محل کے لئے فکر مند ہوگا۔

یوسف: لیکن ہم کسی آقا کے غلام نہیں ہیں بلکہ ایک باپ کے بیٹے ہیں۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ ایک  
باپ چاہے گا کہ اس کے بیٹے اس کی مرضی پوری کریں، لیکن وہ وہ طریقہ اختیار کرے گا جو کہ اس کے  
بیٹوں کے حق میں مفید ہو۔ ایک آقا چاہے گا کہ غلام اس کی مرضی پوری کریں مگر وہ اس بات کی  
پرورہ نہیں کرے گا کہ ان کا شر کیا ہوگا۔ ہم خدا کے بیٹے ہیں۔ ہم خدا کی خدمت بڑی ایمانداروں سے  
کرتی چاہتے ہیں۔ خدا ہمیں اپنی مرضی پوری کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔ لیکن چونکہ وہ ہمارا باپ ہے اس  
لئے وہ اپنی مرضی ایسے طریقے سے پوری کرے گا جو کہ ہمارے لئے مفید ہو۔

عبدالوہاب: یعنی ہمیں اس کی مرضی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

یوسف: مگر عبدالوہاب، ہمیں ڈرنے کی کیوں ضرورت نہیں؟

عبدالوہاب: کیوں کہ وہ ہمارا باپ ہے۔



یوسف: تم نے بالکل درست جواب دیا۔ اب ہم ایک اور بات دیکھیں۔ اگر میرا نوکر کوئی غلطی کرے یا میری بے عزتی کرے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟

عزیز: آپ اسے فوراً نکال دیں گے۔

یوسف: بسیط! تم یوحنا ۸: ۲۵ پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "غلام ایک گھر میں نہیں رہتا۔ بیٹا ایک گھر میں رہتا ہے۔"

یوسف: بسیط! اس کا کیا مطلب ہے؟

بسیط: میرا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں۔ اور خدا ہمیں ترک نہیں کرے گا۔

عبدو: (بڑی سنجیدگی سے) بسیط! میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم اتنے بے سمجھ نہیں ہو۔ کچھ نہ کچھ دماغ ضرور رکھتے ہو۔

بسیط: میں ایک سیدھا سادا انسان ہوں، جو کچھ بھی ہے! میں اسے استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

یوسف: (خوش ہو کر) مبارک ہو بسیط! اور عبدو، تمہیں بھی مبارک ہو کہ آخر کار تمہیں یہ نظر آیا ہے کہ بسیط کوشش کر رہا ہے۔ بسیط! تمہارا جواب بالکل درست ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اگر ہم خدا کے

فرزند ہیں تو محفوظ ہیں۔ خدا ہمیں گھر سے نکال نہیں دے گا۔ ہم اگر زمین، روپے، پیسے، جہدے اور دوستوں میں حفاظت تلاش کرتے ہیں، تو وہ حفاظت نہیں ہے۔

عبدو: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

یوسف: میرا مطلب یہ ہے کہ خدا ہمارا محافظ ہے۔ اگر ہم خدا کے بیٹے ہیں تو خدا ہمارا باپ ہے۔ مگر ہم خدا کے گھر میں رہتے ہیں تو خدا ہماری محافظت کرے گا۔ خدا ہماری دیکھ بھال کرے گا۔ ہم اس کے بیٹے ہیں۔ کوئی بھی ہمیں خدا کی مرضی کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کوئی چیز بھی ہمیں اس کی محبت سے جدا نہیں کر سکتی۔

عزیز: یہ خیال تو کبھی ہمارے ذہن میں نہیں آیا۔

یوسف: بیٹا! ہونے کا یہی مطلب ہے اور خدا کے باپ ہونے کا بھی یہی مطلب ہے۔ باپ میرے دوستو، باؤد کو جب ہم عبادت کرتے ہیں یا دعا مانگتے ہیں تو کیا کسی اجنبی خدا سے دعا مانگتے ہیں؟ میرے ایک سامری عورت سے کوئی نہیں پر کہا "تم مجھے نہیں جانتے اس کی پرستش کرتے ہو"۔ کیا ہماری حالت بھی اُس عورت کی سی ہے؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ نہیں۔

یوسف: اگر ہم اُسے جانتے ہیں تو کیا بتا سکتے ہیں کہ وہ کون ہے؟

عبدو: اچھا تو اب میں سمجھا۔ ہم اس لئے اُسے جانتے ہیں کیوں کہ وہ ہمارا باپ ہے۔

یوسف: مثلیک ہے۔ لیون نے اُس عورت سے کہا "ہم جیسے جانتے ہیں اس کی پرستش کرتے ہیں۔"

مذا کو ہم اس لئے جانتے ہیں کہ وہ ہمارا باپ ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ ہمیں

مذہب خدا کی خدمت کرنا ہے۔ کیا ہم کسی انجانے خدا کی خدمت کرتے ہیں؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ اس کا جواب بھی وہی ہے یعنی کہ ہم اس خدا کی خدمت کرتے ہیں جسے ہم جانتے ہیں۔

کیونکہ وہ ہمارا باپ ہے۔

یوسف: میرے لئے کہا "میرا جو کلام اور میرا بوجھ ہلکا ہے"۔ اب میرے دوستو یہ بتاؤ کہ اگر میں کسی اجنبی

کے کھیت میں کام کروں تو کیا میرا کام مشکل ہو گا یا آسان؟

عزیز: وہ تھکا دینے والا ہو گا۔ کیونکہ کسی اجنبی کی خدمت کرنا تھکا دیتا ہے۔

یوسف: اچھا، اگر میں اپنے باپ کے کھیت میں کام کروں اور اس طرح اپنے باپ کی خدمت کروں تو کیا

یہ کام آسان ہو گا؟

عبدو: بے شک وہ آسان ہو گا۔

یوسف: یہی تو سچ ہے کہ "میرا جو کلام ہے اور میرا بوجھ ہلکا ہے"۔ اس کا بوجھ اس

لئے ہلکا ہے کہ جب ہم اس کی خدمت کرتے ہیں تو ہم کسی اجنبی کی خدمت نہیں کرتے۔ ہم جانتے ہیں کہ

جس کی خدمت ہم کر رہے ہیں وہ ہمارا باپ ہے۔

عزیز: یوسف صاحب! ہم نے اس سے پہلے اس قسم کی تشریح کبھی نہیں سنی۔

یوسف: لیکن حقیقت یہی ہے۔ اسی وجہ سے جو کلام اور بوجھ ہلکا ہے میرے دوستو! یوحنا ۳: ۱۷

میں کیا لکھا ہے؟

عبدو: (زبانی بتاتا ہے) "مذہب دنیائے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکھوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی

اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔"

یوسف: خدا کے باپ ہونے کا بھی یہی مطلب ہے۔ خدا ہمیں اتنا زیادہ پیار کرتا ہے کہ وہ ہمیں نجات دینے

کے لئے دیکھ اٹھتا ہے۔ اُتنا اپنے غلام کو بچانے کے لئے دیکھ نہیں اٹھتا۔ لیکن ایک باپ

اپنے بیٹے کو بچانے کے لئے دیکھ اٹھتا ہے۔ خدا ہمارا باپ ہے۔ وہ ہمیں اس قدر پیار کرتا ہے کہ

وہ خود اگر ہمیں ہلاکت سے بچا لیتا ہے۔ میرے دوستو! یہ ایک بہت بڑا موضوع ہے۔ اب رات کافی

ہو چکی ہے۔ آئندہ ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔

## بحث و تھیں کے لئے

### سوالات

- ۱۔ کیا خدا تمام جہان کا باپ ہے؟
- ۲۔ جب ہم دعا کرتے ہیں کہ "اے ہمارے باپ" تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا صرف مسیحوں کا خدا ہے؟
- ۳۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ "خدا ہمارا باپ ہے" تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم جسمانی طور سے خدا سے پیدا ہوئے؟
- ۴۔ خدا کس طرح تمام انسانوں کا باپ ٹھہرتا ہے؟
- ۵۔ مسیح نے کہا "میں اور باپ ایک ہیں" کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس سے اس کی کیا مراد ہے؟
- ۶۔ یہ بتائیں کہ عزریہ ایک ہی وقت میں آدمی اور لڑکا کیسے تھا؟
- ۷۔ یہ بیان کریں کہ یوسف بیک وقت زمیندار اور کسان کیسے تھا؟
- ۸۔ کیا ہم خدا کے بیٹے ہیں یا غلام؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟
- ۹۔ مسیحوں کو کس جگہ حفاظت ہے؟
- ۱۰۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ "خدا ہمارا باپ ہے" تو یہ کس طرح دعا اور عبادت میں ہماری مدد کرتی ہے؟
- ۱۱۔ مسیح نے کہا "میرا جوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا ہے" یہ کس طرح پرستش ثابت ہوتا ہے؟
- ۱۲۔ خدا ہمارا باپ ہے۔ وہ کون سا خاص طریقہ ہے، جس سے اس نے اپنا پیارا ظاہر کیا؟

### غلامہ سبق

خدا تمام جہان کا باپ ہے کیوں کہ اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے۔ لیکن

ایک خاص طریقے سے وہ ان لوگوں کا باپ ہے جو اسے باپ قبول کرتے ہیں۔ خدا مسیح میں ہو کر ہمارے پاس آیا۔ گو ہم اسے "بیٹا" کہتے ہیں۔ لیکن خدا باپ اور خدا بیٹا ایک ہیں۔ خالق اور مخلوق دہندہ ایک ہیں۔ خدا ہمارا باپ ہے۔ وہ ہماری مخلوق کی خاطر دکھ اٹھانے کے باعث ہمیں دکھاتا ہے کہ وہ ہمیں کتنی پیارا کرتا ہے۔

### مقولہ:

آقا کے غلام، لیکن باپ کے بیٹے ہوتے ہیں۔

خدا بیٹا - (نجات دہندہ) (۲)

تلاوت کے لئے :- مثنیٰ ۱۲ : ۴ : ۳ : ۴ : یوحنا : ۱ : ۱۸ : ۲ : ۲ : کرنتھوں : ۸ : ۹ :  
 فیلیپی : ۲ : ۵ : ۱۱ : ۱ : لوقا : ۸ : ۱۵ : ۲۲ : ۲ : افسیوں : ۲ : ۸ : ۱۰ : ۳ : ۲۳ :  
 لکیری : ۲ : ۹ : ۱۰ : ۲ : کرنتھوں : ۱۱ : ۵ : ۱ : یوحنا : ۳ : ۱ :

تفصیل سبق: خدا میں ایک باپ کی طرح پیدا کرتا ہے۔ اور وہ باپ کی طرح چاہتا ہے کہ ہم اس کی محبت کا جواب محبت سے دیں۔ خدا کی محبت اتنی گہری ہے کہ وہ ہمارے پیار کو جیتنے کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہے۔ پچھلے سبق میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک بڑھی ایک چھوٹا لڑکا بناتا ہے۔ وہ اسلئے چھوٹا لڑکا بناتا ہے تاکہ وہ ایک چھوٹے لڑکے کو سکھائے کہ حکم کیسے مانا جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ پوسٹ پوکری زمیندار تھا کیسے کسان بنا۔ اسی طرح خدا انسان بناتا کہ آدمیوں کو سکھائے کہ خدا کا حکم کیسے مانا جاتا ہے۔ انسان، خدا نہیں بنا۔ بلکہ خدا نے ان کو انسان کی صورت اختیار کی۔ خدا غم ہوا اور اسی کو ہم یسوع مسیح اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ مسیح نے نبیوں سے بڑا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا نبیوں سے بڑا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے بادشاہوں سے بڑا ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ ہمارا نبی، بادشاہ اور کاہن ہے۔ نبی ہوتے ہوئے وہ ہمیں سکھاتا ہے۔ کاہن ہوتے ہوئے وہ ہمیں نجات بخشتا ہے اور بادشاہ ہوتے ہوئے وہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ جب ہم اس بات کا مطالعہ کر رہے تھے کہ خدا خود ہے تو ہم نے دیکھا کہ مسیح ہم پر خدا کو ظاہر کرتا ہے اور جب ہم نے اس بات پر غور کیا کہ خدا واحد ہے تو ہم نے دیکھا کہ مسیح کے دیلے سے سب چیزیں پیدا ہوئیں۔ اس سبق میں ہم یہ دیکھیں گے کہ نہ صرف مسیح خالق اور باپ کو ظاہر کرتے والا ہے بلکہ وہ نجات دہندہ بھی ہے۔ مسیح ہمیں بتاتا ہے کہ ہم کس طرح خدا کے گھرانے میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مسیح نے ہمیں اس لئے پیدا کیا تاکہ ہم خدا خدا کے فرزند ہوں، اس لئے ہمیں دوبارہ پیدائش کی ضرورت ہے۔ صرف خالق ہی نہیں دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ یوحنا رسول فرماتا ہے ”دیکھو، باپ نے ہم سے کیسی محبت کی ہے کہ ہم خدا کے فرزند کہلائے اور ہم میں بھی۔“ ہم خدا کے صرف اس وقت ہی فرزند بنتے ہیں جب مسیح ہمیں نئے سرے سے پیدا کرے۔

خاکہ

خدا بیٹا — "نجات دہندہ" ۲

- ۱۔ خدا بیٹا کون ہے؟  
(خدا نیچے اترتا ہے نہ کہ انسان اوپر چڑھا)  
(الف) یہاں وہ ہے جو پناہ سے بڑا ہے۔ نبی۔  
(ب) یہاں وہ ہے جو میل سے بڑا ہے۔ کابین۔  
(ج) یہاں وہ ہے جو سیلان سے بڑا ہے۔ بادشاہ۔  
۲۔ جو کچھ خدا کرتا ہے۔ دہی کچھ بیٹا کرتا ہے۔  
(الف) وہ خالق ہے۔  
(ب) وہ مایہ کو ظاہر کرتا ہے۔  
(ج) وہ محنت دیتا ہے۔



ڈرامہ کے انشراح : یوسف صاحب

عبدو

لیبط

(یوسف، عبدو اور لیبط، یوسف کی ٹھیک میں بیٹھے ہیں)

یوسف: عبدو اب تم بتاؤ کہ آج رات ہمارا موضوع کیا ہے؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ "خدا بیٹا" کی بجلی مرتبہ ہم نے خدا کا پیٹ پر غور کیا اور اس سے پہلے اس پر کہ "خدا واحد ہے" لہذا آج رات ہم یقینی طور پر "خدا بیٹے" پر غور کریں گے اور اس کے بعد "خدا پاک روح پر"۔

یوسف: ہاں یہ یوں ہی ہے۔ اب آؤ ہم شروع کریں۔ عبدو، کیا مسیح کے وقت لوگ بت پرستی کے خلاف تھے؟

عبدو: وہ لوگ جن میں مسیح رہتا تھا؟

یوسف: ہاں، وہ لوگ جو گھیل کے علاقہ میں رہتے تھے، یعنی شاگرد اور دوسرے لوگ۔

عبدو: ہاں، وہ لوگ بت پرستی کے سخت مخالف تھے۔

یوسف: کیوں؟

عبدو: یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے کیوں، مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ مخالف تھے۔

یوسف: وہ جہاد تھا میرے دوست۔ ابراہم کے زمانے سے تمام خدا کے بندے بت پرستی کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ یہ ان کی خدمت کا ہیئت، ہم جڑ تھا۔ تو کیا اس بات کے پیش نظر شاگردوں نے اسے ایک آدمی کو خدا کہا آسان تھا؟

لیبط: نہیں۔

یوسف: ٹھیک ہے لیبط۔ ہم بت پرستی کے خلاف ہیں۔ اگر ایک آدمی ہمارے گاؤں میں آکر کہے کہ "میں خدا ہوں" تو کیا ہم اس کا یقین کریں گے؟

عبدو: ہرگز نہیں، بلکہ ہم تو اس کی خوب مرمت کریں گے۔

یوسف: اچھا، اب وہ اب یہ بتاؤ کہ جب تم نے شادی کی تھی تو تم خلیس کی ماں کو کیا سمجھتے تھے؟

عبدو: فرشتہ۔

یوسف: اور اس کے ساتھ چار پانچ سال پہلے کے بعد کیا تم اُسے پھر بھی فرشتہ ہی سمجھتے ہو؟

عبدو: (مسکراتے ہوئے) نہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ بھی دوسری عورتوں کی مانند ہے۔ یوسف: یہ نہیں اُس کے ساتھ کافی عرصہ رہنے کے بعد پتہ چلا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟

عبدو: جی ہاں۔

یوسف: کیا یہ بات ہر ایک کی بابت درست نہیں ہے کہ ان کے ساتھ رہنے کے بعد ہی پتہ چلتا ہے کہ ان میں کیا کیا نقص پائے جاتے ہیں؟

لیبط: جی ہاں۔

یوسف: کیا مسیح نے شاگردوں کو بتایا کہ وہ خدا ہے؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ اس نے انہیں بتایا۔

یوسف: نہیں میرے دوستو، اُس نے اس بات کا ذکر کم از کم کیا وہ ان کے ساتھ رہا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خود ہی پہچانیں کہ وہ کون ہے۔ اُس نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ خدا ہے، لیکن جتنا زیادہ عرصہ وہ اس کے ساتھ رہے، اتنا ہی زیادہ انہیں یقین ہوتا چلا گیا کہ وہ انسان سے زیادہ ہے۔

عبدو: اچھا۔

یوسف: اور آخر کار جب مسیح نے ان سے پوچھا کہ "تم مجھے کیا کہتے ہو؟" تو بطرس نے جواب دیا "تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے" عبدو، تو مسیح نے ان کو کیا کہا؟

عبدو: مسیح نے جواب دیا کہ "یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے"۔

یوسف: میرے دوستو، جتنا زیادہ عرصہ ہم کسی کے ساتھ رہتے ہیں تو اتنا ہی زیادہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ہماری طرح خطا کا پتلا ہے۔ لیکن جتنا زیادہ عرصہ شاگرد مسیح کے ساتھ رہے، اتنا ہی زیادہ انہیں یقین ہوتا چلا گیا کہ وہ خدا ہے۔ اچھا عبدو، یہ بتاؤ کہ یوحنا رسول نے جو انجیل لکھی، وہ اس کے شروع میں کیا کہتا ہے؟

عبدو: (دروازہ پر آتا ہے) "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا"۔

یوسف: خدا کا کلام کون ہے؟

عبدو: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: بڑے تعجب کی بات ہے کہ تمہیں معلوم نہیں؟ خدا کا کلام ایسا مسیح ہے۔ مسیح ابتداء سے خدا کے ساتھ تھا۔ مسیح ازل سے خدا تھا۔ یوحنا رسول کہتا ہے "کلام ہم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا"۔ یوحنا رسول کہتا ہے "تم ہمارے خداوند مسیح کے فضل کو جانتے ہو کہ وہ اگرچہ دولت مند تھا مگر تمہاری خاطر غریب بن گیا، تاکہ تم اسی کی غریبی کے سبب سے دولت مند ہو جاؤ۔"

پولس رسول ایک دوسری جگہ پر کہتا ہے "اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو مقصد میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا" اس کا کیا مطلب ہے؟

عبدو: میرے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح خدا کے ساتھ ازل سے تھا۔

یوسف: بے شک یہ درست ہے۔ اگرچہ روشنی، آگ اور گرمی ایک ہیں تو بھی ایک خاص وقت پر روشنی کمرے میں داخل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح، اگرچہ خدا بھی ایک ہے تو بھی وہ ایک خاص وقت پر انسان کی تاریخ میں مسیح میں ہو کر داخل ہوتا ہے۔ آدمیوں نے اسے دیکھا، لوگ اس کے ساتھ رہے اور منجھو کرتے تھے۔ اس کے بعد ہی انہوں نے کہا "یہ خدا ہے"۔ پس مسیح نہ تو پیدا ہوا اور نہ تخلیق کیا گیا تھا مسیح ازل سے خدا کے ساتھ ہے۔ لیکن ایک خاص وقت پر کلام مجسم ہوا اور آدمیوں کے درمیان رہا۔ اب میرے دوستو! ہم دو باتوں پر غور کریں گے پہلی یہ کہ یہ کلام جو مجسم ہوا، کس کی مانند ہے، دوسری یہ کہ وہ کیا کرتا ہے۔ بیسٹ متی ۲۱:۱۷ پڑھو۔

بیسٹ: "فیروزہ کے لوگ عدالت کے دن اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو مجرم ٹھہرائیں گے کیونکہ انہوں نے یونانہ کی مادی پر توبہ کر لی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یونانہ سے بھی بڑا ہے!"

یوسف: "میں نے کہا" دیکھو یہاں وہ ہے جو یونانہ سے بھی بڑا ہے"۔ بیسٹ اس کا کیا مطلب ہے؟

بیسٹ: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: یونانہ کون تھا؟

بیسٹ: ٹھیک ہے۔ مسیح نے کہا "یہاں وہ ہے جو یونانہ سے بھی بڑا ہے" یعنی مسیح نبیوں سے بڑا ہے۔ کیونکہ یونانہ ایک بہت بڑا ہی تھا۔ پس ہم نے دیکھا کہ سب سے پہلے مسیح نبیوں سے بڑا ہے۔ اب میرے دوستو! مجھے یہ بتاؤ کہ نبی کیا کرتے تھے؟

عبدو: وہ پیشگوئی کیا کرتے تھے۔

یوسف: بے شک یہ درست ہے۔ لیکن وہ زیادہ تر خدا کا کلام پیش کیا کرتے تھے۔ کیا یہ صحیح نہیں؟

بیسٹ: میرا خیال ہے کہ یہ صحیح ہے۔

یوسف: وہ لوگوں کو خدا کا کلام سنایا کرتے تھے۔ یعنی وہ انہیں بتایا کرتے تھے کہ زندگی کیسے بسر کرنی چاہیے۔ انہوں نے لوگوں کو پاکیزگی کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے انہیں راستبازی کے متعلق بتایا۔ مثلاً انہوں نے لوگوں سے کہا "خدا دہ تجھ سے اس کے سوا کیا چاہتا ہے کہ تو انصاف کرے اور رحم دلی کو عزیز رکھے اور اپنے خدا کے حضور فروتنی سے چلے؟"

عبدو: یقیناً وہ اس قسم کی تعلیم دیتے تھے۔

یوسف: لیکن کیا نبیوں نے خدا اس تعلیم پر مکمل طور پر عمل کیا؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ نہیں۔ گو وہ دوسروں سے بہتر تھے تو بھی کیا وہ دوسروں کی طرح آدمی و اولاد نہیں تھے؟

یوسف: اب میرے دوستو ذرا توجہ سے سنو۔ مسیح ایک وہ نبی ہے جس نے خدا کا کلام پیش کیا اور جو خود خدا کا کلام بھی تھا۔

عبدو: یوسف صاحب، اس کا کیا مطلب ہوا؟

یوسف: مسیح نے کہا کہ خدا چاہتا ہے کہ ہم پورے دل سے دوسروں کو پیار کریں۔ اور پھر اس نے خود لوگوں کو پورے دل سے پیار کیا۔ یعنی جو کچھ اس نے لوگوں کو کرنے کے لئے کہا، اس پر خود بھی پوری طرح عمل کیا۔ عبدو! کیا اب تو سمجھ گئے ہو؟

عبدو: جی ہاں۔

یوسف: مسیح نے خدا کا کلام پیش کیا اور وہ خود خدا کا کلام تھا۔ بیسٹ اب بتاؤ۔ اس نے کیا کیا؟

بیسٹ: (دھڑکتا ہے) مسیح نے خدا کا کلام پیش کیا اور وہ خود خدا کا کلام تھا۔

یوسف: شاباش! بیسٹ! اب اسے بھولنا نہیں۔ عبدو، اب تم متی ۱۲: ۱۰ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "میں تم سے کہتا ہوں کہ یہاں وہ ہے جو میکہل سے بھی بڑا ہے"۔ یوسف صاحب اس کا کیا مطلب ہے؟

یوسف: وہ کون گگ تھے جو میکہل میں خدمت کرتے تھے؟

عبدو: کاہن۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ لہذا جب مسیح نے کہا کہ میں میکہل سے بڑا ہوں، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ میں تمام کاہنوں سے بڑا ہوں۔ میں کاہنوں کی عبادت سے بڑا ہوں۔ پس کاہنوں کی قربانی سے بڑا ہوں۔

عبدو: یعنی نہ صرف نبیوں سے بڑا تھا بلکہ تمام کاہنوں سے بھی۔

یوسف: ہاں حقیقت یہی ہے۔ اچھا بیسٹ میاں! اب تم بتاؤ کہ پرانے عہد کے کاہن مذبح پر کیسے گذراتے تھے۔

بیسٹ: مجھے معلوم نہیں۔ کیا وہ گدے قربان کرتے تھے؟

عبدو: بیسٹ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں۔ کاہن بیل یا بڑہ گذراتے تھے۔

یوسف: ان کاہن بیل یا بڑہ گذراتے تھے۔ مسیح سردار کاہن ہے۔ اس نے مذبح پر کیا گذرانا؟

یوسف: اچھا تو اب مجھے یہ بتاؤ زمین پر بے شمار بادشاہ گزرے ہیں کیا بادشاہ عوام کی خدمت کرتے تھے یا عوام بادشاہ کی؟

عبدو: بے شک، عوام ہی بادشاہ کی خدمت کیا کرتے تھے۔

یوسف: کیا زمیندار کسان کی خدمت کرتے ہیں یا کسان زمیندار کی؟

بیٹا: جناب کسان ہی زمیندار کی خدمت کرتے ہیں۔

یوسف: اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ جب میری زمین پر آیا تو کیا وہ بادشاہوں کی طرح لوگوں سے خدمت لینے آیا تھا۔

عبدو: نہیں نہیں، تو لوگوں کی خدمت کرتے آیا تھا۔

یوسف: میرے دوستو یہی وہ نکتہ ہے جو میں تمہیں بتانا چاہتا تھا۔ میری ایک ایسا بادشاہ ہے جو خدمت کسے کے لئے آیا کیا یہ بات حیران کن نہیں؟

بیٹا: بے شک، یہ تو بہت حیرانی کی بات ہے۔ میں بادشاہ کے بارے معلوم ہے اور نوکر کے بارے میں بھی۔ لیکن بادشاہ خدمت کرے، یہ تو کہیں سننے میں نہیں آیا۔

عبدو: بے شک یہ عجیب بات ہے۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ ہم تقریباً دو راتوں تک حقیقی عظمت کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ ہم نے دیکھا تھا کہ حقیقی عظمت خدمت کرنے میں ہے۔

یوسف: بہت خوب عبدو! میں خوش ہوں کہ تم نے اسے یاد رکھا۔ لہذا میرے بادشاہ ہے اور تمام بادشاہوں سے بڑا ہے کیونکہ وہ بادشاہ ہوتے ہوئے خدمت کرتا ہے۔ اب ہم اسے پھر دہرائیں۔ میری کامیابی، کامیابی اور بادشاہ ہے۔ عبدو میری کس قسم کا نبی ہے؟

عبدو: وہ ایسا نبی ہے جو کہ خدا کا کلام پیش کرتا ہے اور خود کلام ہے۔

یوسف: بیٹا اب تم بتاؤ میری کامیابی سے بڑا ہے۔ وہ کس طرح؟

بیٹا: وہ کامیابی ہے اور قربانی بھی۔

عبدو: ایسا معلوم ہوتا ہے بیٹا کہ تم استاد یوسف کے پاس بیٹھے سے کچھ نہ کچھ سمجھنے لگے ہو۔ واقعی یہ حیرانی کی بات ہے۔

یوسف: عبدو! کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ اگر تم بیٹا کا مذاق اڑانا چھوڑ دو تو وہ سمجھنے لگے گا؟ عبدو: اب تم بتاؤ کہ میری کس قسم کا بادشاہ ہے؟

عبدو: وہ ایسا بادشاہ ہے جو خدمت کرتا ہے۔

یوسف: بادشاہ ٹھیک ہے میرے دوستو! ہم نے یہ دیکھا کہ میری نبی ہے جو میں سکھاتا ہے وہ کامیابی ہے۔ میں نجات بخشا ہے اور وہ ایک بادشاہ ہے جو راہنمائی کرتا ہے۔ لیکن عبدو! کیا ہم ان

عبدو: (کچھ پریشان ہو کر) یوسف صاحب میں اس بات کو سمجھ نہ سکا۔ کیا میری نبی ہے قربانی گزارنی؟ کیا اس نے کبھی ہیکل میں کامیابی کی خدمت انجام دی؟

یوسف: ذرا سوچو میرے دوست، سوچو۔ میری نبی ہے ہیکل میں خدمت نہیں کی۔ اور نہ ہی اس نے ہیکل یا برتے کی قربانی گزارنی۔ اس نے اس سے کہیں افضل قربانی پیش کی۔ وہ کیا تھی؟

عبدو: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: عبدو! تمہیں معلوم ہے، لیکن تم سمجھتے نہیں ہو۔ اب ذرا غور سے سوچو۔ میری بڑا سردار کامیابی ہے جس نے اپنے آپ کو میری قربان کر دیا۔ جب اس نے یہ کہا کہ ”میں ہیکل سے بڑا ہوں“ تو اس کا یہی مطلب تھا۔

عبدو: یوسف صاحب، ہم نے کبھی اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ یہ واقعی سب سے عظیم قربانی ہے۔

یوسف: بے شک یہ ایک عظیم قربانی ہے۔ اور یہ ہمارے لئے ہے کیونکہ میری وہ نبی ہے جس نے خدا کا کلام لوگوں کے سامنے پیش کیا اور وہ خود خدا کا کلام ہے۔ میری ایک ایسا کامیابی ہے جو کہ بیک وقت کامیابی اور قربانی دونوں ہے۔ بیٹا، اب تم اس باب کی بیا بیٹا کیسے آیت پڑھو۔

بیٹا: (پڑھتا ہے) ”دکھنی کی ملکہ عدالت کے دن اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ اٹھ کر ان کو مجسمہ ٹھہرائے گی۔ کیونکہ وہ دنیا کے کنارے سے سلیمان کی حکمت سننے کو آئی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو سلیمان سے بھی بڑا ہے۔“

یوسف: دیکھا تم لوگوں نے! میری نبی ہے! میں یونہی سے بڑا ہوں یعنی نبیوں سے بڑا ہوں میں ہیکل سے بڑا ہوں۔ یعنی کامیابیوں سے بڑا ہوں۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں سلیمان سے بڑا ہوں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ سلیمان کون تھا؟

بیٹا: سلیمان ایک زبردست بادشاہ تھا۔ وہ بہت عقلمند اور بہت امیر تھا۔

یوسف: میری نبی نے جب یہ کہا کہ یہاں وہ ہے جو سلیمان سے بھی بڑا ہے۔ تو پھر اس کا کیا مطلب ہوا؟

عبدو: یہ کہ وہ بادشاہوں سے بڑا ہے۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ مگر سلیمان بہت امیر تھا۔ کیا میری کامیابی یہ ہے کہ وہ سلیمان سے بھی زیادہ امیر تھا؟

عبدو: نہیں، وہ تو بہت عزیز تھا۔

یوسف: کیا اس کی فوج سلیمان کی فوج سے بڑی تھی۔

عبدو: نہیں، اس کی کوئی فوج نہ تھی۔

عبدو: مجھے معلوم نہیں ہے۔



باتوں کو مانتے ہیں؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ ہم مانتے ہیں۔

یوسف: ہمیں میرے دوستو! ہم یہ نہیں مانتے کہ مسیح کو کاہن تو تسلیم کرتے ہیں جو نجات بخشتا ہے۔ لیکن ہم اسے نبی قبول نہیں کرتے جو کہ سکھاتا ہے، کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ مسیح کا ہونا بادشاہ بھی قبول نہیں کرتے جو کہ رہنمائی کرتا ہے، کیونکہ ہم اس کی رہنمائی میں چلنا ہی نہیں چاہتے۔ اب ہم اس بات پر غور کریں گے کہ مسیح کیا کرتا ہے۔ وہ تین کام کرتا ہے۔ وہ پیدا کرتا ہے۔ وہ خدا کو ظاہر کرتا ہے وہ آدمیوں کو بچاتا ہے۔

عبدو: ہم تو پہلے ہی یہ سمجھ چکے ہیں کہ وہ خالق ہے۔ یوحنا رسول کہتا ہے "سب چیزیں اس کے وسیلے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے۔ اُس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔" یوسف: مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی عبدو، کہ تم نے اسے یاد رکھا ہے۔ جو انیوں کے نام خط میں لکھا ہے ۹ ذرا ۱: ۲ تو پڑھو۔

عبدو: پڑھتا ہوں۔ ".... اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا جائے اُس نے سب چیزوں کا وارث مقرر کیا جس کے وسیلے سے اُس نے عالم بھی پیدا کئے۔"

یوسف: ہاں اور پولس رسول کلیوں کے خط میں لکھتا ہے "اُمی میں سب چیزیں پیدا کی گئیں۔" انسان کی ہوں یا زمین کی۔ دیکھی ہوں یا نہ دیکھی۔ تخت ہوں یا ریاستیں یا حکومتیں یا اختیارات سب چیزیں اُمی کے وسیلے سے اور اسی کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ ظاہر ہے کہ وہ خالق ہے۔ یہیں یاد ہوگا کہ ہم نے پڑھا کہ وہ انسان پر خدا کو ظاہر کرنے والا بھی ہے۔

عبدو: ہاں مجھے یاد ہے۔ ہم نے کافی دنوں تک اس بات پر غور کیا کہ اس سے کیا مراد ہے کہ خدا نور ہے وہ ہمیں کائنات میں، نبیوں کے وسیلے سے اور مسیح میں متور کرتا ہے۔

یوسف: عبدو مجھے اس بات سے انتہائی خوشی حاصل ہوئی ہے کہ تم سبق خوب اچھی طرح یاد رکھتے ہو۔ عبدو: یہ تو آپ کی مہربانی ہے۔ آپ سبق خوب کھول کر بیان کرتے ہیں کہ فوراً سمجھ میں آ جاتا ہے۔

یوسف: خدا تمام باتیں ہمارے لئے آسان کر دے۔ عبدو، تم نے ٹھیک کہا کہ ہم نے کافی دنوں تک اس بات پر غور کیا تھا کہ کس طرح مسیح نے خدا کا انکشاف کیا۔ یوحنا رسول کہتا ہے کہ "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔" اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اُمی نے ظاہر کیا۔ لیکن اب آؤ میرے اور اس سبق کے ایک اہم سوال پر غور کریں۔ مسیح کون ہے؟ وہ نبی، کاہن اور بادشاہ ہے۔ مسیح کیا کرتا ہے؟ وہ پیدا کرتا ہے۔ خدا کو ظاہر کرتا ہے اور نجات دیتا ہے۔ اب میرے دوستو! ہم

بڑے ممنوع پر تنگ کریں۔ بسطط تم یہ بتاؤ کہ اس شہر کے پاس جو ایک بڑی نہر بہتی ہے اس پر پل کس نے تعمیر کیا؟

بسطط: مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ کس نے تعمیر کیا؟ یقیناً کسی انجینئر نے ہی بنایا ہوگا۔

یوسف: اچھا! اب یہ بتاؤ کہ اگر پل ٹوٹ جائے تو کیا اسے ٹھیک کرنے کے لئے مائشی کو بلائیں گے؟

بسطط: مائشی کو؟ وہ کیا کر سکتا ہے؟

یوسف: وہ اس پر پانی ڈال سکتا ہے۔

بسطط: میں نہیں سمجھا اس کا کیا فائدہ ہوگا!

یوسف: اگر اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو کیا وہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا؟

بسطط: ہرگز نہیں۔

یوسف: پھر کیا کیا جائے گا؟

عبدو: اس انجینئر کو بلا دیا جائے گا۔ جس نے پل تعمیر کیا تھا صرف انجینئر اسے ابھی طرح بنا سکتا ہے۔

یوسف: عبدو کیا تمہارے پاس بل گاڑی ہے؟

عبدو: جی ہاں ہے۔

یوسف: جب وہ ٹوٹ جاتی ہے تو کیا تم کہہ کر بلا کر آئے ٹھیک کراتے ہو؟

عبدو: نہیں، کہہ کر کیا کر سکتا ہے؟

یوسف: وہ اس پر مٹی لگا کر ٹھیک کر سکتا ہے۔

عبدو: یہ تو بڑی عجیب بات ہے مٹی فوراً ٹوٹ جائے گی۔ کہہ کر اسے ہرگز ٹھیک نہیں کر سکتا۔

یوسف: تو کیا تم اسے یوں ہی رہنے دو گے تاکہ خود بخود ٹھیک ہو جائے؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: پھر تم اسے ٹھیک کرنے کے لئے کسے بلاؤ گے؟

عبدو: میں اس بڑھئی کو بلاؤں گا۔ جس نے اسے بنایا تھا۔ صرف بڑھئی ہی اسے ابھی طرح ٹھیک کر سکتا ہے۔

یوسف: اگر کوئی آدمی نشتی خریدنا ہے اور اس کا مسئلہ جس سے بار بار باندھتے ہیں ٹوٹ جائے تو کیا

وہ اسے ٹھیک کرنے کے لئے توالوں کو بلائے گا؟ یا اسے خود بخود ٹھیک ہونے کے لئے

چھوڑ دے گا؟

عبدو: نہیں نہیں۔ توال اسے ٹھیک نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی وہ خود بخود ٹھیک ہو سکتی ہے۔ وہ اسے

کشتی جانے والوں کو بلا کر ٹھیک کرائے گا۔

یوسف: اگر کہار کوئی برتن بنا رہا ہو اور وہ بگڑ جائے تو کیا وہ بڑھئی کو بلوا کر اسے ٹھیک کرائے گا؟

عبدو: ہرگز نہیں۔ صرف کہار ہی اسے ٹھیک کر سکتا ہے۔

یوسف: میرے دوستو یہ میسج ہے صرف وہی اسے درست کر سکتا ہے جو اسے بناتا ہے۔ ٹوٹے ہوئے برتن کو کون ٹھیک کر سکتا ہے؟

عبدو: صرف انجینئر جس نے اسے بنایا تھا۔

یوسف: بیل گاڑی کو کون ٹھیک کر سکتا ہے؟

عبدو: بڑھئی جس نے اسے بنایا تھا۔

یوسف: کشتی کے مسئول کو کون ٹھیک کر سکتا ہے؟

عبدو: کشتی بنانے والا جس نے اس کشتی کو بنایا تھا۔

یوسف: مٹی کے برتن کو کون ٹھیک کر سکتا ہے؟

عبدو: صرف کہار جو اسے بناتا ہے۔

یوسف: اسی طرح میرے دوستو، خدا جس نے انسان کو پیدا کیا، وہ اس کے بگڑے ہوئے راسخوں کو درست کر سکتا ہے۔ صرف خدا ہی جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بنا سکتا ہے۔ صرف خدا ہی پیدا کر سکتا ہے اور وہی اسے نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے۔

عبدو: یہ تو میں نے آج پہلی دفعہ ہی سنا۔

یوسف: مرقع بیٹے کو۔ اُسے کون صاف کر سکتا تھا؟ اس کی انگلی میں کون انگوٹھی پہنا سکتا تھا؟ اُسے کون یا لباس اور نئی جوتی پہنا سکتا اور پھر اسے اپنا بیٹا بنا سکتا تھا؟ کیا دوسرے لوگ کر سکتے تھے؟ کیا نوکر کر سکتے تھے؟

عبدو: نہیں، صرف اُس کا باپ ہی یہ کر سکتا تھا۔

یوسف: بے شک، بے شک۔ ہم سب اُس مرقع بیٹے کی مانند ہیں۔ خدا پھر سے ہمیں اپنا بیٹا بنانا چاہتا ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا اور اب وہ ہی ہمیں پھر سے پیدا کر سکتا ہے۔ وہی ہمیں دوبارہ اپنے خاندان میں شامل کر سکتا ہے۔ پولس کہتا ہے "خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا"۔

بیٹا: ہمیں تو ساری عمر اس آیت کی سجدہ کرنی۔

عبدو: اب ہم کچھ کچھ سمجھنے لگے ہیں۔

یوسف: میرے دوستو، ذرا غور سے سنو کہ پولس رسول انیسویں کو کہتا ہے "ہم اس کی کارگیری ہیں اور

مسیح یسوع میں اُن نیک اعمال کے واسطے مخلوق ہوئے، جن کو خدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لئے

تیار کیا تھا۔

پھر سکین کو کہتا ہے "ایک دوسرے سے جھوٹ ڈبو لو کیونکہ تم نے پرانی انسانیت کو اس کے کاموں سمیت اٹھا لیا اور نئی انسانیت کو پہن لیا ہے جو معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے خالق کی صورت بدلنے جتنی جاتی ہے۔"

بیٹا: یہ تو بہت مشکل آیت ہے۔

یوسف: تو پھر کوئی آسان اور چھوٹی آیت لیں۔ پولس نے کرنتھس کی کلیسا کو کہا "اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ

نیا مخلوق ہے"۔ بیٹا اُس نے کیا کہا؟

بیٹا: "اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے۔"

یوسف: پرانی چیزیں باقی رہیں۔ دیکھو وہ نئی ہو گئیں۔

عبدو: لیکن وہ ختم سرے سے پیدا کیے کرتا ہے؟

یوسف: میں ابھی بیان کرنا ہوں۔ عبدو، کیا تم نے مجھے کبھی گاؤں کی گلیوں میں بھاگتے ہوئے دیکھا ہے؟

عبدو: نہیں، آپ تو عورت دار آدمیوں کی طرح گلیوں میں سے آہستہ آہستہ چسل کر گذرتے ہیں۔

یوسف: اچھا تو اب یہ تباد کر جب صرف بیٹا داپس آیا۔ تو باپ نے کیا کیا؟

عبدو: میں سمجھا نہیں کر آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔

یوسف: وہ دوڑتا ہے۔ وہ گلیوں میں دوڑتا ہے۔ وہ اُس وقت ایک نوجوان آدمی کی مانند بن گیا تھا۔ وہ

اپنے آپ کو پسند نہیں کرتا ہے۔ وہ دوڑ کر اپنے بیٹے کو گلے لگالیتا ہے۔ وہ تمام لوگوں کے سامنے

اسے چومتا ہے۔ وہ اسے اس وقت چومتا ہے۔ جبکہ وہ آگہ اور بیٹے پرانے کپڑے پہنے ہوتا تھا۔ کیا

بہت سے لوگ اس وقت انہیں دیکھ رہے تھے۔

عبدو: بے شک، اس وقت بہت سے لوگ وہاں جمع ہوں گے۔

یوسف: کیا یہ باپ کے لئے بے عزتی کا باعث نہیں تھا کہ وہ گلیوں میں دوڑتا جائے اور تمام لوگوں کے سامنے اپنے گندے بیٹے کو بچے؟

بیٹا: بے شک، بے شک، حتیٰ تو یہ تھا کہ وہ اسے مارتا۔

یوسف: کیا اسے یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ اسے کوہ بنا کر رکھے اور جب تک ساری رقم جو اس نے برباد کر دی تھی وصول نہ ہو جائے، اس سے خوب محنت کرائے۔



عبدو: بے شک اُسے یہ حق حاصل تھا۔

یوسف: لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ بہت بن گیا تاکہ وہ اُسے پھر سے بیٹا بنا سکے۔ مگر صرف بیٹا اُسے کی بنانے کو کہتا ہے؟

عبدو: وہ اُسے نوکر بنانے کو کہتا ہے تاکہ وہ اس کی رقم واپس کر سکے جو کہ اُس نے برباد کر دی تھی۔

یوسف: مگر کیا وہ رقم ادا کر سکتا تھا؟

عبدو: نہیں یہ ناممکن تھا۔ اگر وہ ساری عمر بھی نوکر کی حیثیت سے کام کرتا تو بھی وہ اُس رقم کا دسواں حصہ بھی ادا نہ کر سکتا۔

یوسف: یہ صحیح ہے۔ اس کا باپ یہ جانتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا۔ کہ اس کا بیٹا ساری عمر وہ رقم ادا نہیں کر سکتا۔ اگر باپ چاہتا تھا کہ وہ اس کا بیٹا بنا رہے تو اُسے نیا بیٹا بنانا ضرور تھا۔ صرف باپ ہی یہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو بہت کر لیتا ہے اور دوسرے اُسے لگتا ہے اور اس کی گڈگی کے باوجود بھی اُسے قبول کر لیتا ہے اور اس میں سے گویا ایک نیا بیٹا پیدا کرتا ہے کیا رد اس قابل تھا کہ وہ بیٹا بن سکے؟

عبدو: اب تو وہ اُسے اور بھی زیادہ پیار کرے گا۔ کہونکہ وہ جانتا ہے کہ سب کچھ اس کے باپ کی مہربانی ہے۔

یوسف: کیا وہ جانتا تھا کہ وہ غلطی پر تھا؟

عبدو: ہاں۔ وہ نہایت فروتن بن کر آیا تھا۔ اُس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا۔

یوسف: لیکن اس کی غلطی کیا تھی؟

بیٹو: اس نے جیوں کو برباد کر دیا تھا۔

یوسف: بے شک یہ درست ہے، مگر بنیادی غلطی کیا تھی؟

عبدو: اس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی اور اس کا گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

یوسف: شاباش عبدو، تم نے درست جواب دیا۔ اس نے اپنے آپ کو اول درجہ دیا۔ اس نے اپنے

خاندان کی پرواہ نہیں کی۔ اُس نے اپنے باپ کی بھی پرواہ نہیں کی۔ یہ گناہ ہے۔ جب ہم یہ

یہ کہتے ہیں کہ ”میں اول ہوں“ تو اس وقت ہم دوسرے لوگوں کو بھول جاتے ہیں۔ ہم خدا کو بھی

بھول جاتے ہیں یہی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

عبدو: میرے خدایہ میں تو صرف زنا، چوری، جھوٹ، شراب پینا اور اسی طرح کی باتوں کو گناہ

سمجھتا تھا۔

یوسف: ہاں یہ گناہ ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہ مگر صرف بیٹا ایک دور دراز ملک میں اپنا مال برباد

کرتا ہے۔ لیکن اس کی پشت پر ایک گہری چیز ہے یعنی اپنے باپ اور اپنے باپ کے گھر سے بغاوت۔

عبدو: بے شک یہ درست ہے۔

یوسف: جب ہم اپنے آپ کو اول درجہ دیتے ہیں اور خدا اور اپنے بھائیوں کی پس پشت ڈال دیتے

ہیں تو پھر ہم سے اس قسم کا گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہم نفرت اور حسد کرنے لگتے ہیں اور

اپنے آپ کو بہت ہی اچھا اور بہت ہی قابل سمجھنے لگتے ہیں۔ بنیاد سب کی ایک ہی ہے ہم کہتے

ہیں کہ میرا درجہ اول ہے اور خدا کا اس کے بعد۔ میں پہلے ہوں اور اس کے بعد میرے بھائی

بند وغیرہ۔ کیا صرف بیٹے نے ہی کچھ کہا تھا؟

عبدو: بے شک، اُس نے ہی کچھ کہا تھا۔ اُس نے نہ تو اپنے باپ کی پرواہ کی اور نہ اپنے خاندان کی۔

یوسف: چنانچہ کچھ اُس نے بعد میں کیا وہ اسی بات کا نتیجہ تھا۔ لیکن بڑے بیٹے نے بھی کچھ کہا تھا۔

بیٹو: وہ کیسے؟

یوسف: بڑے لڑکے نے کہا ”میرا درجہ اول ہے میں اپنے باپ کی بات نہیں مانتا۔ میں اپنے بھائی سے

نفرت کرتا ہوں۔“

عبدو: یوسف صاحب! میں سمجھتا نہیں آپ ذرا کھول کر بیان کریں۔

یوسف: میرے دوستو! یہ تو بالکل صاف ہے۔ کیا اس کے باپ نے ضیافت کی تھی؟

عبدو: جی ہاں، اکی تھی۔

یوسف: کیا بڑا بھائی شامل ہونے کے لئے تیار تھا؟

بیٹو: نہیں۔

یوسف: لیکن پھر باپ اپنے مہمانوں کے سامنے اپنے آپ کو بہت کرتا ہے اور اپنے بڑے بیٹے کو

منانے کے لئے باہر جاتا ہے۔ یہ درست ہے بیٹو؟

بیٹو: یقیناً باپ اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہوا ہوگا۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ بڑے بیٹے

نے اپنے باپ کا حکم نہ مانا۔

یوسف: تم نے ٹھیک کہا بیٹو۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بھائی نے اپنے باپ کی عزت نہ کی اور وہ

اپنے بھائی سے نفرت کرتا تھا اس لئے وہ ضیافت میں شامل نہیں ہوا۔ چنانچہ بنیاد ایک ہی

ہے اس لئے باپ کو پھر وہی کام کرنا پڑا۔ یہ ضروری بات تھی کہ باپ اپنے آپ کو بہت

کرے تاکہ وہ بیٹے کو دوبارہ جیت لے۔

عبدو: ہم نے اس تئیس کو کبھی ان معنوں میں نہیں سمجھا تھا۔ لیکن ہم کو معلوم ہے کہ یہ درست ہے۔



یوسف: باب اپنے آپ کو پست کر کے بڑے بیٹے کو جیتنا چاہتا ہے۔ وہ اس میں سے بھی ایک نیا بیٹا پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ کامیاب ہو گیا؟

عبدو: ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہی میں جانتا ہوں۔

یوسف: اس نے نہیں بتایا۔ جو کہ بڑا بیٹا بہت مغرور تھا اس لئے اس میں سے نیا بیٹا پیدا کرنا بہت مشکل تھا۔ جب آدمی یہ کہتا ہے کہ ”میرا درجہ اول ہے“ مجھے خدا اور اپنے بھائیوں کی پرواہ نہیں۔ اگر وہ جہاں گناہ بھی کر سکتا ہے مثلاً زنا کاری، قتل وغیرہ اور وہ روح کے گناہ بھی کر سکتا ہے مثلاً تکبر، غفرت اور حسد وغیرہ، لیکن میرے دوستو! ان دونوں کی بنیاد ایک ہی ہے۔

عبدو: ہم نے اس سے پہلے کبھی اس طرح کا بیان نہیں سنا تھا۔

یوسف: تمہیں ان باتوں پر ضرور غور کرنا چاہیے۔ یہ ضرور تھا کہ باب پست ہو جائے اور اپنے بھوتے بیٹے اور بڑے بیٹے دونوں میں ایک ایک نیا بیٹا پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ لڑکے بھی لیست ہوں۔ اپنے گناہ کو مان لیں، اپنے غرور سے توبہ کر لیں اور اپنے آپ کو بھاری قبول کر لیں اور گھر واپس آ جائیں۔ ان دونوں کی حالت ایکہ جیسی ہے۔

بیٹا: یہ تو میرے لئے نئی بات ہے۔

یوسف: یہی حال خدا کا ہے۔ خدا نے اپنے آپ کو پست کیا اور میں میں ہو کر ہمارے پاس آیا۔ اس نے یہ اس لئے کیا تاکہ ہم سے نیا بیٹا پیدا کرے۔ اگر ہم اس کے پیار کو قبول کر لیتے ہیں تو نئی مخلوق بن جاتے ہیں۔ کیا چھوٹا بیٹا اس پیسے کو جو اس نے برباد کیا ادا کر سکتا؟

عبدو: ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ ناممکن تھا۔

یوسف: یہی حال ہمارا ہے۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے، مگر اس کے خدا کے پیار کی بخشش کو قبول کرے جب ہم ایسا کرتے ہیں تو خدا ہمیں نئے سرے سے پیدا کرتا ہے اور ہمیں اپنا بیٹا بنا لیتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں بڑی شکر گزاری کے ساتھ اس کی خدمت میں لگے رہنا ہے۔

عبدو: اب ہم سمجھ گئے ہیں کہ خدا باب اور خدا بیٹے سے کیا مراد ہے۔

یوسف: میرے دوستو! یہ معنون بڑا سیدھا و صاف ہے۔ بشرطیکہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

خدا نے ہمیں مسیح میں پیدا کیا ہے۔ اس لئے صرف خدا ہی ہمیں مسیح میں نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے۔ پوچھو کہ بھی یہی مطلب تھا۔ جب اُس نے کہا ”خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل تلاب کر لیا“ اور اس تیش میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ باب اپنے آپ کو پست کر رہا تھا تاکہ جیسے بیٹے کو جیت سکے۔ اور باب نے اپنے بڑے بیٹے کو بھی جیتنے کے لئے اپنے آپ کو پست کیا۔ عبدو: بل کون مرمت کر سکتا تھا۔

عبدو: انجیز، جس نے اُسے بنایا۔

یوسف: بل گاڑی کو کون مرمت کر سکتا ہے؟

بیٹا: ہاں جی، جس نے اُسے بنایا۔

یوسف: کشتی کے متول کو کون مرمت کر سکتا ہے؟

عبدو: کشتی بنانے والا۔

یوسف: اور ہمیں کون مرمت کر سکتا ہے؟

عبدو: صرف خدا ہی، جس نے ہمیں مسیح کے وسیلے سے پیدا کیا۔ ہمیں مرمت کر سکتا ہے۔

یوسف: میرے دوستو! تم نے بالکل درست جواب دیا۔ خدا نے ہمیں پیدا کیا اس لئے خدا ہی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے۔ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ہم اس کے پیار کو قبول کریں اور اس کے پیار کا جواب

پیارے دیں۔ ہمیں بڑی عاجزی سے اس بات کو قبول کرنا چاہیے کہ ہم میں کوئی خوبی نہیں۔ ہمیں

اس کام کے لئے جو اس نے ہمارے لئے کیا، بڑی شکر گزاری کرتے ہوئے اس کی خدمت کرنا چاہیے

عبدو: جب چھوٹا بیٹا پھر بیٹا بن گیا اور بیٹے کی حیثیت سے گھر میں رہنے لگا، تو کیا وہ اپنے

باب کی خدمت اس لئے کرتا تھا کہ اس پر لازم تھا؟

عبدو: نہیں، نہیں۔ اس نے اپنے پورے دل سے اپنے باب کی خدمت کی ہوگی کیونکہ وہ اپنے باب

کو پیار کر رہا تھا۔

یوسف: یہی حال ہمارا ہے۔ جب ہم خدا کے بیٹے بن جاتے ہیں تو ہم خدا اور اپنے ہم جنس انسانوں

کو اس لئے پیار نہیں کرتے کہ یہ ہم پر لازم ہے، ہم اس لئے اس کی خدمت نہیں کرتے

کہ وہ ہمیں خدمت کرنے کے لئے کہتا ہے۔ ہم اس کی خدمت اس لئے کرتے ہیں

کیونکہ ہم اس کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ اس نے ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا

اور ہم مسیح میں نئے مخلوق ہیں۔ اس لئے ہم اس کی خدمت کرتے ہیں۔ مسیح نے کہا

”راہ اور حقیقت اور زندگی میں ہوں، کوئی میرے وسیلے کے بغیر باب کے پاس نہیں آتا۔“ عبدو

یہ کیوں درست ہے؟

عبدو: کیونکہ خدا نے مسیح میں ہمیں پیدا کیا، چنانچہ خدا ہی ہمیں مسیح میں نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے

اور اپنے بیٹے بنا سکتا ہے۔

یوسف: عبدو، تم نے بالکل ٹھیک جواب دیا۔ خدا کہتا ہے ”دیکھو باب نے ہم سے کیسی

محبت کی ہے کہ ہم خدا کے خسر زندہ کہلائے“ تاکہ ہم بھی خدا کی خدمت دل و جان

سے کریں۔

سبق: مگر ہم بہت بدکار ہیں۔ ہم اس کی خدمت اس طرح نہیں کرتے۔  
عبداللہ! اب میں سمجھ گیا ہوں کہ مسیح میں نئے مخلوق کا کیا مطلب ہے۔

## بحث و تخصیص کے لئے

### سوالات

- ۱- کیا خدا نے مسیح کو پیدا کیا؟
  - ۲- کیا یہودی بت پرستی کے خلاف تھے؟
  - ۳- کیا مسیح نے شروع شروع میں اپنے شاگردوں کو بتایا کہ وہ خدا ہے؟
  - ۴- مسیح کہتا ہے ”یہاں وہ ہے جو یونانہ سے بڑا ہے“ بیان کریں۔
  - ۵- مسیح کہتا ہے ”یہاں وہ ہے جو سیکل سے بڑا ہے“ بیان کریں۔
  - ۶- مسیح کہتا ہے ”یہاں وہ ہے جو سلیمان سے بڑا ہے“ بیان کریں۔
  - ۷- مسیح بھی اکاہن اور بادشاہ ہے۔ اس کا ہمارے لئے کیا مطلب ہے؟
  - ۸- وہ کون سے تین کام ہیں جو مسیح کرتا ہے؟
  - ۹- ہم بائبل میں کہاں پڑھتے ہیں کہ سب چیزیں مسیح کے وسیع سے پیدا ہوئیں؟
  - ۱۰- یوحنا ۱: ۱۸ کا کیا مطلب ہے؟
  - ۱۱- یوسف پل، بیل گاڑی، کشتی اور کھار کی مثالیں دیتا ہے۔ وہ کس بات کو بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟
  - ۱۲- مسیح بیٹے کی کہانی میں باپ اپنے آپ کو کیسے پست کرتا ہے؟
  - ۱۳- صرف خدا پیدا کرتا ہے، اس لئے صرف خدا ہی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟
  - ۱۴- خدا ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اپنے بیٹے بنا تا ہے۔ اس کے بعد خدا ہم سے کیا چاہتا ہے؟
- خلاصہ سبق:
- مسیح نبیوں سے بڑا ہے۔ وہ خدا کا کلام پیش کرتا ہے اور خود خدا کا کلام ہے۔ مسیح کا ہمتوں

سے بڑا ہے۔ وہ اکاہن بھی ہے اور قربانی بھی۔ مسیح بادشاہوں سے بڑا ہے۔ وہ بادشاہ بھی ہے اور خادم بھی۔

مسیح تین کام کرتا ہے۔ وہ ہمیں پیدا کرتا ہے۔ وہ ہم پر خدا کو ظاہر کرتا ہے اور وہ ہمیں پیدا کرتا ہے۔ اس لئے صرف وہی ہمیں نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے۔

مقولہ:

صرف خالق ہی سے نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے۔

## خدا رُوح القدس (۳)

تلاوت کے لئے: لوقا ۳: ۲۲؛ ۱۸: ۴؛ یوحنا ۳: ۶-۸؛ یوحنا ۴: ۲۴-۲۶؛ ۱۴: ۲۶-۲۷؛ اعمال ۲: ۳-۴؛ افسیوں ۱: ۱۳-۱۴؛ ۳: ۳۰؛ ۱-۲ یوحنا ۲: ۲۰-۲۷؛

تفصیل سبق: خدا رُوح ہے۔

خدا ہر جگہ حاضر ہے۔ خدا ہر جگہ رُوح میں حاضر ہے۔

ہمیں نئے عہد نامہ میں بہت سی علامتیں ملتی ہیں، جن سے خدا کے پاک رُوح کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پاک رُوح کو سمجھنا آسان ہے۔ ہم خدا کو صرف ویسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ مسیح اُسے ظاہر کرتا ہے اور ہم یسوع مسیح کو ویسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ پاک رُوح اُسے ظاہر کرتا ہے۔ رُوح ہوا کی مانند ہے، وہ کمبوتر کی مانند ہے۔ وہ آگ کی مانند ہے وہ مسیح کے تیل کی مانند ہے۔ وہ پانی کی مانند ہے۔ وہ مہر کی مانند ہے۔ یہ تمام علامتیں ہمیں پاک رُوح کے بارے میں کچھ بتاتی ہیں۔

خدا کا رُوح ہوا کی مانند ہے ہم نہیں جانتے کہ ہوا کدھر سے آتی ہے اور کدھر کو جاتی ہے، لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ ہوا ہمارے چاروں طرف ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ خدا کا رُوح کیسے کام کرتا ہے، لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ خدا کا رُوح ہر جگہ موجود ہے۔

کمبوتر پائیزگی کا نشان ہے۔ رُوح القدس کو پاک رُوح کہا گیا ہے جب خدا کا رُوح ہمارے قریب ہو تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں۔ پاک رُوح ہمیں قائل کرتا ہے کہ ہم گنہگار ہیں۔ عید پنٹکُست کے دن لوگوں نے پاک رُوح کو شاگردوں پر آگ کے شعلوں کی سی چمکتی ہوئی زبانوں کی صورت میں اترتے دیکھا۔ آگ ایک پاک کرنے والی طاقت ہے۔ اسی طرح رُوح القدس ہمیں پاک کرتا اور طاقت دیتا ہے۔

یوحنا رسول کہتا ہے کہ چونکہ ہمیں پاک رُوح سے مسخ کیا گیا ہے اسی لئے ہمیں ہر چیز کے بارے میں سکھایا گیا ہے۔ پاک رُوح ہمیں خدمت کے لئے مسخ کرتا ہے اور ہمیں مسیح کے بارے میں سکھاتا ہے۔

مسیح نے کہا کہ پاک رُوح پانی کی مانند ہے۔ ہم ایک بڑے شے کی مانند ہیں شے کو پانی سے بھرا ہوتا چاہیے۔ اسی طرح ہمیں بھی پاک رُوح سے معمور رہنا چاہیے۔ پانی پیاسے کو تازگی بخشتا ہے۔ اسی طرح خدا کا رُوح ہمیں تازگی دیتا ہے۔

پولس رسول کہتا ہے کہ پاک رُوح مہر کی مانند ہے۔ جب لاکھ پر مہر لگائی جاتی ہے تو مہر کا نقش لاکھ پر آجاتا ہے۔ جب ہم پر پاک رُوح کی مہر لگتی ہے تو مسیح کا نقش ہم میں ابھر آتا ہے جب کسی چیز پر مہر لگ جاتی ہے تو ہر کوئی اُس مہر کو دیکھ کر اُس مہر شدہ چیز کے مالک کو جان سکتا ہے۔ اسی طرح جب ہم پر پاک رُوح کی مہر لگ جاتی ہے تو ہم جانتے ہیں کہ ہم مسیح کے ہیں۔ چنانچہ ہماری حفاظت کا سامن مسیح ہے۔ ہم پر مخلصی کے دن تک مہر لگ چکی ہے۔

## خاصہ :- خدا رُوح القدس

۱۔ خدا ہوا کی مانند ہے (خدا اپنے رُوح میں ہمارے ساتھ رہتا ہے)۔

(۱) رُوح ہر جگہ موجود ہے اور اپنی مرضی سے کام کرتا ہے۔

(ب) ہمیں رُوح سے پیدا ہونا ہے۔

۲۔ رُوح کمبوتر کی مانند ہے (خدا ہمیں رُوح کے ذریعہ سے گناہ سے قائل کرتا ہے)۔

(۱) رُوح پاک ہے۔

(ب) رُوح ہمیں گناہوں سے قائل کرتا ہے۔

۳۔ رُوح مسیح کے تیل کی مانند ہے (خدا ہمیں اپنی خدمت کے لئے رُوح سے مسخ کرتا ہے)۔

(۱) رُوح ہمیں خدمت کے لئے مسخ کرتا ہے۔

(ب) رُوح ہمیں سکھاتا ہے۔

۴۔ رُوح آگ کی مانند ہے (وہ رُوح کے وسیلے سے ہمیں طاقت دیتا ہے)۔

(۱) رُوح پاک صاف کرتا ہے۔

(ب) رُوح طاقت دیتا ہے۔

۵۔ رُوح پانی کی مانند ہے (رُوح ہمیں تازگی بخشتا ہے)۔

(۱) رُوح ہمیں تازگی دیتا ہے۔

(ب) رُوح ہمیں متحد کرتا ہے۔

۶۔ رُوح مہر کی مانند ہے (خدا رُوح کے ذریعہ سے ہمیں قائم رکھتا ہے)۔

(۱) رُوح ہم پر خدا کا نقش ثبت کرتا ہے۔

(ب) ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہم خدا کے ہیں۔



## منظر نمبر ۱۵

ڈرامہ کے اندر: عبدو۔

بسیط۔

یوسف صاحب۔

(یوسف اور عبدو اور بسیط، یوسف کی بیٹھک میں بیٹھے ہیں)

یوسف: میرے دوستو! کیا تم تیار ہو کہ تھلیٹ کے بارے میں اپنی بحث مکمل کریں؟  
عبدو: یوسف صاحب، میں تو ابھی تک کل واسے سبق کے پیکر دلوں میں ہی چھٹا ہوا ہوں۔  
یوسف: کیوں، کیا ہوا؟

عبدو: ذرا خدا بیٹے، خدا نجات دہندہ کے بارے میں کچھ پوچھنا ہے۔

یوسف: کیا تم اسے اچھی طرح نہیں سمجھتے۔

عبدو: میں نے بہت کوشش کی اور بہت سی باتیں سمجھ بھی چکا ہوں۔ لیکن اس گہرے معنوں کو ابھی طرح نہ سمجھ سکا۔ اب تھوڑا حقوڑا سمجھنے لگا ہوں۔

یوسف: عبدو! مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ تم کچھ نہ کچھ سمجھ رہے ہو۔ کل والا سبق واقعی مشکل تھا۔ مگر خدا شکر ہو کہ آج کا سبق اتنا مشکل نہیں ہے۔

بسیط: میرا بھی دماغ پچھلے تین اسباق کی دہرائے تھکا ہوا ہے۔

یوسف: درحقیقت وہ سبق تھے ہی مشکل۔ پہلے ہم نے دیکھا کہ خدا کس طرح واحد ہے۔ خدا کس طرح باپ کی مانند ہے اور وہ کس طرح مجسم ہو کر ہمیں نجات دینے آیا۔ آج رات ہم اس بات پر غور کریں گے کہ وہ کس طرح پاک روح کی صورت میں ہمارے ساتھ ہر وقت رہتا ہے۔ عبدو اب تم بتاؤ کہ ہم خدا کو کیسے جانتے ہیں؟

عبدو: ہم خدا کو مسیح میں دیکھتے ہیں۔

یوسف: اور ہم مسیح کو کیسے جانتے ہیں؟

بسیط: مجھے معلوم نہیں کہ ہم کیسے جان سکتے ہیں

یوسف: جب خدا مسیح میں ہو کر زمین پر تھا تو لوگ اسے دیکھ سکتے، اُس سے باتیں کر سکتے اور اسے

جان سکتے تھے۔ لیکن اب وہ یہاں نہیں ہے۔ کیوں درست ہے نا؟

عبدو: جی ہاں۔

یوسف: اچھا تو اب جبکہ وہ یہاں نہیں ہے تو ہم اسے کیسے جان سکتے ہیں؟

عبدو: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: میرے دوستو! یہ تو بہت آسان ہے۔ ہم اسے پاک روح کے ذریعے جانتے ہیں۔ عبدو یوحنا ۱۴:

۱۳-۱۵ پر دعو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔"

یوسف: دیکھنا تم نے؟ مسیح روح کے بارے میں کہتا ہے "جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔" وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ اپنے روح میں ہمارے ساتھ ہے۔ روح ہمارے دلوں میں کام کرتا ہے اور خدا کے بارے میں سب کچھ سمجھتا ہے۔ عبدو، کیا تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مروجہ پادری متا کی روح ہمارے ساتھ ہے؟

عبدو: آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

یوسف: میرا مطلب ہے کہ وہ بہت شریف آدمی تھا۔ اُس کا اس گاؤں پر بہت اثر تھا۔ اس کا اثر اب بھی ہے درست ہے کہ نہیں؟

عبدو: بے شک! ہر شخص انہیں یاد کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسکی روح ہمارے ساتھ ہے۔

یوسف: اچھا تو اگر ایک طرح پادری متا کی روح ہمارے ساتھ ہے تو خدا کی روح جو ہر جگہ موجود ہے ہمارے ساتھ کیوں نہ ہوگی۔ ہم پھر صرف بیٹے کی کہانی پر غور کریں۔

بسیط: اب اس کے بارے میں سوچنے کے لئے کیا باقی رہ گیا ہے؟

یوسف: جب وہ دروازے کے لک میں تھا تو کیا اس کے باپ کی روح اس کے ساتھ نہیں تھی؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ تھی۔

یوسف: کیا اس کے باپ کی روح اسے یہ نہیں بتاتی تھی کہ وہ اسے پیا کرنا ہے؟

بسیط: بے شک بتاتی تھی۔

یوسف: یہی کچھ ہمارا مطلب پاک روح سے ہے۔ خدا ہم میں کام کرتا ہے۔ مسیح نے روح کے بارے میں کہا "وہ

میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے

وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔" یہ

ہے پاک روح کا بیان۔

عبدو: یہ تو بہت آسان ہے۔

یوسف، خداوند کی تعریف ہو۔

اب میرے دوستو! میں یہ بتاؤں گا کہ بائبل میں پاک روح کے متعلق بہت سی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اب ہم ان پر غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ پاک روح کے بارے میں ہمیں کیا سکھاتی ہیں۔ میں یقیناً ہر پڑھ رہا تھا میں نے پاک روح کے بارے میں کچھ علامتیں پائی ہیں۔ پاک روح ہوا کی مانند ہے۔ وہ کبوتر کی مانند ہے وہ مسیح کے تیل کی مانند ہے۔ وہ آگ کی مانند ہے۔ وہ پانی کی مانند ہے۔ وہ مہر کی مانند ہے۔

عبدو: یہ تو بہت دلچسپ بات لگتا ہے۔

سبیٹا: بے شک، نظر تو ایسا ہی آتا ہے۔

یوسف: اچھا میرے دوستو! پاک روح ہوا کی مانند ہے۔ مسیح نے نیکدیس کو ہوائے بارے میں کیا کہا؟ عبدو: اس نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہوا کہاں سے آتی ہے اور کہاں کو جاتی ہے۔ یوسف: اسی طرح پاک روح بھی اپنی مرضی سے کام کرتا ہے۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھو۔ سبیٹا: وہ کیا؟

یوسف: جب ہوا ہو تو وہ ہر جگہ ہوتی ہے۔ درست ہے کہ نہیں۔

عبدو: بے شک، درست ہے۔

یوسف: جب گاؤں میں ہوا ہو تو کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہوا یہاں ہے یا وہاں ہے؟ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہوا اس گلی میں ہے یا اس کچھڑ کے درخت میں ہے؟ سبیٹا: ہرگز نہیں۔ جب ہوا ہوگی تو وہ ہر جگہ ہوگی۔

یوسف: جب ہم اپنے کمرے کے دروازے بند کر لیتے ہیں تو کیا تھوڑی بہت ہوا کمرے کے اندر نہیں آجاتی؟

عبدو: جی ہاں۔ آجاتی ہے۔

یوسف: چنانچہ روح بھی ہوا کی مانند ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کام کرتا ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ جب مسیح رات کو نیکدیس سے بائیں کر رہا تھا تو اس نے اس سے کہا ”جو جسم سے پیدا ہوا ہے جسم ہے اور جو روح سے پیدا ہوا ہے روح ہے۔ تعجب نہ کرو کہ میں نے تجھ سے کہا نہیں تھے سرے سے پیدا ہونا ضرور ہے۔ ہوا جلد چلتی ہے جتنی ہے اور تو اس کی آواز سن رہا ہے، مگر ہمیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتی اور کہاں کو جاتی ہے۔ جو کوئی روح سے پیدا ہوا ایسا ہی ہے۔“

سبیٹا: اس کا کیا مطلب ہے؟

یوسف: آج رات ہم صرف اس پر گفتگو کریں گے۔ لیکن میرے دوستو! تمہیں یاد ہو گا کہ ہم نے کہا تھا کہ صرف

خدا ہی پیدا کر سکتا ہے اور صرف خدا ہی نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے۔ ”مسیح ہے نا؟ عبدو: جی ہاں۔ ہم اسے اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ صرف بڑھتی ہی جو بیل گاڑی کو ہٹاتا ہے اسے درست کر سکتا ہے صرف خدا ہی جو ہمیں پیدا کرتا ہے۔ ہمیں نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے۔ یوسف: ہاں، بڑھتی ہی گاڑی کو مرمت کرنے کے لئے اپنے ہاتھ اور اوزار استعمال کرتا ہے۔ مگر خدا ہمیں نیا بنانے کے لئے ہم میں کیے کام کرتا ہے؟ خدا کے ہاتھ کیا ہیں؟ خدا کے اوزار کون کون سے ہیں؟

عبدو: مجھے تو معلوم نہیں؟

یوسف: خدا کے ہاتھ پاک روح ہے، ہم خدا کے اوزار ہیں۔ ہم خدا کے ہاتھ میں اوزار ہیں بڑھتی ہی بیل گاڑی کو مرمت کرنے کے لئے اپنے ہاتھ استعمال کرتا ہے اور خدا ہمیں نیا بنانے کے لئے پاک روح کے ذریعے سے کام کرتا ہے۔ یہی کچھ روح سے پیدا ہونے کا مطلب ہے۔ سبیٹا: میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا۔

عبدو: کوئی بات نہیں سبیٹا۔ میں بعد میں تمہیں سمجھا دوں گا۔

یوسف: سبیٹا ذرا صبر کرو۔ تم سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔ ہاں تو روح ہوا کی مانند ہے۔ تمہیں یاد ہے کہ چٹکٹ کے دن لوگوں نے ذور کی آدھی کاسٹا کاسٹا سنا تھا۔

عبدو: جی ہاں! مجھے یاد ہے۔

یوسف: بس روح ہوا کی مانند ہے۔ روح کبوتر کی مانند بھی ہے۔ ہم اس کا ذکر کہاں پڑھتے ہیں؟ عبدو: میان، ذرا تباؤ تو رہی۔

عبدو: بائبل میں لکھا ہے کہ جب مسیح نے پتھر لیا تو روح اس پر کبوتر کی مانند اتر آتا تھا۔

یوسف: اچھا اب یہ بتاؤ کہ کبوتر یودیوں کے لئے کس بات کا نشان تھا؟

عبدو: جناب مجھے تو پتہ نہیں۔

یوسف: وہ پاکیزگی کا نشان تھا۔ خدا کا روح کبوتر کی مانند ہے۔ اسی لئے اسے پاک روح کہتے ہیں۔ اچھا اب میرے دوستو۔

سبیٹا: فرمائیے جناب۔

یوسف: کل میں دانا پور گیا تھا تاکہ دیکھوں کہ کالی میری زمین پر کیے کام کر رہا ہے۔ میں وہاں سارا دن کھیتوں میں رہا۔ میں نے کلا سے بات چیت کی۔ میں اپنے دوستوں سے بھی ملا۔ اہم نے کھیتوں میں دیکھ کر چائے بھی پی۔

عبدو: بے شک، یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔



یوسف! ابی جب میں وہاں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ میرے جوتے، اٹھ اور کپڑے گندے ہیں۔ میں نے اس لئے محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ میں کعبیت میں بیٹھا ہوا تھا لیکن کل رات جب میں واپس آیا تو راستے میں چودھری صاحب کوٹنے کے لئے لگا۔ ہم دونوں ان کی بیٹھک میں بیٹھ گئے۔ تبیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ چودھری صاحب کی بیٹھک میں بہت ہی قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں اور فرنیچر بھی بہت عمدہ ہے۔ فرش بہت صاف ہے، دیواروں پر نیا نیا رنگ کیا گیا ہے صوفوں پر سفید غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ کھیتروں میں میں نے یہ محسوس ہی نہیں کیا تھا کہ میرے کپڑے گندے ہیں۔ لیکن جب میں چودھری صاحب کی بیٹھک میں داخل ہوا تو ایسا نیک مجھے محسوس ہوا کہ میرے کپڑے گندے ہیں۔ اس وقت مجھے بہت شرم آئی، عبدو! اب تم بتاؤ کہ وہ کون سی چیز تھی جس کی بنا پر میں نے یہ محسوس کیا کہ میرے کپڑے گندے ہیں؟

عبدو! میرا خیال ہے۔ جب آپ نے چودھری صاحب کی بیٹھک کی صفائی کو دیکھا۔ تب آپ نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ گندے ہیں۔

یوسف! تم نے بالکل درست جواب دیا۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ جب یسعیہ نبی میکلی میں جا کر قدوس خدا کی روپا دیکھی تو اس نے کیا محسوس کیا؟

بیٹا! مجھے یاد نہیں۔

یوسف! اچھا تو تم یسعیہ ۵: ۶ پڑھو۔

لبیطا! (پڑھتا ہے) "تب میں بولی اٹھا کہ مجھ پر افسوس! میں تو برباد ہوا۔ کیونکہ میرے برکت ناپاک ہیں اور انجس لب لوگوں میں بستا ہوں۔ کیونکہ میری آنکھوں نے بادشاہ رب الافواج کو دیکھا۔"

یوسف! سرائیم ایک دوسرے سے کیا کہتے ہیں؟

عبدو! "قدوس، قدوس، قدوس رب الافواج ہے۔"

یوسف! میرے دوستو! یسعیہ نبی نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ گندے ہے تاؤتیکہ؟

عبدو! تاؤتیکہ وہ بیکلی میں داخل نہ ہوا۔

یوسف! نہیں! تاؤتیکہ اُس نے پاک خدا کو نہ دیکھا۔ بات یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے آپ کو اچھا خیال کرتے ہیں۔ تاؤتیکہ خدا کا درج ہمارے قریب نہ آئے۔ اُس وقت ہی ہمیں خدا کی پاکیزگی کا اور اپنے گنہگار ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ خدا کا درج پاک روح ہے۔ مدہ ہمیں ہماری ناپاکی سے فائل کرتا ہے۔

عبدو! وہ اب میں سمجھا۔ جب آپ کعبیت میں تھے تو آپ کو یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ آپ کے

کپڑے گندے ہیں۔ لیکن جب آپ چودھری صاحب کی بیٹھک میں داخل ہوئے تو وہاں کی صفائی کو دیکھ کر آپ نے محسوس کیا کہ آپ کے کپڑے گندے ہیں۔

یوسف! عبدو! مجھے یہ دیکھ کر بہت غشی ہوئی کہ تم مجھ پر یہ ہولناکیاں ایک بہت اکتفا آدمی تھا، لیکن وہ اس کے متعلق بالکل نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنے بیٹے ہی لوگوں کے ساتھ کام کرتا تھا۔ مگر جب اس نے پہلے پہل یسوع کو دیکھا تو کیا کہا؟ خدا اپنے پاک روح سے ہمیں گناہ سے فائل کرتا ہے۔ عبدو! ہم نے کیا کہا تھا کہ روح کیسا ہے؟

عبدو! روح ہوا کی مانند ہے۔ روح کپڑوں کی مانند ہے۔

یوسف! اور روح مسیح کے تیل کی مانند ہے۔ ذرا لوقا ۱۸: ۱۹ پڑھو۔

عبدو! (پڑھتا ہے) "خداوند کا روح مجھ پر ہے۔ اس لئے کہ اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مسخ کیا۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ تیرلیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سنائی۔ کچھ ہونوں کو آزاد کروں اور خداوند کے سال مقبول کی منادی کروں۔"

یوسف! لیبیطا اب تم ۱- یوحنا ۲: ۲۷ پڑھو۔

لبیطا! (پڑھتا ہے) "تم کو تو اُس قدوس کی طرف سے مسخ کیا گیا ہے۔ اور تم سب کچھ جانتے ہو" اور "تہا وہ مسخ جو اس کی طرف سے کیا گیا، تم میں قائم رہتا ہے۔ اور تم اس کے محتاج نہیں کہ کوئی تمہیں سکھائے بلکہ جس طرح وہ مسخ جو اس کی طرف سے کیا گیا تمہیں سب باقی سکھاتا ہے اور سچا ہے اور جھوٹا نہیں اور جس طرح اُس نے تمہیں سکھایا، اسی طرح تم اُس میں قائم رہتے ہو"۔

یوسف! میرے دوستو! ہمیں یہ معلوم ہوا کہ پاک روح ہمیں مسخ کرتا ہے۔ عبدو! یہ بتاؤ کہ پاک روح ہمیں کیوں مسخ کرتا ہے۔

عبدو! مجھے معلوم نہیں۔

یوسف! عبدو! ذرا داؤد کی طرف خیال دوڑاؤ۔ اُسے بادشاہ بنانے کے لئے کب مسخ کیا گیا تھا؟

عبدو! میرا خیال ہے جب وہ ابھی چھوٹا لڑکا ہی تھا اور میٹر بکریاں جڑا تھا۔

یوسف! کیا اُسے اس لئے مسخ کیا گیا تھا کہ وہ محل میں بیکار بیٹھا رہے اور موتا جڑا جائے۔

لبیطا! نہیں، نہیں۔

یوسف! کیا اُسے اس لئے مسخ کیا گیا تھا کہ وہ بے کار رہے، بہت سی بیویاں رکھے اور کھائے پیئے اور سوتا رہے۔

عبدو! ہرگز نہیں۔

یوسف! تو میرے کیوں مسخ کیا گیا تھا۔



عبدو: میرے خیال میں اسے کسی کام کے لئے مسج کیا گیا تھا۔

یوسف: ہاں عبدو، اسے بادشاہ جاننے کے لئے مسج کیا گیا تھا اسے اس لئے مسج کیا گیا تھا۔ کیونکہ اسے کچھ کام کرنا تھا۔ اسی طرح خدا کا پاک روح ہمیں بھی خدمت کے لئے مسج کرتا ہے۔ یوحنا رسول کہتا ہے کہ ہم مسج کے جاننے کے باعث سب کچھ دیکھ گئے ہیں۔ ہم پھر داؤد کے بارے میں غور کریں۔ جب اسے سموتیل بنی مسج کیا تو کیا وہ ہر بات سمجھنے لگا تھا؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: کیا اسے وہ سب کچھ معلوم تھا جو ایک بادشاہ کو معلوم ہونا چاہیے؟  
بسیط: نہیں، اسے تو کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔

یوسف: اسے اپنے حک کی بہت بڑی خدمت سرانجام دینی تھی۔ اسے اس لئے مسج کیا گیا تھا کہ وہ اس خدمت کو انجام دے۔ لیکن کیا وہ اس کے لئے تیار تھا؟  
عبدو: نہیں ابھی نہیں۔

یوسف: یہی ہمارا حال ہے۔ خدا ہمیں پیدا کرتا ہے اور پھر نئے سرے سے پیدا کرتا ہے۔ یعنی خدا ہمیں اپنا فرزند بنالیتا ہے۔ خدا کا پاک روح ہمیں اس کے فرزند ہونے کے لئے مسج کرتا ہے جب صرف بیٹا اپنے باپ کے گھر واپس آیا تو کیا گھر میں اس کے لئے کچھ کام تھا؟  
عبدو: بے شک اس کے لئے کام تھا۔

یوسف: کیا اب اسے ایک حقیقی فرزند ہونے کے باعث اپنے باپ کی بہت سی خدمت کرنی تھی؟

بسیط: ہاں، اب اسے اپنے باپ کی بہت سی باتوں میں خدمت کرنی تھی۔

یوسف: لیکن اسے یہ سیکھنا تھا کہ حقیقی فرزند کیسے زندگی بسر کرتا ہے اس سے پہلے اس نے حقیقی فرزند کی طرح اپنے باپ کی خدمت نہیں کی تھی۔ اب اسے سیکھنا تھا۔

عبدو: ہاں میرا خیال ہے کہ یہ درست ہے۔

یوسف: اسی طرح خدا کا روح ہمیں سکھاتا ہے۔ خدا ہمیں اپنی خدمت کے لئے مسج کرتا ہے۔ لیکن اس

وقت ہم کچھ نہیں جانتے۔ چنانچہ پاک روح، مسیح یسوع کی باتیں لے کر ہمیں دکھاتا ہے۔ یعنی

پاک روح ہمیں سکھاتا ہے کہ کس طرح ہم اپنے باپ کے گھر میں وفادار، فرمانبردار اور پھلدار بیٹے

بن سکتے ہیں۔ عبدو، لوگوں نے پتکست کے دن کیا دیکھا تھا؟

عبدو: انہوں نے شاگردوں پر پاک روح کو آگ کی صورت میں اترتے دیکھا۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ پس ہمیں معلوم ہوا کہ روح آگ کی مانند بھی ہے۔ پہلے ہم نے دیکھا کہ روح ہوا کی مانند

ہے۔ کیونکہ آگ کی مانند ہے اور مسج کے تیل کی مانند ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ روح آگ کی

مانند ہے۔

بسیط: جناب میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔

یوسف: ذرا صبر کرو بسیط۔ جب میں اسے بیان کروں گا تو خدا نے ہاں تو تم سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔ عبدو اب تم سنی ۱۱: ۱۲ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "میں تو تم کو تو برسے لئے پانی سے پتھر دیتا ہوں۔ لیکن جو میرے بعد آئے وہ مجھے

زور آدرہے۔ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تم کو روح القدس اور آگ سے

پتھر دے گا۔ اس کا پھانچ اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھدیاں کو خوب صاف کرے گا اور

اپنے گہیوں کو توکتے میں جگ کرے گا۔ مگر مہوسی کو اس آگ میں جلائے گا۔ جو بجھنے

کی نہیں۔"

یوسف: یہ کون کہا رہا ہے؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ یوحنا پتھر دینے والا۔

یوسف: ہاں، یہاں یوحنا یسوع کے بارے میں کہتا ہے "وہ تمہیں پاک روح اور آگ سے پتھر دیں گا۔"

اچھا اب یہ بتاؤ کہ آگ کیا کرتی ہے؟

عبدو: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: یہ تو بہت آسان بات ہے۔ آگ پاک صاف کرتی ہے۔ جو کچھ بھی ہم آگ میں ڈالیں گے وہ

صاف شفاف ہو جاتا ہے۔ یعنی ہے۔ بسیط؟

بسیط: جی ہاں، بالکل درست ہے۔

یوسف: پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کا پاک روح ہمارے اندر سے گناہ کو جلا دے گا، لیکن اس

کا مطلب اور بھی کچھ ہے۔

عبدو: یعنی؟

یوسف: یعنی یہ کہ آگ قوت کا بھی نشان ہے۔ کیا سورج میں قوت ہے؟

عبدو: جی ہاں ہے۔

یوسف: کیا سورج آگ نہیں؟

بسیط: بے شک، سورج آگ ہے۔

یوسف: ذرا دلی گاڑی کے انجن پر غور کرو۔

بسیط: انجن پر؟

یوسف: کیا اس میں آگ نہیں جلتی؟

عبدو: ہاں ملتی ہے۔ ایک دفعہ میں نے ایک انجن دیکھا تھا۔  
یوسف: اس آگ سے اُسے قوت ملتی ہے اور اس قوت سے وہ چلتا ہے۔

عبدو: یہ بالکل سچ ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔  
یوسف: روح بھی آگ کی مانند ہے۔ یعنی روح ہمیں طاقت دیتا ہے۔ کیا لوگ شکست کے دن قوت سے بھر نہ گئے تھے؟

عبدو: بے شک۔

یوسف: بسط ذرا پرستا: ۲۷ - ۳۹ پڑھو۔

بسط: (پڑھتا ہے) ”پھر عید کے آخری دن جو خاص دن ہے۔ یسوع کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر کوئی پیاسا ہو تو میرے پاس آکر پیے۔ جو مجھ پر ایمان لائے گا۔ اس کے اندر سے جیسا کہ کتاب مقدس میں آیا ہے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہوں گی اس نئے بات اس روح کی بابت کہی۔ جسے وہ پلنے کو تھے جو اس پر ایمان لائے۔ کیونکہ روح اب تک نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے کہ یسوع ابھی اپنے جلال کو نہ پہنچا تھا۔“

یوسف: عبدو، مسیح روح کے بارے میں کیا کہتا ہے کہ وہ کس کی مانند ہے؟

عبدو: وہ کہتا ہے کہ پانی کی مانند ہے۔

یوسف: بہت اچھا۔ اب یہ بتاؤ کہ اگر کوئی بہت لمبا سفر کر رہا ہو اور اُسے پانی نہ ملے تو کیا ہوگا؟

عبدو: اودہ بہت برا حال ہوگا۔ اُس کا منہ خشک ہو جائے جیسے کہ اس میں روٹی بھری ہو۔ جب وہ کچھ لگنا چاہے گا تو ایسا معلوم ہوگا گویا کہ دریا مارا نہیں لگا رہا ہے۔ اس کا جسم آگ بن جائے گا۔ وہ محسوس کرنے لگے گا کہ اس کا سر پھٹنا جا رہا ہے۔

یوسف: اور جب وہ پانی کے پاس آئے گا تو وہ کیا کرے گا؟

عبدو: وہ فوراً پانی پر پھینٹ پڑے گا اور پتیا ہی چلا جائے گا۔ پانی اُسے زندگی دے گا۔ پانی اُسے تازگی بخشنے کا وہ بڑا سکون اور خوشی حاصل کرے گا۔ وہ بہت آرام بھی محسوس کرے گا۔

یوسف: عبدو تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ پاک روح بھی ہمارے لئے یہی کچھ کرتا ہے۔ وہ بھی ایک پیاسے آدمی کے لئے پانی کی مانند ہے۔ خدا ہمارے پاس اپنے روح کی صورت میں آتا ہے۔ اس کا روح ہمیں تازگی بخشتا ہے۔ اچھا بسط!

بسط: فرمائیے جواب۔

یوسف: جب تم سارا دن کھیتوں میں کام کرنے کے لئے جاتے ہو تو کیا اپنے ساتھ پانی لے جاتے ہو؟

بسط: جی ہاں، میں پانی ضرور لے کر جاتا ہوں۔

یوسف: لیکن اگر تم اوار کے روز خوب پیٹ بھر کر پانی نہ لے لو تو کیا وہ ہفتہ بھر کے لئے کافی نہیں ہوگا؟

بسط: ہرگز نہیں۔ مجھے تو ہر روز پانی کی ضرورت ہے بلکہ دن میں کئی کئی بار۔

یوسف: لیکن ہم یہ کتنے سمجھتے ہیں کہ اگر ہم صرف اوار کو دعا کر لیں تو یہ روح کی تازگی کے لئے ہفتہ بھر کے لئے کافی ہے۔

عبدو: بے شک جواب، ہم یہی خیال کرتے ہیں۔

یوسف: لیکن ہماری روح کو پاک روح کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ ہمارے جسم کو پانی کی ہے۔ میں اس پانی کی ہر روز ضرورت ہے۔ عبدو، کیا غلطی کی دالہ ہفتہ میں ایک بار ہی گھڑوں میں پانی بھرتی ہے؟

عبدو: نہیں نہیں، وہ ہر روز پانی بھرتی ہے۔

یوسف: کیا گھڑے یوں ہی ہر وقت پانی سے بھرے رہتے ہیں؟

عبدو: نہیں وہ خالی ہوتے رہتے ہیں۔

یوسف: اسی طرح میرے دوستو، ہمیں بھی ہر روز پاک روح سے معمور ہوتے رہنا چاہیے۔ ہم اعمال کی کتاب میں ہر گز پڑھتے ہیں ”روح سے معمور ہو“ ”وہ روح سے معمور تھے“ ”روح پانی کی مانند ہے“

اور ہم شکوں کی مانند اگر ہم ہر روز معمور نہیں ہوں گے تو پھر مکے خالی ہو جائیں گے۔ عبدو، اب یہ بتاؤ کہ وہ لوگ جو ایک ہی کنوئیل سے پانی پیتے ہیں کیا وہ ایک دوسرے کے لئے رفاقت کا احساس نہیں رکھتے؟

عبدو: ضرور رکھتے ہیں۔

یوسف: ہم سب ایک ہی دیا سے پانی پی رہے ہیں۔ کیا اس طرح ہم ایک دوسرے کی رفاقت میں نہیں آجاتے؟

عبدو: ہاں بے شک۔

یوسف: اسی طرح میرے دوستو، روح جو کہ پانی کی مانند ہے، ہمیں ایک رفاقت میں بلا دیتا ہے۔

ہم سب کو اس پانی کی ضرورت ہے ہم سب اُسی کنوئیل سے پیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم سب کو اُسی پاک روح کی ضرورت ہے، چنانچہ ہم سب کو اُسی جگہ سے زندگی ملتی ہے۔ یہاں سے دوسرے سچی سچی یہ پانی پیتے ہیں اور اس طرح ہماری رفاقت قائم رہتی ہے۔

عبدو: یہ تو میرے لئے نئی بات ہے۔



یوسف: برکت کے کلمات میں یہ لفظ پائے جاتے ہیں "پاک روح کی شراکت" یہ ہم اسی وقت ہی سمجھ سکتے ہیں جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ روح پانی کی مانند ہے۔

لیبیٹا: یوسف صاحب! یہ تو ایک نیا خیال ہے۔ گستاخی معاف! آپ نے پہلے ہی روح کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا ہے۔ آپ نے کہا روح پانی کی مانند، آگ کی مانند ہے اور.....، باقی مجھے یاد نہیں رہا۔

یوسف: عبدو، روح کس کی مانند ہے؟

عبدو: (سوچتے ہوئے) اودہ! اودہ! وہ ہوا کی مانند ہے، کبوتر اور مرغ کے تیل کی مانند ہے وہ آگ اور پانی کی مانند ہے۔

یوسف: (خوش ہوتے ہوئے) شاہنشاہ عبدو! ابھی ایک اور بات باقی ہے۔ لیبٹا! ذرا میرے کام لو۔ جو کچھ یاد رکھ سکتے ہو، اس کے متعلق سوچو اور جو سمجھ جاتے ہو اس کے بارے میں فکر نہ کیا کرو۔

لیبیٹا: ٹھیک ہے جناب! میں آپ کے کہنے پر عمل کروں گا۔

یوسف: میرے دوستو! آخری بات یہ ہے کہ روح مہر کی مانند ہے۔ پولس نے انیسویں صدی میں بیان کیا کہ "خدا کے پاک روح کو، بنیادہ مذکور جس سے تم پر منطقی کے دن کے لئے مہر ہوتی ہے۔ یہاں اس کا مطلب کیا ہے؟

یوسف: مجھے تو معلوم نہیں۔

یوسف: جب ایک آدمی کے پاس بہت ہی اہم کاغذات ہوتے ہیں اور وہ انہیں کہیں بھیجنا چاہتا ہے تو وہ کیا کرتا ہے؟

عبدو: وہ کچھ لاکھ لیتا ہے اور ان کاغذات کو کسی لٹافے میں بند کر کے لفافے کے اوپر لاکھ لکھتا ہے۔

لیبیٹا: اچھا! اور اس لاکھ پر اپنی مہر لگا دیتا ہے۔

یوسف: ٹھیک ہے۔ لیکن کیا مہر کا نقش لاکھ پر نہیں آجاتا؟

عبدو: بے شک! آجاتا ہے۔

یوسف: کیا مہر اپنی مرضی کے مطابق لاکھ کو شکل نہیں دیتی؟

عبدو: جی ہاں! دیتی ہے۔

یوسف: اسی طرح میرے دوستو! پاک روح ہم پر خدا کا نقش ثبت کرتا ہے۔ ہم لاکھ کی مانند ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں تب خدا کا پاک روح ہماری روح پر یہ نقش ثبت کرے گا۔

عبدو: کیا ہم سب کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے؟

یوسف: میرے دوستو! یہ ہم پر منحصر ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاک روح ایسا کرے، تو وہ تو ہمیشہ تیار

رہتا ہے۔ پاک روح مہر کی مانند ہے۔ وہ ہمیں لاکھ کی طرح دبا کر صبح کی مانند بنانا چاہتا ہے۔ ہمیں اس کے لئے تیار ہونا چاہیے کہ پاک روح ہمیں ایسا بنائے۔ عبدو، اب یہ بتاؤ کہ جب تم کسی پوری پر مہر لگی ہوئی دیکھتے ہو تو اس سے کیا معلوم ہوتا ہے؟

عبدو: جب میں مہر کو دیکھتا ہوں تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا مالک کون ہے۔

یوسف: بے شک! یہ درست ہے۔ اسی طرح خدا کا روح ہم پر منطقی یعنی قیامت کے دن تک کے لئے مہر لگا دیتا ہے۔ اس دن ہم ڈرین گے نہیں۔ اس مہر کو دیکھ کر ہر کسی کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس کے ہیں۔

عبدو: یہ تو بہت بڑی بات ہے۔

یوسف: بے شک ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم دوسری چیزوں میں سہارا لیتے ہیں۔ ہم دولت کا سہارا لیتے ہیں۔ ہم طاقت حاصل کر کے محفوظ ہونا چاہتے ہیں۔ ہم دوست یا عہدے میں حفاظت سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا کا روح مہر کی مانند ہے۔ خدا کا روح ہم پر خدا کی مہر لگا سکتا ہے۔ اس وقت ہی ہم محفوظ ہوں گے کیونکہ ہم پر خدا کی مہر ہوگی۔ عبدو! اگر کسی پوری پر کسی بہت بڑے اور امیر آدمی کی مہر لگی ہو، تو کیا تم اسے چرانے کی کوشش کر دے گے؟

عبدو: نہیں، سر کوئی اسے چرانے سے ڈرے گا۔ وہ کہے گا کہ "یہ فلاں فلاں کی ملکیت ہے۔ وہ بہت زبردست آدمی ہے۔ مجھے اسے ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیے۔"

یوسف: میرے دوستو! یہی حال خدا کا ہے۔ اگر ہم پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے تو کوئی بھی ہمیں ہاتھ نہیں لگا سکتا، کیوں کہ خدا سب سے طاقت ور ہے۔ کوئی بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم محفوظ ہیں۔

لیبیٹا: یہ خیالات تو بہت اچھے ہیں۔ آپ نے پچھ چیزوں کے بارے میں بتایا، مگر میں تو ان سب کو یاد نہیں رکھ سکتا۔

یوسف: کوئی بات نہیں۔ تم صرف ایک بات یاد رکھو۔

لیبیٹا: یہ تو بہت اچھا ہو گا۔ ایک کو تو میں آسانی سے یاد رکھ سکتا ہوں۔

یوسف: اچھا تو یوں ۱۶:۴۱ کو یاد رکھو کہ روح کے بارے میں کہتا ہے: "وہ میرا حلالیٰ ظاہر کرے گا اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں تشریف دے گا۔" لیبٹا! جو کچھ روح کہتا ہے۔ پاک روح اسے لیکر ہم پر ظاہر کرے گا۔ اچھا اب بتاؤ روح کی کیا کرے گا؟

لیبیٹا: (دھڑکتے ہوئے) جو کچھ روح کہتا ہے اسے وہ لے کر ہم پر ظاہر کرے گا۔

یوسف: بس تم ہی یاد رکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کا روح کس کی مانند ہے۔



## بحث و تجویز کے لئے سوالات

- ۱۔ وہ سب سے اہم کام کونسا ہے جو خدا کا روح کرتا ہے؟
- ۲۔ خدا کا روح ہوا کی مانند ہے، بیان کریں۔
- ۳۔ جب مسیح نے پتھر لیا تو خدا کا روح کس شکل میں ظاہر ہوا؟
- ۴۔ کبوتر کس بات کو ظاہر کرتا ہے؟
- ۵۔ خدا کا روح ہمیں کیوں مسخ کرتا ہے؟
- ۶۔ خدا کا روح کس طرح آگ کی مانند ہے؟
- ۷۔ خدا کا روح کس طرح پانی کی مانند ہے؟
- ۸۔ خدا کا روح کس طرح مٹی کی مانند ہے؟
- ۹۔ پچھلے قیولی اسباب کے سوالات کی نظر ثانی کریں۔

خلاصہ سبق:

- خدا کا روح ہمیں گناہ سے قائل کرتا ہے۔
- خدا کا روح ہمیں پاک صاف کرتا ہے۔
- خدا کا روح ہمیں خدمت کی طاقت عطا کرتا ہے۔
- خدا کا روح ہماری حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔

مقولہ:

ہم پاک روح کی مدد سے خدا کو مسیح مسخ میں دیکھتے ہیں۔

## چوتھا حصہ

خدا قدوس بھی ہے اور محبت بھی۔

# خدا قدوس ہے

تلاوت کے لئے :- اجاز ۱۰ : ۳۵ : ۱۱ : ۱۵ : ۵ : ۱۶ :  
۴ : ۳ : ۱ : ۵۴ : ۱۵ : ۵۹ : ۲ : ۲ : ۱ :  
انفیول ۳ : ۲۲ : ۳۲ : یوحنا ۱۴ : ۱۱

## تفصیل سبق

ہم کہتے ہیں کہ خدا قدوس ہے۔ اس کے تین مطلب ہیں۔ پہلا، جاہ و جلال۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا قدوس ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہایت بلند و بالا ہے اس لئے ہمیں اس کی پرستش ڈرتے اور کانپتے ہوئے کرنی چاہیئے۔ ہمیں صرف اسی کا خوف ماننا چاہیئے۔ لیکن خدا کے قدوس ہونے کا مطلب پاک ہونا بھی ہے۔ مقدس چیزیں پاک ہوتی ہیں۔ خدا نہایت پاک ہے۔ پاک چیزیں اس کے پاس پھٹک ہی نہیں سکتیں۔ جب ہم خدا کی پاکیزگی کے آئینے میں اپنی شکل دیکھتے ہیں۔ تو صرف اس وقت ہی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم گنہگار ہیں۔ خدا کے قدوس ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ راست ہے چونکہ خدا پاک ہے اس لئے وہ ہم سے راست بازی کا تقاضا کرتا ہے۔ ہم پاکیزگی کو صرف اس وقت ہی سمجھ سکتے ہیں جب کہ ہم کسی پاک آدمی کو دیکھ سکیں۔ مسیح پاک تھا۔ مسیح کی زندگی ہی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پاکیزگی کیا ہے۔ مسیح لوگوں میں رہتے ہوئے بھی راست اور پاک تھا۔ ہم بشریت پر عمل کر کے پاک نہیں بن سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام فریسی دلی ہوتے۔ ہم ایک اتنی یعنی مسیح سے فائدہ رکھتے ہوئے ہی پاک بن سکتے ہیں۔

## خاکہ خدا قدوس ہے

- ۱۔ خدا قدوس ہے۔ وہ جاہ و جلال کا مالک ہے۔
- الف۔ خدا نہایت بلند و بالا ہے۔
- ب۔ ہمیں اس کی پرستش ڈرتے اور کانپتے ہوئے کرنی چاہیئے۔
- ج۔ ہمیں صرف اس ہی کا خوف ماننا چاہیئے۔
- ۲۔ خدا کے قدوس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔
- الف۔ خدا نہایت پاک ہے۔
- ب۔ پاکیزگی گناہ کو گناہ ظاہر کرتی ہے۔

ج۔ ہمیں پاک ہونا ہے۔  
(۳) قدوسیت راست بازی کا تقاضا کرتی ہے۔  
الف۔ قدوسیت راست بازی کا تقاضا کرتی ہے۔  
ب۔ انسان بھی مقدس ہوتے ہیں۔  
ج۔ خدا اور انسان کے درمیان تعلق کا انحصار مسیح کی تائیداری پر ہے۔  
د۔ ہم پاک اور مقدس اس وقت ہی بن سکتے ہیں جب ہم قدوس اور نہایت پاک مسیح سے رفاقت رکھیں۔

## منظر نمبر ۱۶

ڈرامہ کے افراد:

نہروار

بسیط

عبدو

یوسف صاحب

(نہروار اور یوسف، یوسف کی بیٹھک میں بیٹھے ہیں)

یوسف۔ چوہدری صاحب، آپ سے تو کافی عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔  
نہروار۔ ہاں مجھے افسوس ہے کہ میں کافی عرصہ تک غیر حاضر رہا ہوں۔  
یوسف۔ آج رات ہم ایک نئے موضوع پر گفتگو کریں گے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ہوں گے۔

نہروار۔ مجھے غیر حاضر رہنے کا خود بھی بڑا افسوس ہے۔ آج رات آپ کس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں؟

یوسف۔ آج رات ہم خدا کی خصلت پر غور کریں گے۔

نہروار۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔

یوسف۔ خدا قدوس ہے۔ خدا پاک ہے۔ خدا محبت ہے۔

نہروار۔ مگر میں خیالی ہے کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدا محبت ہے۔

یوسف۔ نہیں چوہدری صاحب۔ بے شک خدا محبت تو ہے مگر وہ ایک خاص قسم کی محبت

ہے۔ خدا پاک محبت ہے مگر چوہدری صاحب، یہ تو بتائیں کہ آپ کے چوکیدار حبیب کا کیا حال ہے؟

منہو دار: (اپنا سر کھلاتے ہوئے) میں کسی وقت اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ وہ بہت اکھڑ ہو گیا ہے۔ اس نے میری حکم عدول کی۔ وہ بہت مغرور بن گیا ہے۔ وہ گاڈن بھسہ میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھنے لگا ہے۔

یوسف: آپ اس کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟

منہو دار: میں اس کے ساتھ کیا کر سکتا ہوں۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا، جس کی سزا اسے دی جاسکے کی میں کسی شخص کو اس وجہ سے سزا دے سکتا ہوں کہ وہ مغرور ہے یا حسد کرتا ہے؟ یوسف: نہیں ہرگز نہیں۔

(بسیط اور عبدو کمرے میں داخل ہوتے ہیں)

یوسف: خوش آمدید دوستو، خوش آمدید۔ آج رات تو چوہدری صاحب بھی ہماری عزت افزائی کے لئے حاضر ہیں۔

عبدو: آداب عرض چوہدری صاحب۔ ہم آپ کا بڑی شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ آج آپ بھی اس گفتگو میں حصہ لیں گے۔

بسیط: چوہدری صاحب، آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔

منہو دار: خدا آپ سب کو سلامت رکھے۔

یوسف: میرے دوستو، میں تم لوگوں کے آنے سے پہلے چوہدری صاحب کو بتا رہا تھا کہ آج ہم ایک نئے موضوع پر گفتگو کریں گے۔ آج ہم اس بات پر غور کریں گے کہ خدا پاک محبت ہے۔

بسیط: میں تو کچھ نہیں سمجھا۔

یوسف: اچھا بسیط ذرا پوچھا، ۱:۱۱ تو پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) میں اُس کے کو دنیائیں نہ ہوں گا۔ مگر یہ دنیا میں ہیں اور میں میرے پاس آتا ہوں۔ اسے قدوس باپ! اپنے اس نام کے وسیلے سے جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کرنا کہ وہ ہماری طرح ایک ہوں؟

یوسف: بسیط میاں، ذرا بتاؤ تو یہی یہاں خدا کا کیا نام ہے؟

بسیط: "قدوس باپ یعنی پاک باپ۔"

یوسف: خدا پاک باپ ہے۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ عبدو اب تم بتاؤ وہ کیا ہیں؟

عبدو: جناب میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

یوسف: میرا مطلب یہ ہے کہ خدا پاک ہے اور خدا باپ بھی ہے۔ ایک باپ اپنے بچوں سے محبت رکھتا ہے اسی طرح خدا پاک ہے اور خدا محبت ہے۔ میرے دوستو، یہ دونوں نام خدا کے تمام صفاتی ناموں کا خلاصہ ہیں۔

منہو دار: بے شک بے شک، ان دونوں میں خدا کے تمام نام سامنے ہوئے ہیں۔

یوسف: آج رات ہم اپنے نام پر غور کریں گے۔ خدا قدوس ہے۔ یعنی خدا پاک ہے۔ بسیط: جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا قدوس ہے، تو اس سے ہمارا مطلب کیا ہوتا ہے؟

بسیط: برہمچے یا دے کہ ایک دفعہ پہلے بھی آپ نے اس کا ذکر کیا تھا مگر کہا تھا کہ ہم اس پر بعد میں غور کریں گے۔ اس وقت بھی میں کچھ نہیں سمجھا تھا۔

یوسف: بسیط آج رات تم اس بات کو سمجھ جاؤ گے۔ آج رات ہم صرف خدا کے قدوس ہونے پر ہی گفتگو کریں گے۔ میرے دوستو، قدوسیت تین باتوں کو ظاہر کرتی ہے۔ پہلی جاہ و جلال اور دوسری پاکیزگی اور تیسری راست بازی کو۔ عبدو، قدوسیت کا مطلب کیا ہے؟

عبدو: قدوسیت جاہ و جلال ہے۔ پاکیزگی اور راست بازی ہے۔

یوسف: پہلی بات یہ ہے کہ خدا جاہ و جلال والا ہے۔ یعنی خدا نہایت بلند و بالا ہے۔ عبدو ذرا احبار ۳:۱۰ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) ہر وہی بات ہے جو خداوند نے کی تھی کہ جو میرے نزدیک آئیں۔ ضرور ہے کہ وہ مجھے مقدس جانیں اور سب لوگوں کے اُس کے میری تجمید کریں۔

یوسف: دیکھا میرے دوستو! جلال و قدوسیت، ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یسعیاہ نبی نے سرائیم کو یہ کہتے سنا تھا "قدوس، قدوس، قدوس رب الانوار ہے۔ ساری زمین اس کے جلال سے سمور ہے" پھر ایک جگہ یسعیاہ بیان کرتا ہے کہ "جس کا نام قدوس ہے یوں فرماتا ہے کہ میں بلند اور مقدس مقام میں رہتا ہوں" چنانچہ یہ ظاہر ہوا کہ خدا کا نام قدوس یعنی پاک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہایت بلند و بالا اور جلال والا ہے۔

عبدو: جی ہاں ہمارا بھی خیال یہی ہے۔

یوسف: یہ درست ہے مگر یہ تو خدا کے قدوس ہونے کا صرف ایک پہلو ہے۔ پانچویں عہد میں انبیاء و صرف اسی پہلو کو ہی جانتے تھے، پس مقدس ہونے کا مطلب ہے۔ پاک، چھ پاک لوگ پاک رسومات، پاک بگہیں اور پاک وقت۔ یعنی وہ چیزیں جن کا لغتی پرستش سے تھا پاک تھیں۔



نبردوار: ام بھی۔ ہی سمجھتے ہیں۔

یوسف: چہرہ دہری صاحب، کیا آپ پادری مٹا کو بھول تو نہیں گئے؟  
نبردوار: اور پادری حتماً! وہ تو نہایت مقدس آدمی تھے۔

یوسف: چہرہ دہری صاحب آپ نے ان کے بارے میں کیا کہا؟  
نبردوار: میں نے کہا کہ وہ نہایت مقدس آدمی تھے۔

یوسف: بے شک ان کی پاکیزگی کے باعث ہم انہیں مقدس کہتے ہیں۔ تو کیا پادری حقاً بعض ایک  
شے تھے۔ جسے پرستش کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

یوسف: نہیں، نہیں وہ مقدس انسان تھے۔

یوسف: اچھا تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ پاکیزگی پاک چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ یعنی جب ہم  
پاکیزگی کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمیں پاک آدمیوں کا خیال آتا ہے یہ پاک چیزوں سے  
کہیں بڑھ کر ہے۔

عبدالو: میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا۔

یوسف: عبدالو! اب میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا میرا نوکر میرے ساتھ میز پر  
بیٹھ سکتا ہے؟

عبدالو: ہرگز نہیں۔

یوسف: اچھا! اگر میں کسی بادشاہ کے پاس جاؤں تو کیا میں اس کے سامنے بیٹھ سکتا ہوں؟  
عبدالو: نہیں۔

یوسف: یہی خدا کے بارے میں ہے۔ خدا بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور خدا آدمیوں کا خداوند ہے۔ وہ  
نہایت بلند و بالا ہے۔ وہ پاک ہے وہ قدوس ہے وہ ہمارے نگوئیاری کا مانت  
منہیں ہے کہ ہم اس کے کندھوں سے لگ کر بیٹھ جائیں۔ ہمیں یقیناً اس کے سامنے ڈرتے  
اور کانپتے ہوئے حاضر ہونا چاہیے۔ چہرہ دہری صاحب آپ یسوعا ۸: ۱۳ پڑھیں۔

نبردوار: پڑھنا ہے "تم رب الانواج ہی کو مقدس جانو اور اسی سے ڈرو اور اسی سے  
خائف رہو"۔

یوسف: دیکھنا تم لوگوں نے؟ رب الانواج ہی مقدس ہے ہمیں اس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اب  
ہم "ڈر" ڈر "پر غور کریں۔ ببیط، اگر تم ڈریاے راوی میں کشتی پر سوار ہو اور دریا خوب  
چڑھا ہوا ہو اور تمہاری کشتی ڈولنے لگے تو تم کیا کر دگے؟

ببیط: خدا کا شکر ہے کہ میرے ساتھ کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ مگر حیب لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا

سے تو وہ ڈرنے لگتے ہیں۔ بعض اوقات کشتی اٹ جاتی ہے اور لوگ ڈوب مرتے ہیں۔  
یوسف: میرے دوستو! یہ ڈر کی ایک قسم ہے اس ڈر کی وجہ سے بہت سے لوگ ٹوٹنے ٹوٹنے کی طرف  
راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ بت پرستی ہے  
نبردوار: کیا ٹوٹنے ٹوٹنے وغیرہ بت پرستی ہے؟

یوسف: بے شک جب... ایک شخص اپنے بچوں کے گلے میں تعویذ وغیرہ پہناتا ہے تو اس  
سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خدا کے علاوہ بھی کسی سے ڈرتا ہے۔ وہ بدردعوں سے ڈرتا ہے۔  
یسوعا ۱۰: ۲۱ میں نے کہا "تم رب الانواج ہی کو مقدس جانو اور اسی سے ڈرو اور اسی سے  
خائف رہو" خدا مقدس ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم صرف خدا سے ڈریں۔ عبدالو

یوسف: فرض کر دو کوئی بڑا بادشاہ ہمارے گاؤں میں آئے مثلاً ایران کا شہنشاہ۔ ہم اس کا شایان  
شان استقبال کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ وہ ہمارے گاؤں سے  
خوش ہو۔ کیوں درست ہے نا؟

عبدالو: بے شک۔

یوسف: فرض کر دو اس وقت نبردوار آگے بڑھ کر شہنشاہ سے کہے کہ "حضور ہم نے اس گاؤں  
میں آپ کے نام کے بہت سے تعویذ بنائے ہیں تو کیا وہ خوش ہوگا۔  
عبدالو: ادہ! یہ تو بہت شرم کی بات ہوگی۔ یہ تو بادشاہ کی بے عزتی ہے۔

یوسف: تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن ہم یہی ردیہ خدا کے بارے میں اختیار کرتے ہیں ہمیں صرف خدا سے  
ڈرنا چاہیے۔ اگر ہم بدردعوں سے ڈرتے ہیں تو یہ خدا کی بے عزتی ہے۔  
عبدالو: مگر اس سے خدا کی بے عزتی کیسے ہوئی؟

یوسف: ہم یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ خدا کمزور ہے اور ہماری حفاظت نہیں کر سکتا۔ ہمیں بدردعوں  
سے رجوع کر دینا کہنا کہ وہ میری حفاظت کریں۔

عبدالو: لیکن جو لوگ تعویذ پہنتے ہیں ان کا تو ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔

یوسف: لیکن ان کا مقصد تو یہی کچھ ہوتا ہے۔ خدا سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ڈرتے اور  
کانپتے ہوئے صرف اس کی ہی پرستش کریں۔ ہمیں خدا کی عزت کرنی چاہیے اسی طرح جو  
کچھ اس نے بنایا اس کا احترام کرنا چاہیے۔

ببیط: میں سمجھا نہیں۔ آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

یوسف: ہمیں خدا کے گھر میں اس کی عزت کرنی چاہیے۔ ہمیں جہان کے سامنے، جیسے خدا نے

یوسف، اس کا روت کرٹ گند، یا صاف ہو سکتا ہے۔ سفید نیز لپٹی گند، یا صاف ہو سکتا ہے جو کوئی خدا روح ہے اس لئے وہ کرٹ یا نیز لپٹی گند، یا صاف نہیں ہو سکتا۔ خدا پاک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بدی نہیں پائی جاتی۔ اس میں کوئی گند نہیں ہے۔

عبداللہ بے شک یہ توبہ کو معلوم ہے کہ اس میں کوئی گند نہیں ہے۔  
یوسف، سید، ان کوئی ذکر و تہلیل میں کام کرنے کے بعد واپس آئے ہوا اور تہلیل شہر جانے کے بعد ہے کہ اپنے گند سے بچنے کا کردار، گند بڑے بہن لیتے ہو۔ پھر اپنا شک تہلیل خیال آتا ہے کہ خدا کر دینا چاہیے تھا کہ جو تہلیل کوئی کرتے ہو کر بڑے توبہ میں گم گند ہو، کیا ایسا نہیں ہوتا؟

بسیطہ، جی ہاں ایسا ہوتا ہے۔  
یوسف، تہلیل یہ اس کی وقت تک نہیں ہوتا تو تہلیل کے وقت پرے نہ بن لے۔ اسی میں بہمدی صاحب کے گھروانا ہوتا ہوں۔

لیوارڈ، ضرور ضرور آپ ہی کا گھر ہے، بیٹے۔  
یوسف، راستے میں کہہ کر میں سڑکوں سے بائیں کرتے گئے تھے کہ میں کوئی گند نہ لے کر آؤں اور پھر دیر ہو چکی کہ میں گند نہ لے کر آؤں۔  
ایک اینٹ اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا ہوں، میں پھر میں بہمدی صاحب کی بیٹک پر مار کر بیٹھ جاتا ہوں جسے ہاتھ گند سے ہوا ہے، میں پھر میں بہمدی صاحب کی بیٹک پر مار کر بیٹھ جاتا ہوں، ان کا کرکسیریل پر سفید غلات چڑھا ہے، باہر میں نے جو کس نہیں کیا کرکسیریل ہاتھ گند سے ہیں، بیٹے اس وقت ہی، پاک پاک معلوم ہوا جب میں لے کر بیویں پر سفید غلاتوں کو رکھی۔

لیوارڈ، میرے ذہن میں یہ کہیں، اس قسم کا خیال نہیں آیا۔  
یوسف، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کوئی بات اس کا احساس ہوا۔  
میرے دوستوں میں نے گند سے، اپنے مکان کے باہر سفید کرکسیریل میں اس وقت مجھے خیال نہیں آیا تھا کہ میرے دروازے گند سے ہیں، لیکن جب دیواروں پر سفید کرکسیریل لگا دیا کہ جو کسیریل کا گند سے ہیں۔

عبداللہ، بے شک میں اس لئے ہو کر آپ نے انہیں دیواروں کے ساتھ لگا کر دیکھا تو پاک پاک آپ کو معلوم ہو کر وہ گند سے ہیں۔ عموماً ہم سب کے ساتھ ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔  
یوسف، بے شک یہ درست ہے، یہی حال ہماری روحانی زندگی کا ہے، انسان بہت آسانی

بنایا اس کی عزت کرنی چاہیے۔  
عبداللہ، لیکن ہم تو کسی جگہ بھی خدا کی تعلیم نہیں کرتے۔

یوسف، ہاں مجھے معلوم ہے۔ ہم خدا کے گھر کو بنائیے، میں اور ساری عورتوں کی بائیں ہوتی چیزوں کی تعلیم نہیں کرتے۔ بسیطہ کی یہ خدا کے گھر کو ڈھانے کو تیار رہو۔

بسیطہ، رکائوں کو ہاتھ لگانے کو ہے؟ تو بہ طور، ہرگز نہیں۔  
یوسف، ٹھیک ہے، شاید تم یہ بھی ذکر کرو۔ لیکن خدا کہتا ہے کہ ہر قسم کے رُوح القدس کے متبرک ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ حبیب ایک شخص دوسرے آدمی کو قتل کرتا ہے، تو وہ خدا کے گھر کو ڈھانے ہوا۔

لیوارڈ، حبیب کا ذی نہیں ایک دوسرے سے بدل لیتے ہیں۔ تو وہ اس بات کا بائیں خیال نہیں کرتے۔

یوسف، خدا تو دیکھتا ہے یعنی وہ خدا وہ حال والا ہے۔ میں صرف خدا سے ڈرتا ہوں۔ خدا کے سامنے اور اس کی بائیں ہوتی چیزوں کے سامنے، اس کی قیلم کرنے سے ان کا ہاں ایک ہاں جاتا ہے۔ کیا تم یہ یہاں تک سمجھ سکتے ہو؟

عبداللہ، بے شک، ہم اسے اپنی طرح سمجھتے ہیں۔  
یوسف، بہت اچھا، اب ضرور سے ضرور بہت، جاہ و حال ہے۔ شہریت یا کرکسیریل بھی ہے ہم نے کہا تھا کہ پادری خدا مستحق آدمی تھے۔ کیا ان کی زندگی میں پاک گند تھی؟  
لیوارڈ، بے شک، ان کی زندگی میں کسی قسم کی آلودگی نہیں پائی جاتی تھی۔

یوسف، بسیطہ ذرا اجارہ دار، ہم تو چڑھو۔  
یوسف، بسیطہ، رچے بچے، میں خداوند ہوں اور تم کو ایک حصہ اس لئے نکال کر دیا ہوں کہ میں تمہارا خدا تمہارا اس لئے تم مستحق ہونا چاہتا ہوں۔

یوسف، اب ہمارا ضرور ایک گند ہے۔ خدا کہتا ہے۔ میں تو کس ہوں۔ یعنی میں پاک ہوں، میں نے تم بھی مستحق ہونا چاہتا ہوں۔ "حبیب ہم کہتے ہیں کوئی چیز پاک خدا کی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی جیستی گند نہیں۔ کیوں شیک ہے؟

لیوارڈ، ہاں! ایسی اس کا مطلب ہے۔

یوسف، ایک دیوار پر ابھی ابھی سفید کرکسیریل ہوا۔ وہ صاف ہوتی ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ دیوار پاک ہے۔

لیوارڈ، ہاں! شاید یہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔



سے گناہ کرتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ دھوکا دیتا ہے۔ نفرت کرتا ہے۔ رشوت لیتا ہے۔ حمد کرتا ہے۔ مگر وہ انہیں معمولی خیال کرتا ہے۔ وہ انہیں اس وقت تک غلط نہیں سمجھتا۔ جب تک کہ وہ خدا کی پاکیزگی کے آئینہ میں اپنی زندگی دیکھ نہیں لیتا۔ جب وہ خدا کی پاکیزگی کے نزدیک آتا ہے تو اسے اپنی زندگی گندی نظر آتی ہے۔

عبدو: جب یسعیاہ نے میکیل میں "خدا کی قدسیت کو دیکھا" تو وہ اپنے متعلق کیا کہتا ہے؟  
عبدو: وہ کہتا ہے "مجھ پر انسوؤں! میں تو برباد ہوا! کیونکہ میرے ہونٹ ناپاک ہیں۔ اور نجس لب لوگوں میں لیتا ہوں کیوں کہ میری آنکھوں نے بادشاہ رب الافواج کو دیکھا۔"

یوسف: مگر اس نے اس سے پہلے یہ کیوں نہ سوچا تھا؟

عبدو: مجھے معلوم نہیں۔

یوسف: یہ تو بہت آسان بات ہے۔ اس نے خدا کی قدسیت کو دیکھا جو کہ نہایت پاکیزہ معنی پطرس نے اپنی زندگی کو دیکھا۔ اس وقت اسے اپنی زندگی نہایت گندی دکھائی دی۔ چنانچہ یہ خدا کا کام ہے جو کہ پاک ہے۔ مقدس خدا ہی ہمیں گناہ سے فائل کرتا ہے۔ گناہ ہمیں خدا سے جدا رکھتا ہے۔ بیضا ہرانی سے یسعیاہ ۵۹: ۲ پڑھو۔

بیضا: (پڑھتا ہے) "تمہاری بدکرداری نے تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان جلائی کردی ہے اور تمہارے گناہوں نے اسے تم سے روپوش کیا اور وہ نہیں سنتا۔"

یوسف: خدا نہایت پاک ہے اور جب ہمارا اور اس کا آئنا سامنا ہوتا ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم گندے ہیں اور گنہگار ہیں۔ یہی گناہ ہمیں خدا سے جدا کرتے ہیں۔ خدا پاک ہے اس لئے ہمیں بھی پاک بنانا ہے۔ پطرس ۲: ۷ کہتے ہیں "۱: ۱ میں بیان کرتا ہے" اؤ! ہم اپنے آپ کو ہر طرح کی جہالتی اور روحانی آلودگی سے پاک کریں اور خدا کے خوف کے ساتھ پاکیزگی کو کمال تک پہنچائیں۔" چونکہ خدا پاک ہے اس لئے ہمیں بھی ہر طرح کی آلودگی سے خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی اپنے آپ کو پاک کرنا ہے۔ میرے دوستو! ہم مذہبی رسومات سے اپنے آپ کو پاک نہیں کر سکتے۔ وہ کافی نہیں ہیں۔

نبودار: آپ کا کیا مطلب ہے؟

یوسف: جرمی صاحب، ہرانی سے یسعیاہ ۱: ۱۲-۱۴ پڑھیں۔

نبودار: (پڑھتا ہے) "جب تم میرے حضور آکر میرے دیدار کے طالب ہوتے ہو کون تم سے یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہوں کو زبردستی آئندہ کو باطل دہشتہ دلاؤ۔ تمہارے مجھے نفرت ہے۔ تمہارے چاند

اور صفت اور عیدی جماعت سے بھی کیونکہ تمہیں بدکرداری کے ساتھ عید کی برداشت نہیں میرے دل کو تمہارے نئے چاندول اور تمہاری مقررہ عیدوں سے نفرت ہے۔ وہ مجھ پر بار ہیں۔ میں ان کی برداشت نہیں کر سکتا۔ جب تم اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے تو میں تم سے آنکھ پھیر لوں گا۔ ہاں جب تم دعا پڑھا کر دو گے تو میں نہ سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ تو خون آلودہ ہیں۔ آپ اپنے آپ کو دھو۔ اپنے آپ کو پاک کر دو۔ اپنے برے کاموں کو میری آنکھوں کے سامنے سے دور کر دو۔ تمہاری نئی سے باز آؤ۔ نیکو کاری سیکھو۔ انصاف کے طالب ہو۔ مظلوموں کی مدد کرو۔ یتیموں کی فریادیں کرو۔ یتیموں کے حافی ہو۔"

یوسف: دیکھا میرے دوستو! یسعیاہ بنی لوگوں سے کہتا ہے کہ "ہم بہت سی مذہبی رسومات مانتے ہو لیکن تم میں راست بازی کی کمی ہے۔ اس لئے تمہاری رسومات بے معنی ہیں۔" ہم اپنے آپ کو مذہبی رسومات سے پاک وصاف نہیں کر سکتے۔

نبودار: تو پھر ہم کیسے پاک وصاف ہو سکتے ہیں؟

یوسف: یہ ایک اور موضوع ہے۔ ہم پھر کبھی وقت اس پر گفتگو کریں گے۔ اب پھر یسعیاہ بنی پطرس کی یہ کیا یسعیاہ خود کو پاک وصاف کر سکا؟

عبدو: نہیں، میرا خیال ہے فرشتے نے اسے پاک وصاف کیا۔

یوسف: یہ ٹھیک ہے مگر سرانیم نے کیا کیا؟

عبدو: سرانیم نے مذبح پر سے سلگتا ہوا کوئلہ لیا اور اس کے ہونٹوں کو چھوا اور پاک وصاف کیا۔

یوسف: مگر عبدو یہ بھی نہ بھولو کہ خدا نے اسے پاک وصاف کیا۔ خدا نے مذبح پر سے کوئلہ لیا اور اسے صاف کیا لیکن یہ بھی ایک اور موضوع ہے۔ آج رات ہم صرف خدا کے قدوس ہونے پر غور کریں گے۔ ہم نے کہا کہ خدا کا قدوس ہونا دو باتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ عبدو وہ کون کون سی ہیں؟

عبدو: خدا قدوس ہے وہ جاہ وجلال والا ہے اور وہ پاک ہے۔

یوسف: شائش عبدو، تم نے ٹھیک جواب دیا اب ہم میری بات پر غور کریں گے۔ چونکہ خدا قدوس ہے اس لئے وہ راست بازی کا تقاضا کرتا ہے۔

نبودار: مجھے تو قدوس ہونے اور راست باز ہونے میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔

یوسف: بہت سے لوگوں کو یہ نظر نہیں آتا مگر نہایت اہم بات ہے۔ یہ ہماری صاحب آپ کو صبح اور سات چڑھوں کی کہانی یاد ہے۔

نبودار: میرا خیال ہے کہ وہ یوں ہے کہ ایک آدمی نے ایک گھر سے بدرجہ کوئلہ لا کر گھر خالی رہنے دیا۔ پھر سات راتیں اس میں آکر بس گئیں۔



یوسف: اب آؤ، ہم اس بات پر غور کریں۔ مسیح پاک ہے اور فریسی پاک نہیں تھے۔ ہم صرف شریعت پر عمل کر کے پاک نہیں بن سکتے۔ ہم مقدس مذہبی رسومات پر عمل کر کے بھی پاک نہیں بن سکتے۔ یہ ہم نے یسعیاہ کی کتاب کے پہلے باب میں دیکھا تھا۔ پانچ سو سال پہلے کا یہ کہتے تھے کہ مذہبی رسومات پر عمل کرنے سے پاکیزگی ملتی ہے۔ نبیوں نے کہا کہ پاکیزگی تا بعداری اور راست بازی میں ہے۔

مہودار: "تا بعداری" مان یہ خیال تو اچھا ہے۔ تا بعداری سے راست بازی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں کس چیز کی تا بعداری کرنی ہے۔

یوسف: ہم نے کہا کہ ہمیں تا بعداری کرنی ہے لیکن شریعت کی نہیں بلکہ ایک شخصیت کی اور وہ شخصیت یسوع مسیح ہے۔

بسیط: یہ تو بہت مشکل بات ہے۔ میں اسے نہیں سمجھ سکتا۔

یوسف: اچھا بسیط میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مسیحیت اس کا نام نہیں ہے کہ ہمیں نکالنا چیز کی اجازت ہے اور فلاں کی نہیں اور نہ ہی مسیحیت قوانین کا مجموعہ ہے۔

بسیط: اس کا مطلب ہوا؟ میں تو یہ جانتا ہوں کہ کچھ چیزوں کی اجازت ہے اور کچھ چیزوں کی اجازت نہیں ہے۔ جو چیزیں منع ہیں وہ مجھے نہیں کرنی چاہئیں اور جن کی اجازت ہے انہیں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

یوسف: اگر تمہاری بات درست ہوتی تو فریسی تو سب سے زیادہ مقدس اور راست باز ہوتے، وہ شریعت پر بڑے احتیاط سے عمل کرتے تھے کہ کون سی چیزیں منع ہیں اور کن کی اجازت ہے اس فریسی نے ہیکل میں کہا کہ وہ ہفتہ میں ایک دفعہ نہیں جیسے کہ شریعت کہتی ہے بلکہ دو دفعہ روزہ رکھتا ہے۔ فریسی اپنے خیال کے مطابق بہت راست باز تھے وہ شریعت پر پوری طرح عمل کرتے تھے وہ ہر چیز کی وہ بھی، یہاں تک سولف اور پودے پر بھی وہ پکی دیتے تھے۔ لیکن کیا وہ مقدس تھے؟

بسیط: میرا خیال ہے کہ نہیں۔

یوسف: ہرگز نہیں، انہوں نے مسیح کو مصلوب کیا۔ ہم کسی مذہبی رسم کی پابندی کرنے سے مقدس نہیں بنتے۔ ہم صرف شریعت پر عمل کرنے سے پاک نہیں بن سکتے۔

مہودار: پھر ہم کیسے پاک بن سکتے ہیں؟ ہم کیسے راست باز ہو سکتے ہیں۔

یوسف: ہم اس پاک ہستی سے رفاقت رکھ کر ہی راست باز بن سکتے ہیں۔ جو ہماری صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ جب پادری تازہ زندہ تھے۔ تو ہم گھنٹوں ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے تھے۔ ہم ان کی روح میں سے پیتے تھے۔ ان کی روح نے ہمیں بھی پاک بنا دیا تھا کیونکہ وہ

یوسف: جو ہماری صاحب آپ نے قریب قریب درست فرمایا ہے۔ وہ کہانی ایک آدمی کے بارے میں ہے جو روح اس آدمی سے نکل جاتی ہے اور واپس آکر اسے خالی اور صاف ستھرا پاتی ہے وہ جا کر اپنے سے بھی زیادہ خراب سات بدروحوں کو لے آتی ہے اس آدمی کا حال پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ ہم نے کہا کہ مقدس کا مطلب برائی سے خالی ہونا ہے۔ مگر کہانی نہیں ہے کہ انسان کی زندگی برائی سے خالی ہو اس میں راست بازی کی موری ہونی چاہیے۔

ارپطرس میں ذکر ہے۔ "جس طرح تمہارا بلانے والا پاک ہے اسی طرح تم بھی اپنے سارے چال چلن میں پاک بنو" یسعیاہ نے کہا "خدا ہی مقدس کی تقدیس صداقت میں کی جائے گی" تقدیس صداقت کا لفظ خا کرتی ہے۔ یہی یسعیاہ نبی کہتا ہے اور یہی کچھ پطرس رسول کہتا ہے کہ ہم صرف گرجا میں یا عبادت میں یا مذہبی رسومات میں ہی نہیں۔ بلکہ اپنے تمام چال چلن میں پاک بنیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ملازمت میں، کھیتوں میں، منڈیوں میں، دستروں میں یعنی ہرگز پاک نہیں۔ لیکن انسان شریعت کی تا بعداری کرنے سے مقدس نہیں بنتا۔ مہودار: یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ تو ایک بڑا عجیب اور نیا خیال ہے۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ مقدس اور راست باز ہونے کا مطلب شریعت کی تا بعداری ہے۔

یوسف: اہو و اگو مقدس اور راست باز ہونے کا مطلب شریعت کی تا بعداری ہوتا تو پھر فریسی تو نہایت ہی پاک لوگ ہوتے، بلکہ ان کا شمار نو دلہوں میں ہوتا۔ مہودار: نہیں، وہ تو پاک نہیں تھے۔

یوسف: مان انہوں نے مسیح کو صلیب دیا، حالانکہ وہ شریعت پر عمل کرتے تھے۔ میرے دوستو! اب ذرا غور سے سنو۔ مقدس اور راست باز ہونے کا مطلب ہے کہ اس پاک ذات یعنی مسیح کی محبت میں فرمانبرداری کی جائے۔

بسیط: یوسف صاحب اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔

یوسف: کوئی بات نہیں بسیط میاں۔ بس سنتے جاؤ۔ ہم نے کہا کہ پاک خدا پاک لوگوں کا مطالعہ کرتا ہے ہم نے کہا کہ پادری خاپاک تھے اور مسیح پاک ترین تھا۔

مہودار: بے شک یہ درست ہے۔

یوسف: جہد، اب یہ بتاؤ کہ کیا مسیح دنیا سے الگ تھا کہ وہ کرپاک تھا یا لوگوں کے درمیان رہ کر پاک تھا؟

عبدو: نہیں، مسیح لوگوں کے درمیان رہ کر پاک تھا۔

خود پاک تھے۔

مقبور، دانشیہ درست ہے۔ وہ بہت ہی مقدس آدمی تھے۔  
یوسف: اچھا! اگر یہ پادری حنا کے بارے میں درست ہے تو پھر یہ یسوعا کے بارے میں تو اس  
سے کہیں زیادہ درست ہونا لازمی ہے؟ ہمیں ضرور ہی ان کے پاس بیٹھ کر اس کی روح میں  
سے مینا چاہیے۔ تب ہی ہم پاک بن سکیں گے۔ جلد دیاں۔  
عبدو: جی فرمائیے صرف۔

یوسف: ذرا پھر شرف بیٹھے کے بارے میں سوچو۔ حبیب وہ ایک دور دراز ملک میں تھا تو فریسی کر  
اس وقت اسکا باپ اسکے لئے کچھ قانون بناتا اور انہیں اپنے لوگوں کے ساتھ اس کے پاس بھیج  
دیتا اور کہتا "اگر تم ان پر عمل کرو گے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی ان پر عمل کرو تو تم اچھے  
انسان بن جاؤ گے، نوکر وہ قانون اور باپ کا پیغام صرف بیٹے کو پہنچا دیتا جب کہ وہ کیتوں  
میں سوروں کو چارہ دیتا تھا۔ عبدو، اگر اس کا باپ یہ کرتا تو کیا اس کے بیٹے کا دل تبدیل  
ہو سکتا؟

عبدو: میرا خیال ہے کہ نہیں۔

یوسف: وہ لوگ ان پر عمل کر سکتا اور اس طرح وہ مغرور بن جاتا کہ وہ اپنے باپ کے بھیجے ہوئے  
قوانین پر عمل کر رہا ہے لیکن اس طرح اس کا دل تبدیل نہ ہوتا اور نہ وہ راست باز بن سکتا  
اور نہ ہی پاک، لیکن اس کا باپ یہ نہیں کرتا۔ باپ چاہتا ہے کہ لوگ گھرواپس آئے تاکہ باپ  
کی رفاقت میں رہتے ہوئے اس کے باپ کی روح اس کے دل میں داخل ہو سکے۔ اس طرح وہ لوگ  
اندرونی طور پر تبدیل ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس کے باپ کی روح اس میں ہوگی۔ اس ذات ہی حقیقت  
وہ راست باز بن سکے گا۔ چودھری صاحب، کیا یہ لوگوں کی حالت سدھانے آیا تھا؟

مقبور: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

یوسف: کیا اس نے لوگوں کو یہ کہا کہ "محنت سے کام کرو تو تمہاری حالت سدھ جائے گی؟"

مقبور: نہیں، اس نے نہیں کہا۔

یوسف: بے شک بے شک، اس نے صرف یہ کہا کہ "توبہ کرو"

بسیط: یوسف صاحب، یہ تو بہت مشکل سبق ہے۔

یوسف: نہیں بسیط، یہ آسان ہی ہے۔ ذرا غور سے سنو رہو۔ خدا قدوس ہے۔ خدا کے تقدوس ہونے  
کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔ پاکیزگی راست بازی کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ راست بازی  
لوگوں سے الگ تھلک رہ کر نہیں بلکہ لوگوں میں رہ کر ملتی ہے۔ ہم شریعت پر عمل کر کے پاک

نہیں بن سکتے۔ فریسی شریعت پر عمل کرنے کے باوجود وہ بھی پاک نہیں تھے۔ ہم کسی مذہبی رسم پر عمل  
کر کے بھی پاک نہیں بن سکتے۔ بلکہ ہم پاک ہوتے یعنی مسیح کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں۔ پاک  
ہوتے ہیں۔ تب ہی ہم محبت میں اس کی فرمانبرداری کریں گے۔ ہم قوانین کے کسی مجبورے پر عمل  
نہیں کرتے بلکہ ایک ہمتی کی، بعداری کرتے ہیں۔

مقبور: یوسف صاحب، میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

یوسف: ضرور ضرور فرمائیے۔

مقبور: آپ نے کہا کہ پاکیزگی راست بازی کا تقاضا کرتی ہے۔ مگر مجھے اپنے میں بہت کم راست بازی  
نظر آتی ہے۔

یوسف: چودھری صاحب، آپ نے درست فرمایا، خدا پاک ہے، اس نے پاکیزگی کا تقاضا کرتا ہے  
لیکن اگر ان گنہگار ہے۔ وہ راست باز نہیں، چنانچہ خدا کی کرسمس؟ خدا ہر ایک سے  
ایک خاص قسم کی بعداری کا تقاضا کرتا ہے۔ بسیط دیاں۔

بسیط: فرمائیے۔

یوسف: خدا نے تفریق کر رکھی پانی میں رہے، درست ہے کہ نہیں؟

بسیط: درست ہے۔

یوسف: اگر پھیل یہ فیصلہ کرے کہ وہ پانی میں نہیں لگی اور کہ درختی پر آجائے۔ تو کیسا  
ہوگا؟

بسیط: وہ مرجائے گی۔

یوسف: کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو؟

بسیط: جی ہاں، وہ چند لمحوں بعد ہی مرجائے گی۔

یوسف: اچھا! اگر کوئی پرنڈہ یہ فیصلہ کرے کہ وہ پھیل کی طرح پانی میں رہے گا اور پانی میں غوطہ  
لگائے تو اس کا حشر کیا ہوگا؟

بسیط: وہ بھی مرجائے گا۔

یوسف: بہت خوب۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر ایک شیر یہ فیصلہ کرے کہ وہ زمین پر چلنے کی بجائے  
ہوا میں پرنڈوں کی طرح اڑے گا اور وہ ایک پہاڑ پر سے ہوا میں چھلانگ لگا دے گا  
اڑنے تو کیا ہوگا؟

بسیط: وہ زمین پر گر پڑے گا اور اس کی ٹہنی پھیل کی طرح ہو جائے گی۔

یوسف: بسیط، اب آدمی کی بابت تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر ایک پھیل خدا کا حکم توڑتی ہے تو تمہاری





سبق نمبر ۱

## خدا محبت ہے

تلاوت کے لئے:

یوحنا ۱۳: ۱۶ ! رومیوں ۵: ۶-۸ ! ۸: ۳۲ ! یانسیوں  
 ۱۲: ۵۱ ! ۸: ۵۱ ! ۱۲: ۵۱ ! ۱۱: ۱-۱۰ ! یوحنا ۱۴: ۱۶-۱۷  
 ۴: ۱۳-۲۱

تفصیل سبق:

خدا محبت ہے۔ خدا صرف قدوس ہی نہیں ہے۔ اگر وہ صرف قدوس ہوتا تو وہ جابر ہوتا۔ لیکن وہ محبت بھی ہے۔ یہ ہمیں کئی طرح سے معلوم ہوتا ہے۔ پہلا پہلو رحم ہے۔ وہ رحیم ہے۔ محبت فضل بھی ہے۔ فضل کا مطلب ہے کہ جو کچھ خدا ہمارے لئے کرتا ہے وہ بطور بخشش ہے۔ محبت معافی بھی ہے۔ گناہ ہمیں خدا سے جدا کرتا ہے لیکن معاملہ یہاں پر ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ خدا ہمیں اس قدر پیار کرتا ہے کہ ہمارے ساتھ میل ملاپ کرنے کے لئے ہیئت ادا کرنے کو تیار ہے۔ دکھا اٹھائے بغیر معافی نہیں ہے اور معافی کے بغیر صلح نہیں ہو سکتی۔ خدا ہمیں بچانے کی خاطر قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ خدا کی محبت کو کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی محبت ایک ایسی محبت ہے جو قربانی دیتی ہے۔ خدا کی محبت بہت عظیم ہے۔ وہ ہمیں کوئی اور چیز پیش نہیں کرتی ہے۔ بلکہ وہ خود کو پیش کرتی ہے۔

## خاکہ خدا محبت ہے

۱۔ محبت رحم ہے۔

(الف) رحم بدایا ترس کھانا ہے۔

(ب) رحم عدالت نہیں چاہتا۔

(۲) محبت فضل ہے۔

(الف) خدا کی محبت ایک بخشش ہے۔

(اب) خدا ان کے براہ عمل کے باوجود اس سے محبت کرتا ہے۔  
(ن) خدا ہماری خواہش کے مطابق نہیں بلکہ ہماری ضرورت کے مطابق دیتا ہے۔  
۲۔ محبت معانی ہے۔

(الف) گناہ ہمیشہ کے لئے ہمیں خدا سے جدا نہیں رکھ سکتا۔  
(ب) دکھ اٹھائے بغیر معافی نہیں ہے۔

(ج) خدا محبت ہے اس لئے وہ ہمیں معاف کرنے کی خاطر دکھ اٹھانے کو تیار ہے۔  
۳۔ محبت خود انکاری ہے۔

(الف) خدا کی محبت ایسی نہیں ہے کہ اسے کسی کی ضرورت ہو۔  
(ب) خدا کی محبت ایسی ہے جو قربانی دیتی ہے۔

### منظر نمبر ۱۷

ڈرامہ کے افراد:

یوسف صاحب

عبد

بسیط

(یوسف، عبد اور بسیط، یوسف کی بیٹیک ہیں بیٹھے ہیں)۔

عبد: ہم اس سبق کا کافی عرصہ سے انتظار کر رہے تھے۔

یوسف: اچھا؟ آج کا موضوع کیا ہے؟

بسیط: مجھے تو معلوم نہیں۔

یوسف: یہ شک نہیں معلوم ہے۔ مگر ہم نے خدا کے تقدس ہونے پر غور کیا تھا۔ آج ہم اس کی محبت پر غور کریں گے۔

بسیط: او ہاں۔ اب مجھے یاد آیا۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔

عبد: چلو ہم سمجھتے تھے کہ خدا صرف محبت ہی ہے۔ اب تو ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ مہربانی سے سبق شروع کریں۔

یوسف: اچھا میرے دوستو۔ ہم نے کہا تھا کہ خدا تقدس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا جاہ و جلال والا اور پاک ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ ہم سے راست بازی کا تقاضا کرتا ہے۔ کیا بات سمجھ میں آگئی ہے۔

عبد: ہاں شک یہ ہیں، یاد ہے۔

یوسف: فلاں کا مطلب یہ ہوا کہ اسے نظام قائم رکھنے کی ضرورت ہے اسے اپنی عزت قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔

بسیط: ابے شک، یہ تو بہت ہی ضروری بات ہے۔

یوسف: لیکن اس کی عزت ہم سے راست بازی کا تقاضا کرتی ہے۔ ہم راست باز نہیں ہیں، ہم ہنگام میں خدا نے کہا ہے "جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی" پس اس کی پاکیزگی ہماری موت کا مطالبہ کرتی ہے۔ لہذا اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

عبد: لیکن یوسف صاحب، خدا صرف پاکیزگی ہی تو نہیں ہے! یوسف: ہاں ہاں آگے کہو۔

عبد: خدا محبت بھی ہے وہ ہمیں پایہ کرتا ہے اور آج رات یہی ہمارا مضمون ہے۔

یوسف: شاباش عبد! خدا تمہارے ذہن کو اور بھی روشن کرے۔ خدا صرف تقدس ہے بلکہ وہ محبت بھی ہے آج رات ہم اسے سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ اس کا مطلب کیا ہے اگر خدا صرف تقدس ہوتا تو وہ ہمیں ہلاک کر دیتا اور ہم سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھتا۔ لیکن خدا محبت بھی ہے۔ اب ہم ان چار الفاظ کو لیں۔ رحم، فضل، معافی اور قربانی۔ خدا انہیں دھراؤ تو یہی۔

عبد: رحم، فضل، معافی اور قربانی۔

یوسف: ٹھیک ہے اچھا بسیط، اب تم بتاؤ کہ رحم کا مطلب کیا ہے۔

بسیط: رحم؟ رحم کا مطلب شاید مجھے معلوم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

یوسف: کوئی بات نہیں۔ میں نہیں بتائے دیتا ہوں رحم کا مطلب۔ دیا یا ترس کھانا ہے۔ اب بتاؤ بسیط کہ رحم کا مطلب کیا ہے۔

بسیط: دیا یا ترس کھانا ہے۔

یوسف: شاباش۔ اب ہم دیا یا ترس پر غور کریں۔ دیا یا ترس احساس و ملل کا نام ہے۔

عبد: ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھتے۔

یوسف: میں ابھی بتا رہا ہوں۔ ہم اکثر سمجھتے ہیں کہ کسی پر ترس آنا ہی کافی ہے۔ کیوں بسیط دوست ہے نا؟

بسیط: جی ہاں، یہ درست ہے۔

یوسف: فرض کرو تم دریا کے کنارے بیٹھے سن کا سبب رہے ہو۔

بسیط: جی۔

اس وقت ایک آدمی دریا میں گر جاتا ہے۔ وہ تہیں مدد کے لئے پکارتا ہے۔ وہ کہتا ہے اپنا رستہ میری طرف پھینکو اور مجھے بچاؤ۔ تم اس کے لئے بہت اندوس کرتے ہو۔ یہاں تک کہ کفن بھی لگے ہو مگر اس کی طرف اپنا رستہ نہیں پھینکتے۔ کیا یہ ترس ہے؟ کیا یہ رحم ہے؟

بسیط: نہیں، یہ رحم نہیں ہے۔ یہ تو ظلم ہے۔  
یوسف: لیکن ہمیں اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ یہاں تک کہ رونے بھی لگے تھے۔

عبدو: لیکن یہ کافی نہیں ہے اس کی طرف ضرور رستہ پھینکا چاہیے تھا۔  
یوسف: فرض کرو تم اپنے بڑوسی کے ساتھ اس کی گندم گاہنا شروع کرتے ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ حقے کے لئے آگ بنائے لگتا ہے۔ وہ مچاں جلاتا ہے اور بھوسے کے ڈھیر کو آگ لگ جاتی ہے۔ اس کی گندم اور بھوسہ جل جاتا ہے۔ تمیں اس کی حالت پر بہت ترس آتا ہے۔ تم دل میں سوچنے لگے ہو کہ اس کے بچے بھوکے مر جائیں گے۔ لیکن تم اسے اپنی گندم میں سے کچھ نہیں دیتے۔ کیا یہ رحم ہے۔

بسیط: اس کے بچے ہمارے ترس کھانے پر تو زندہ نہیں رہ سکتے۔ نہیں یہ رحم نہیں ہے۔  
یوسف: لیکن تمیں اس کے لئے بہت اندوس تو ہوا تھا۔

عبدو: لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ ہمیں اسے تھوڑی بہت گندم تو ضرور دینی چاہیے۔  
یوسف: غبردار اپنے لڑکے کے لئے مکان بنوا رہا ہے فرض کرو کہ متری پرانے گھر کو توڑتے وقت اس کی پخت سے گھر پڑتا ہے اور اس کی ٹانگ ڈٹ جاتی ہے۔ وہ مدد کے لئے پکارتا ہے۔ تم بیٹھے اسے دیکھو تو بے حواس ہو کر تمیں اس کی حالت دیکھ کر اندوس بھی بہت ہوتا ہے۔ مگر اس کی مدد نہیں کرتے کیا یہ رحم ہے؟

بسیط: مگر نہیں، یہ رحم نہیں ہے۔

یوسف: لیکن ہمیں اندوس تو بہت ہوا تھا۔

عبدو: لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔

یوسف: اگر کسی چور کو بندہ دار کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مگر کچھ نہیں کرتے نہ تو چور دھری صاحب کو آواز دیتے ہیں اور نہ ہی چور کیدار کو بتاتے ہیں کہ چور گھر میں گھسٹا ہے۔ پس کھڑے سوچتے رہتے ہیں کہ بیچارہ غبردار اب چور اس کا سب روپیہ چرا کر لے جائے گا۔ کیا یہ رحم ہے؟

بسیط: نہیں جناب یہ رحم نہیں ہے یہ تو سراسر ظلم ہے۔

یوسف: لیکن ہمیں اندوس تو بہت ہوا تھا۔

عبدو: لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ ہمیں ضرور چور کیدار کو یا چور دھری صاحب کو اطلاع دینی چاہیے۔

یوسف: صرف بیٹے کا باپ اسے اتنے دیکھتا ہے۔ کیا وہ روتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ "بے چارہ میرا لڑکا بہت بھوکا ہے اس کے کپڑے بھی پھلے ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کوئی دکانی اسے کھانا کپڑا دے گا۔"

عبدو: نہیں، وہ دوڑ کر اسے ملتا ہے۔

یوسف: کیا ایک سامری زخمی سا فرد دیکھ کر صرف اتنا کہتا ہے کہ "بیچارہ مسافر؟"

بسیط: نہیں، اس نے اس کی مدد کی۔ وہ جو کچھ کر سکا اس نے کیا۔

یوسف: دریاں۔ خدا محبت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ رحم دل ہے۔ خدا کے دل میں ہمارے لئے رحم و کرم کا دریا سوزن ہے۔ وہ ہم پر ترس کھاتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ ترس کھانا بغیر عمل کے بیکار ہے۔ بلکہ یہ سراسر ظلم ہے۔ اکثر اوقات ہم کسی کو مصیبت میں دیکھتے ہیں۔ ہم صرف یہ کہہ کر رہ جاتے ہیں "بیچارہ" مگر کچھ کرتے نہیں۔ یہ رحم جنہیں ہے یہ ظلم ہے۔ خدا اس طرح نہیں کرتا ہے۔

عبدو: یوسف صاحب، اسے ذرا اور کھول کر بیان کریں۔

یوسف: خدا رحم دل ہے اور اپنے رحم کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم اپنے غرور اور خود ساختہ راست بازی کے دریا میں گرے ہوئے ہیں۔ بس ہم ڈوبنے ہی والے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ہم ڈوب رہے ہیں۔ ہم مدد کے لئے بھی نہیں پکارتے۔ لیکن اس کے باوجود بھی خدا ہم پر ترس کھاتا ہے اور ہمیں بچاتا ہے۔ خدا کا یہ احساس اسے عمل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ ہمیں بیکار نہیں اپنا رحم دکھاتا ہے۔ حلیب میں ہمیں اس کا رحم نظر آتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں خدا رحم دکھاتا ہے۔

عبدو: یہ تو ہمارے لئے بالکل نئی باتیں ہیں۔

یوسف: بے شک یہ نئی اور عجیب تو ہو سکتی ہیں مگر میں حقیقت پر مبنی۔ عبدو تم ذرا حریفی ایل ۱۸: ۲۲ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "خداوند خدا فرماتا ہے کیا شریک سوت میں میری خوشی ہے اور اس میں نہیں کہ وہ اپنی روش سے باز آئے اور زندہ رہے؟"

بسیط: اس کا کیا مطلب ہے؟

یوسف: اس کا یہ مطلب ہے کہ خدا رحم دل ہے۔ چنانچہ وہ چاہتا ہے کہ ہم زندہ رہیں۔ وہ ہمیں عداوت میں نہیں لانا چاہتا۔ یہ میرا ہے کہ "وہ نبی آدم پر خوشی سے دکھ مصیبت نہیں بھیجتا" (نومر: ۲۴) فرض کرو میرا ایک نوکر ہے۔ وہ میرا حکم نہیں مانتا۔ میں اس کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔

عبدو: آپ اسے یقیناً سزا دیں گے۔



یوسف: بے شک، میں اسے سزا دوں گا اور اس سے کوئی سروکار نہ رکھوں گا۔ لیکن حبیب میرا بیٹا ہے۔  
حکم نہیں مانتا تو معاملہ دوسرا ہوتا ہے۔ اس وقت میں رحم ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں میں  
اسے سزا دینا نہیں چاہتا۔ گو بعض اوقات سزا تو دینی پڑتی ہے۔ مگر دل سے نہیں۔ خدا بھی ایسا  
ہی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ ہم گناہ کریں اور مر جائیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم زندہ رہیں وہ ہمیں  
سزائیں دینا چاہتا ہے اس لئے ہے کیوں کہ وہ رحم اور ترس کھانے والا ہے۔ لیکن اب تو تم سمجھ  
رہے ہو نا؟

بسیط: زیادہ نہیں یوسف صاحب، میں ایک سیدھا سادا آدمی ہوں۔ مجھ پر ترس کھائی  
یوسف: کوئی بات نہیں۔ شاید تم دوسری بات سمجھ جاؤ۔ خدا محبت ہے آپ کا مطلب ہے کہ وہ رحم  
ہے۔ لیکن خدا کی محبت کا ایک اور پہلو فضل بھی ہے۔ عہدہ، فضل سے کیا مراد ہے؟  
عبدو: فضل؟ فضل بس... بس محبت ہی تو ہے۔

یوسف: بے شک یہ سچ ہے مگر یہ اس سے زیادہ ہے۔ میرے دوستو، ذرا تو مجھ سے سنو۔ محبت  
فضل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی محبت ایک بخشش ہے۔ بعض اوقات ہم کسی کو  
بخش دیتے ہیں کیونکہ اس نے ہماری خدمت کی۔ بعض اوقات ہم اس غرض سے بخشش دیتے  
ہیں کہ لوگ ہماری خدمت کریں۔ سچ ہے کہ نہیں؟

عبدو: یوسف صاحب، بعض اوقات نہیں بلکہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ گاڈوں میں میری کوئی خدمت  
کرتا ہے۔ تو میں اسے بخشش دیتا ہوں یا میں اسے اس لئے تحفہ دیتا ہوں کہ وہ میری  
خدمت کرے۔ میرا خیال ہے کہ بخشش دینے کی صرف یہی وجہ ہے۔  
یوسف: مجھے اس بات کا اندوس ہے۔

بسیط: آپ کو اندوس کیوں ہے؟  
یوسف: اس لئے کہ ہماری بخشش ایسی ہے حبیب کہ خدا کی محبت فضل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ  
اس کی محبت ایک بخشش ہے۔ بسیط، ہم پھر دیا میں اس ڈوبتے آدمی کے متعلق سوچیں  
فرض کرو تم دسہ اس کی طرف پھینکتے ہو۔ تم اس لئے اس کی طرف دسہ پھینکتے ہو کہ اس نے  
تمہاری خدمت کی تھی۔

بسیط: نہیں۔  
یوسف: کیا تم اس خیال سے ایسا کرو گے کہ ایک دن وہ تمہاری خدمت کرے گا؟  
بسیط: نہیں میں ان باتوں کے بارے میں سوچتا ہوں۔ اس کی طرف دسہ دل میں کوئی خیال لائے  
بغیر ہی پھینکوں گا۔

یوسف: فرض کرو اس شرک کے دوسری طرف جو مکان بن رہا ہے۔ اس پر سے ایک مزدور گر جاتا ہے  
کیا ہم دسہ اس کی مدد اس لئے کریں گے کہ وہ ایک دن ضرور ہماری خدمت کرے گا؟  
عبدو: اگر ہم ایسا سوچیں گے تو یہ ہمارے لئے نہایت شرم کی بات ہوگی۔ ہمیں اس کی اس لئے مدد کرنی چاہیے  
کیوں کہ اسے مدد کی ضرورت ہے، بس یہی کافی ہے۔

یوسف: بالکل درست ہے، خدا کی محبت بھی ایسی ہے خدا کی محبت ایک بخشش ہے۔ خدا ہم سے  
اس لئے محبت نہیں رکھتا کہ ہم اس کی خدمت کرتے ہیں۔ نہیں، فرض کرو کہ اگر خدا اس بات کا  
انتظار کرتا رہتا کہ ہم اس کی خدمت کریں تاکہ پھر وہ اپنی محبت دکھائے تو؟

عبدو: تو اسے ہمیشہ تک انتظار ہی کرنا پڑتا۔  
یوسف: ٹھیک ہے عبدو۔ پولس رسول بیان کرتا ہے کہ "جب ہم گناہ کرتے ہیں تو مسیح ہماری خاطر  
موا" فضل کا یہی مطلب یہ ہے۔ فرض کرو صبرت بنایا اپنے گھر آنا اور اس کا باپ کہتا "اس  
سے پیار کریں اسے قبول کرو۔ اسے صاف لباس پہنا چاہیے اور اسے وہ تمام روپیہ جو اس  
نے برباد کیا ہے واپس کرنا چاہیے۔"

بسیط: وہ باپس اور روپیہ کہاں سے لاسکتا تھا؟  
عبدو: یہ تو ممکن تھا۔ وہ اپنی مدد خود کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اب میں سمجھ گیا ہوں بے شک اس  
کے باپ کا یا ایک بخشش تھا۔ بیٹے نے اپنے باپ کے پیار کا حق دار بننے کے لئے  
کچھ نہیں کیا۔

یوسف: پولس رسول انیسویں کے خط میں بیان کرتا ہے کہ "تم کو ایمان کے وسیلے سے فضل ہی سے  
نجات ملی ہے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں۔ خدا کی بخشش ہے۔" دیکھا میرے دوستو؟  
خدا کے فضل کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی محبت ایک بخشش ہے۔ اگر ایک نوکر دانا دار ہے۔  
تو اس کا مالک اسے پیار کرے گا اور اگر وہ نوکر اچھا نہیں ہے تو مالک اسے پیار نہیں  
کرے گا۔

عبدو: بے شک، یہ تو قدرتی بات ہے۔  
یوسف: اچھا اب ذرا آدمی کے بارے میں سوچو۔ کیا باپ اپنے بیٹے سے یہ کہتا ہے کہ اچھے  
لڑکے ہو گے تو میں تمہیں پیار کر دوں گا اور اگر بُرے لڑکے ہو گے تو میں تم سے نفرت  
رکھوں گا؟

عبدو: نہیں، خواہ بیٹا کچھ ہی کرے۔ باپ اس سے محبت رکھے گا۔ وہ اس  
کا بیٹا ہے۔

یوسف: عہدو! تم نے ٹھیک جواب دیا۔ خدا بھی ایسا ہے۔ . . . . خدا ہم سے اس وقت بھی محبت رکھتا ہے۔ جب ہم اس سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ ہم سے صرف اس وقت ہی پیار نہیں کرتا جب کہ ہم اسے خوش کرتے ہیں۔ جب ہم بڑے ہوتے ہیں تو بھی وہ ہم سے محبت رکھتا ہے یہ فضل کا ایک خاص پہلو ہے۔

عہدو: جب ہم کنگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موات

یوسف: شاہنشاہ! تم نے تو اس آیت کو اچھی طرح یاد رکھا ہے۔ جب مسرت بٹا دوسرے ملک میں تھا اس وقت بھی اس کا باپ اسے پیار کرتا تھا۔ اگر وہ ذکر کرتا تو بیٹا اپنے باپ کے پاس واپس آنے کا خیال بھی نہ کر سکتا۔ یہی فضل ہے۔ لیکن ذرا فضل کے ایک پہلو پر بھی غور کریں۔

بسیط: جناب یوسف صاحب وہ کیا ہے۔

یوسف: ہم نے کہا کہ خدا کی محبت ایک بخشش ہے لیکن خدا ہماری خواہش کو نہیں بلکہ ہماری ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

بسیط: کیا ان دونوں کا مطلب ایک ہی نہیں؟

یوسف: کبھی کبھار دونوں کا مطلب ایک ہوتا ہے مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ عہدو! اگر تمہارا لڑکا پستول سے کھیلنا چاہے تو کیا تم اسے دے دو گے؟

عہدو: ہرگز نہیں۔

یوسف: کیوں نہیں؟ کیا تم اپنے لڑکے سے پیار نہیں کرتے؟

عہدو: بے شک میں اسے پیار کرتا ہوں۔ لیکن میں اسے پستول نہیں دوں گا۔ کیوں کہ اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنے آپ کو زخمی نہ کر لے۔

یوسف: تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اسے کوئی ایسی چیز نہ دو گے جو اسے نقصان پہنچانے کا باعث بنے۔

عہدو: جی ہاں۔

یوسف: اچھا! اب فرض کرو کہ وہ گندم کا ہتے وقت تم سے پھلے پر بیٹھنے کی اجازت مانگے تو کیا تم اسے پریشانی کی اجازت دے دو گے؟

عہدو: ہرگز نہیں۔ ممکن ہے وہ اس پر سے گر جائے اور زخمی ہو جائے۔

یوسف: لیکن وہ اس پر سوار ہونا تو چاہتا ہے۔

عہدو: اس کے کہنے کا کیا ہے؟ وہ تو بچہ ہے۔ مگر میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

یوسف: بسیط! یہاں دیکھا؟ ہم خدا سے بہت سی چیزیں مانگتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیں وہ چیزیں نہیں دے گا جو ہمارے مفید نہیں وہ ہمارے ساتھ دلیا ہی کرتا ہے جیسا کہ عہدو اپنے لڑکے کے ساتھ کرتا ہے۔ کوئی آدمی خدا سے دولت مانگتا ہے مگر خدا اسے دولت نہیں دیتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دولت اسے تباہ کر دے گی۔ کوئی اس سے بہت سے بیٹوں کی درخواست کرتا ہے مگر خدا جانتا ہے کہ وہ ان کی تربیت خدا کی مرضی کے مطابق نہیں کر سکتا۔ وہ زمین پر بہت ہی برائی کا باعث بنیں گے چنانچہ خدا اسے بہت سے بیٹے نہیں دیتا کوئی اور خدا سے اپنے دشمنوں کے مقابلے میں مدد مانگتا ہے تاکہ وہ اپنا حق حاصل کرے لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ خود غلطی پر ہو اس لئے خدا اس کی مدد نہیں کرتا میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔

بسیط: ادو۔ تب تو بڑا مزہ آئے گا۔ اچھا سنائیں۔

یوسف: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شہرانی ایک جنگل میں کھو گیا وہ بہت دیر تک ادھر ادھر راستہ تلاش کرتا رہا لیکن راستہ مل نہ سکا دو دن بعد وہ بہت کمزور ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اب وہ مرجائے گا۔ تب ایک ایک اس نے دور ایک شخص کو گھوڑے پر جنگل میں سے گزرتے دیکھا۔ وہ اس کی طرف دوڑ کر چلنے لگا "مٹھو! میری مدد کرو۔ میں پیاس سے مر جا رہا ہوں۔ مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔" اس شخص نے اس کی آواز سنی اور اس کے پاس آ گیا۔ شہرانی نے کہا "مجھے سخت پیاس لگی ہے مجھے شراب دو" اس آدمی نے جواب دیا "تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ تمہیں پانی کی ضرورت ہے۔ شراب تمہیں ہلاک کر دے گی۔ میں تمہیں شراب نہیں دے سکتا۔ مگر وہ شہرانی ضد کرنے لگا۔ مجھے شراب چاہیے کیا آپ میری مدد نہیں کرنا چاہتے؟ جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ مجھے دیں۔ مجھے شراب چاہیے۔" اس آدمی نے جواب دیا "میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں وہ چیز دوں گا۔ جس کی تمہیں ضرورت ہے نہ کہ وہ جو تم چاہتے ہو" پھر اس نے اپنی چھال میں سے پانی نکالا اور اسے پینے کے لئے دیا اس نے اس کی جان بچائی مگر اس خبر سے نہیں جو وہ چاہتا تھا، بلکہ اس سے جس کی اسے ضرورت تھی۔

عہدو: یہ بہت دلچسپ کہانی تھی اگر وہ اسے اس کی خواہش کے مطابق شراب دے دیتا تو وہ ضرور مرنے لگتا۔

یوسف: خدا کے فضل کا بھی یہی حال ہے۔ خدا اپنے فضل سے ہمیں وہ چیزیں دیتا ہے۔ جن کی ہم ضرورت ہوتی ہے نہ کہ وہ جو کہ ہم مانگتے ہیں اسے معلوم ہے کہ ہمیں کن کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہمیں وہی دے گا جو ہمارے حق میں سب سے بہتر ہو گا۔ اچھا پہلے ہم نے کہا کہ خدا کی محبت ہے اس محبت کا ایک پہلو رحم اور دوسرا پہلو فضل ہے۔ لیکن اس کا ایک اور پہلو معافی بھی ہے



عبدو: جی فرمائیے۔

یوسف: ہم نے کہا تھا کہ گناہ ہمیں خدا سے جدا کر دیتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

عبدو: بے شک، یہ درست ہے۔

یوسف: کیا گناہ ہمیشہ کے لئے خدا سے جدا کر سکتے ہیں؟

عبدو: میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔

یوسف: یہ تو بہت سادہ سی بات ہے۔ سرت بٹیا اپنے باپ سے جدا ہو گیا وہ بہت دور کے ملک میں چلا گیا لیکن کیا وہ اس گناہ کی وجہ سے ہمیشہ اپنے باپ سے جدا رہا؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: کیوں نہیں، بسیط میاں؟

بسیط: (سن ہی نہیں رہا تھا) کیا کہا آپ نے یوسف صاحب؟

عبدو: تم غور سے کیوں نہیں سنتے بسیط؟ میں نے تم سے سوال پوچھا ہے۔

بسیط: اودہ ہالی، اس آدمی کو شراب نہیں مانگنی نہیں چاہیے تھی۔

عبدو: نہیں بسیط۔ اس وقت ہم شرابی کے بارے میں باتیں نہیں کر رہے ہیں اب ہم سرت بیٹے اور معافی کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، ذرا دھیان سے سنو۔

بسیط: اچھا، اب میں بڑے غور سے سنوں گا۔

یوسف: بسیط، سرت بٹیا ایک دور کے ملک میں چلا گیا تھا اور اس کے گناہ نے اسے اس کے باپ سے جدا کر دیا تھا لیکن اس کا گناہ ہمیشہ اسے اس کے باپ سے جدا نہ رکھ سکا کیوں کہ اس کا باپ اسے پیار کرتا تھا۔ وہ اسے اس حد تک پیار کرتا تھا کہ وہ اسے معاف کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی محبت معافی والی محبت تھی۔

بسیط: (کچھ دیر سوچنے کے بعد) محبت معافی ہے، ہاں یہ درست ہے۔

یوسف: بسیط، اگر میرا نوکر غلطی کرتا ہے تو میں اسے نکال دیتا ہوں اور وہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو جاتا ہے۔ میں ایک اور نوکر رکھ لیتا ہوں۔ لیکن میں یہ اپنے لڑکوں کے ساتھ نہیں کرتا؟ صحیح ہے کہ نہیں؟

عبدو: بے شک درست ہے۔

یوسف: یہی حال خدا کا ہے۔ خدا ہمارا باپ ہے وہ ہمیں پیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیں معاف کرنا چاہتا ہے اور اس طرح گناہ ہمیں ہمیشہ خدا سے جدا نہیں رکھتا۔ عید و اب ذرا غور

سے سوچو بغیر دکھ اٹھائے معافی نہیں ہے۔

عبدو: بغیر دکھ اٹھائے معافی نہیں ہے۔ یہ میں نہیں سمجھا۔

یوسف: اچھا میں اسے بھی ایک کہانی کی مدد سے سمجھاتا ہوں۔

بسیط: یہ تو بہت اچھی بات ہے اسی طرح میں بھی کچھ کچھ سمجھ جاؤں گا۔

یوسف: ایک دن ایک بھیڑیا ایک بھاری میں سو رہا تھا۔ ساتھ ہی اس کا بچہ لیٹا ہوا تھا۔ اتفاق سے ادھر ایک نامتی آنکلا اور اس کا پاؤں بچے پر پڑ گیا اور وہ مر گیا۔ بھیڑیا کو دکھڑا ہو گیا اور غراؤنے اور ہونہو کرنے لگا۔ اس کی آواز سن کر تمام بھیڑیے اکٹھے ہو گئے۔ جب انہیں تمام واقعات کا علم ہوا تو وہ غصے میں بھر گئے اور بدلہ لینے کی سوچنے لگے۔ حبیب بیڑیوں کے سردار نے پوچھا "کس نے بچے کو مارا ہے؟" سب خاموش ہو گئے۔ پھر ایک بڑھے بھیڑیے نے کہا "نامتی نے" مگر باقی بھیڑیوں کو اس کا یہ جواب پسند نہ آیا۔ سب خاموش کھڑے رہے۔ پھر ایک نوجوان بھیڑیے نے کہا "نہیں بکری نے مارا تھا" اس وقت وہ سب بکریوں کے خلاف اپنے علم و عقیدہ کا اظہار کرنے لگے۔ پھر وہ جنگل سے باہر نکلے ایک ریوڑ پر حملہ کر دیا اور تڑپتے ہوئے بکریاں مار دیں۔

بسیط: (خوشی سے چپکے ہوئے) بہت عمدہ کہانی ہے بھی بہت اچھی ہے۔

عبدو: بسیط، لیکن تم اس کا مطلب بھی سمجھو؟

بسیط: وہ تو میں نہیں سمجھا۔ مگر کہانی بہت اچھی ہے۔ یوسف صاحب اس کا مطلب کیا ہے۔

یوسف: ذرا صبر کرو، میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے ایک اور بات سن لو۔ فرض کرو ایک نہر کے کنارے ایک لڑکا ایک کھیل کھیلتا ہے۔ وہ ایک قطار میں اینٹیں کھڑی کرتا ہے۔ پھر وہ پہلی دالی اینٹ کو پتھر مارتا ہے۔ پہلی اینٹ آگے کو گرتی ہے۔ اور وہ دوسری اینٹ پر لگتی ہے۔ دوسری اینٹ پہلی اینٹ کی چوٹ سے تیسری کو لگتی ہے پھر تیسری چوٹ پر۔ اس طرح سب اینٹیں ایک دوسری کو لگ کر گر جاتی ہیں۔ وہ لڑکا بار بار یہ کھیل کھیلتا ہے۔ مگر ایک دفعہ جب وہ پتھر مارتا ہے تو وہ اینٹ کو لگنے کی بجائے پانی میں گرتا ہے۔ مگر نہرا اینٹوں کی طرح نہیں گرتی۔ وہ کسی دوسرے کو چوٹ نہیں لگاتی۔ جب اینٹ کو پتھر لگا تھا۔ تو اس نے اپنے آگے دالی اینٹ کو چوٹ لگائی تھی۔ مگر جب نہر کو پتھر لگا تو اس نے کسی دوسرے کو چوٹ نہیں لگائی بلکہ وہ پتھر اور اس کی ضرب دونوں نہر میں سا گئے۔



بسیطاً: اب میں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں۔ یقیناً آپ کو بہت دکھ ہوگا۔  
یوسف: میرے دوستو! یہی معافی کی قیمت ہے۔ ہم معاف نہیں کرتے کیوں کہ ہم دکھ نہیں  
اٹھانا چاہتے۔ لہذا ہم بدلہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذرا اس سترت بیٹے کے باپ  
کے بارے میں سوچو۔ جب اس کا لڑکا گھڑا آتا ہے تو ہمارے خیال میں کیا یہ آسان  
تھا کہ جو کچھ اس لڑکے نے باپ کے ساتھ کیا تھا وہ اسے معاف کر دے؟  
عبدو: نہیں۔

یوسف: اس لڑکے نے جاہلِ نادان کا قصہ مانگا جب کہ باپ ابھی زندہ ہی تھا۔ ہم سب جانتے  
ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے مرنے کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرے  
الفاظ میں وہ چاہتا تھا کہ اس کا باپ جلد مر جائے۔ کیا یہ بات باپ کے لئے آسان تھی کہ  
وہ اسے معاف کر دے؟

بسیطاً: بے شک، یہ تو بہت مشکل تھا۔  
یوسف: پھر جب وہ واپس آتا ہے تو وہ بالکل کنگال تھا۔ جو روپیہ پیسے اپنے والد سے  
لے گیا تھا اس نے نفول اڑا دیا تھا۔ کیا باپ اسے اس بات کے لئے آسانی سے  
معاف کر سکتا تھا؟

عبدو: یہ بھی بہت مشکل ہے۔  
یوسف: لیکن وہ اس محبت کی وجہ سے جو وہ اس سے رکھتا تھا۔ وہ دکھ اٹھانے اور معاف  
کرنے کے لئے تیار تھا۔ کیوں کہ دکھ اٹھائے بغیر معافی نہیں ہے۔ خدا کی محبت اتنی  
عظیم ہے کہ وہ دکھ اٹھانے اور معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔

عبدو: یہ خدا کی کتنی بڑی محبت ہے!  
یوسف: پولس رسول فرماتا ہے کہ ”مگر خدا نے اپنے رحم کی دولت سے اس بڑی محبت کے  
سبب سے جو اس نے ہم سے کی۔ جب قصور و گناہ کے سبب سے مردہ ہی تھے تو ہم  
کو میرے ساتھ زندہ کیا۔“

عبدو: پھر رسول کہتا ہے ”خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا  
بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے، ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔“  
یوسف: عبدو، یہ بالکل درست ہے۔ اب ہم جو حقیقی بات پر غور کریں گے جو اس آیت سے خدا  
کے پیار کے بارے میں ظاہر ہوتی ہے ہم نے کہا کہ محبت، رحم، فضل اور معافی ہے اب  
ہم آخری بات پر غور کریں گے کہ محبت اپنے آپ کو دے دینا یعنی قربانی ہے۔

بسیطاً: یہ بھی بہت اچھی کہانی ہے۔ لیکن یوسف صاحب، میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔  
یوسف: میرے دوستو! میں ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ ہم نے پہلے کہا کہ دکھ اٹھائے بغیر  
معافی نہیں ہے۔ لیکن ہم دکھ اٹھانا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہم سب بھائی نہیں کرتے ہم ان  
اینٹوں کی مانند ہیں تاہم ان بھیڑیوں کی مانند ہیں۔ اینٹ پر جب پتھر گرا تو اس نے  
اگلی اینٹ کو گرا دیا۔ جب کوئی ہمارے خلاف گناہ کرتا ہے تو ہم دوسرے کے خلاف  
گناہ کرتے ہیں یا تو ہم اس کے خلاف گناہ کریں گے یا کسی دوسرے کے خلاف، اگر وہ  
آدمی جس نے ہمارے خلاف گناہ کیا ہے۔ بہت زبردست ہے تو پھر ہم کسی دوسرے کو زبردستی  
آدمی کو تلاش کر لیتے ہیں۔

عبدو: اچھا اب میں سمجھا۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بھیڑیے نامتقی سے بدلہ  
نہیں لے سکتے تھے۔ کیوں کہ نامتقی ان کے مقابلہ میں بہت زبردست ہے۔ اس  
لئے انہوں نے اس کا بدلہ بھیڑیوں نے بکریوں سے لیا۔ کیوں کہ وہ بھیڑیوں سے  
کمزور تھیں۔

یوسف: تم نے بالکل ٹھیک سمجھا ہے عبدو۔ لیکن خدا ایک بڑے دربار کی مانند ہے وہ بڑے  
سے بڑے گناہ کو خود برداشت کر لیتا ہے۔ مگر بدلہ نہیں لیتا۔ اگر پتھر کو دریا میں  
پھینک دو دریا اسے اپنے اندر سمال لیتا ہے اور اس کی حرکت کو روک دیتا ہے۔  
دریا اینٹوں کی مانند نہیں ہے کہ پہلی اینٹ کو چوڑ لگی تو اس نے اپنے آگے  
والی کو چوڑ لگائی۔ معافی کو ہم اس طرح بیان کر سکتے ہیں۔ ایک گنہگار بھیڑیے اور  
اینٹ کی مانند ہے۔ معافی دریا یا منہ کی مانند ہے جو کہ پتھر کی ضرب کو سمیٹتی ہے۔ مگر خود  
دوسرے کو چوڑ نہیں لگاتی اور اس طرح پتھر کی حرکت رک جاتی ہے۔

عبدو: ہم نے کبھی ان باتوں کے متعلق سوچا ہی نہیں۔  
یوسف: اچھا، اب فرض کر دو کہ اگر کوئی مجھے گالی دے تو اس کے جواب میں اسے گالی نہیں دیتا۔  
میں حق میں نہیں آتا اور نہ ہی اس کا بدلہ کسی دوسرے سے لیتا ہوں۔ میں پھر  
بھی اسے دوست تصور کرتا ہوں۔

عبدو: یہ بہت مشکل بات ہے۔  
یوسف: بے شک عبدو، یہ مشکل کام ہے کیوں کہ اس کے باعث مجھے دکھ اٹھانا پڑے گا۔  
کیسے؟ میں بدلہ نہیں لیتا اور ان کے متعلق سوچتا ہوں تو کیا مجھے دکھ نہیں  
ہوگا؟

بسیط: یہ تو بہت زیادہ ہے۔ میں ان سب کو کیسے یاد رکھوں؟

یوسف: اے بیٹا، تم صرف اتنا ہی یاد رکھو کہ خدا محبت ہے، محبت اپنے آپ کو قربان کرنے کا نام ہے۔

بسیط: محبت اپنے آپ کو قربان کرنے کا نام ہے۔

یوسف: اب ہم دوسری محبت پر غور کریں۔ ایک محبت ہے جو کہ ضرورت مند ہے اور ایک ہے جو قربانی دیتی ہے۔

عبدو: جناب، میں اسے سمجھا نہیں۔

یوسف: میں ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ انسانی محبت ایسی ہے جو کہ ضرورت مند ہے۔ ایک آدمی ایک دوست سے محبت کرتا ہے کیونکہ اسے اس کی دوستی کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ دنیاوی باپ بھی اپنے بیٹے سے اس لئے محبت رکھتا ہے کہ ایک دن اسے اس کی ضرورت پڑے گی۔

عبدو: بے شک۔

یوسف: دنیاوی محبت ایک خالی پیالے کی مانند ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے پھر اجائے۔ لیکن خدا کی محبت ایسی نہیں ہے۔ اس کی محبت ایسے پیالے کی مانند ہے جو کہ لبریز ہے اور جھیک رہا ہے۔

بسیط: یوسف صاحب، یہ بات میں ذرا وضاحت سے سمجھا دیں۔

یوسف: تم لوگوں نے دریا یا سمندر میں بار بار دلی کشتیوں کو نو دیکھا ہو گا۔ کیا ہوا انہیں اس لئے چلاتی ہے کہ اسے کسی کی ضرورت ہے۔

بسیط: نہیں۔

عبدو: وہ اس لئے انہیں چلاتی ہے کہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے۔

یوسف: سورج چمکتا ہے اور زمین کو زندگی بخشتا ہے۔ کیا سورج اس لئے چمکتا ہے کہ اسے کسی چیز کی ضرورت ہے؟

بسیط: نہیں۔

عبدو: وہ اس لئے چمکتا ہے کہ یہ اس کی فطرت ہے۔

یوسف: پہاڑ آسمان کی طرف سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ ان کی خوبصورتی ہمارے دلوں کو فطرت بخشیتا ہے۔ ایک عورت اپنے آپ کو اس لئے خوبصورت بناتی ہے کہ اسے پیار کرنے والے کی ضرورت ہے۔ کیا پہاڑ بھی اس لئے خوبصورت ہے کہ اسے پیار کرنے والے

کی ضرورت ہے؟

بسیط: اگر نہیں۔

عبدو: بات ایک ہی ہے۔ وہ اس لئے خوبصورت ہے کہ یہ اس کی فطرت ہے۔ یوسف: دریا سمندر کی طرف بہتا ہے۔ وہ ان تمام کو زندگی بخشتا ہے جو کہ اس کے کنارے جتے ہیں۔ کیا وہ انہیں زندگی اس لئے دیتا ہے کہ اسے اس کا کوئی معاوضہ مل جائے؟

بسیط: نہیں۔

عبدو: یہ اس کی فطرت ہے۔

یوسف: اسی طرح میرے دوستو، خدا اپنے کو ہمیں دیتا ہے۔ کیوں کہ یہ اس کی فطرت ہے۔ خدا کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہمیں محض اس لئے پیار کرتا ہے کہ یہ بخود محبت ہے۔ یہ اس کی فطرت ہے۔ خدا کی محبت ایسی ہے جو کہ قربانی دیتی ہے۔ وہ دنیاوی محبت کی مانند ضرورت مند نہیں ہے۔ بسیط: اب تو سمجھ گئے ہوں گے؟

بسیط: کچھ سمجھا آئی۔

یوسف: بہت خوب۔ اب برسے دوستو، اس بات پر غور کرو کہ خدا ہمیں کیا دیتا ہے۔ جب چچا جان گھبراتے ہیں تو بچوں کے لئے مٹھائی وغیرہ لاتے ہیں۔ بعض اوقات وہ پھل بھی لاتے ہیں یا کھلونے وغیرہ۔ لیکن باپ کا معاملہ اس سے مختلف ہے، وہ بھی یہ تمام چیزیں لاتا ہے۔ مگر باپ اپنے آپ کو بھی دے دیتا ہے۔ کیا یہ درست نہیں

عبدو؟

عبدو: بے شک، یہ درست ہے۔

یوسف: خدا نے اپنے آپ کو قربانی کی صورت میں ہمیں دیتا ہے۔ یوحنا رسول کے پہلے خط میں ہم پڑھتے ہیں "ہم نے محبت کو اسی سے جانا ہے کہ اس نے ہمارے واسطے اپنی جان دے دی۔"

پھر یوحنا کی انجیل میں رسول کہتا ہے "خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی۔۔۔۔۔" عبدو، پولس رسول ٹیمیموں ۲: ۶ میں کیا بیان کرتا ہے؟

عبدو: وہ کہتا ہے کہ "اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا۔ خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔ بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خدام کی صورت اختیار کی اور ان لوگوں کے مشابہ ہو گیا۔"



یوسف! میں خدا محبت ہے اس کا مطلب اپنے آپ کو قربان کرنا ہے۔ اب ہم اس مسئلہ پر غور کریں کہ خدا قدوس ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاک اور راست باز ہے۔ وہ ہم سے کامل راست بازی کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن ہم گنہگار ہیں۔ خدا نے کہا ہے کہ اگر ہم گناہ کریں گے تو مر جائیں گے۔ لیکن دوسری طرف خدا محبت ہے۔ محبت کا مطلب رحم اور معافی ہے۔ نبی فرماتا ہے کہ "خداوند بخیر سے اس کے سوا کیا چاہتا ہے کہ تو انصاف کرے اور رحم دلی کو عزیز رکھے" کوئی ان دونوں کو ایک ساتھ کیسے کر سکتا ہے؟ انصاف ایک اور چیز ہے یہ نافرمانی کی سزا کا تقاضا کرتا ہے اور رحم ایک دوسری چیز ہے۔ یہ نافرمان کو معاف کرنے کے لئے کہتی ہے۔ خدا قدوس ہے اور محبت دونوں کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ کسی طرح انصاف بھی کر سکتا ہے اور ساتھ ہی رحم کر سکتا ہے؟

عبدالوہاب تو بہت مشکل سوال ہے۔

بسیط: اور مجھے تو بالکل سمجھ ہی نہیں آئی۔

یوسف! میں جانتا ہوں بسیط۔ فرض کرو میں سکول کا ہیڈ ماسٹر ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا سکول ایسا بن جائے۔ جہاں دھوکے بازی کا نام و نشان نہ ہو۔ چنانچہ میں ایک قانون بناتا ہوں کہ جوڑ کا دھوکا دیتے پایا گیا، اسے سکول سے نکال دیا جائے گا۔ پھر امتحان کے دنوں میں میرا بھتیجا نقل کرتے پکڑا جاتا ہے۔ اس وقت میں کیا کر دوں گا؟ میں ہیڈ ماسٹر ہوں اور قانون ہر ایک کے لئے یکساں ہے۔ لیکن پھر بھی یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے میں اسے پائیکر کرنا ہوں۔ میں اسے سکول سے خارج نہیں کرنا چاہتا۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ میں اسے نکال دوں۔ محبت کہتی ہے۔ معاف کر دو۔ ان حالات میں میں کیا کر دوں؟

بسیط: بے شک یہ ایک مشکل سوال ہے۔

یوسف: میرے دوستو! یہ سنو انسان کی بابت خدا کے سامنے ہے۔ پہلے ہم نے دیکھا تھا۔ کہ خدا قدوس ہے۔ آج رات ہم نے دیکھا کہ خدا محبت ہے اُنڈہ ہم یہ دیکھیں گے کہ خدا کس طرح قدوس بھی ہو سکتا ہے اور محبت بھی۔

بسیط: میں اس قدوس محبت کو نہیں سمجھا۔

عبدالوہاب بسیط بھئی، کچھ صبر بھی کر دو۔ ابھی تو یوسف صاحب نے اسے بیان ہی نہیں کیا ہے۔ وہ تو اسے کل بیان کریں گے۔

یوسف: میرے دوستو! اس بات کو مت بھولو کہ "خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ..."

عبدالوہاب! اسے یاد رکھیں گے۔

## بحث و تھیں کے لئے سوالات

- ۱۔ ہم کسی عزیز دلا چار آدمی کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں "خدا اس کی مدد کرتے کیا یہ رحم ہے؟"
- ۲۔ دنیا بترس کے دوسری عنصر ہیں۔ وہ کون کون سے ہیں؟
- ۳۔ کیا خدا گنہگاروں کو سزا دینا چاہتا ہے؟
- ۴۔ فضل کا مطلب کیا ہے؟
- ۵۔ کیا خدا یہ کہتا ہے کہ "اگر تم اچھے کام کرو گے تو میں تمہیں پیار کر دوں گا اور اگر برے کام کرو گے تو نفرت کر دوں گا؟" وضاحت کریں؟
- ۶۔ کیا خدا ہمیں وہ کچھ دیتا ہے جو کہ ہم چاہتے ہیں یا جس کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟
- ۷۔ معافی کے لئے دکھ اٹھانا کیسی ضروری ہے؟
- ۸۔ بھیڑیے اور مامی کی کہانی کی وضاحت کر دو؟
- ۹۔ رطکے، اینٹوں اور نہر کی کہانی کی وضاحت کریں؟
- ۱۰۔ محبت جو ضرورت مند ہے اور محبت جو قربانی دیتی ہے۔ ان دونوں کو بیان کر دو؟
- ۱۱۔ یوسف! سورج، پہاڑ اور دریا کی مثال دیتا ہے۔ اس کا اصل مطلب کیا ہے؟
- ۱۲۔ خدا ہمیں کون سی سب سے بڑی بخشش دیتا ہے۔

## خلاصہ سبق

خدا محبت ہے۔ اس کا مطلب ہے رحم جو کہ دنیا بترس کھاتا ہے اور سزا دینا نہیں چاہتا۔



خدا محبت ہے۔ اس کا مطلب ہے فضل۔ یہ ایک بخشش ہے نہ کہ ہمارا حق ہے۔

خدا محبت ہے۔ اس کا مطلب معافی ہے۔ جس کے لئے دکھ اٹھانا پڑتا ہے۔

خدا محبت ہے۔ اس کا مطلب اپنے آپ کو مسترد بانی کے طور پر دینا ہے۔

### مقولہ

خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا۔

سبق نمبر ۱۰

## خدا قدوس بھی ہے اور محبت بھی

تلاوت کے لئے:-

لوقا ۱۵: ۱۱ - ۳۲

تفصیل سبق

ہم نے دیکھا ہے کہ خدا قدوس ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ پاکیزگی راست بازی کا تقاضا کرتی ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ خدا محبت ہے۔ محبت معاف کرنا چاہتی ہے۔ محبت رحم دکھانا چاہتی ہے۔ خدا قدوس ہے اور خدا محبت ہے پاکیزگی ذات خود ہے معنی ہے۔ محبت ذات خود ہے معنی ہے۔ خدا قدوس بھی ہے اور محبت بھی۔ ہم سرچ کی صلیب میں خدا کی پاک محبت کو دیکھتے ہیں۔ ہم سرچ کی صلیب میں رحم اور عدل کو دیکھتے ہیں۔

اس منظر میں یوسف اور اس کے دوست یہ دکھاتے ہیں کہ خدا کس طرح قدوس بھی ہے اور محبت بھی۔ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ کس طرح خدا اپنی عظمت کو قائم رکھتا ہے اور ساتھ ہی اپنی محبت کو بھی دکھاتا ہے۔

## خدا قدوس بھی ہے اور محبت بھی

۱۔ تمثیل (باطنی بیٹے کا مسئلہ)

الف) چودھری صاحب کا جواب یہ ہے کہ اسے سزا دی جائے۔ (اپنی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے)

ب) کاہن کا کہنا ہے کہ اسے معاف کیا جائے۔ (محبت دکھانے کے لئے)

ج) باپ یہ جواب دیتا ہے کہ اسے غلطی دلائی جائے۔ (محبت کرنے اور ساتھ ہی اپنی عظمت قائم رکھنے کے لئے)

۲۔ تمثیل کی تشریح

الف) خدا محبت ہے۔ دیکھانی نہیں ہے

(ب) خدا تو کس ہے۔ یہ بھی کافی ہے)  
(د) سچ کی سبب میں خدا کے تو کس ہونے کا تقاضا بھی پورا ہوتا ہے اور اس کی محبت کا بھی۔

### منظر نمبر ۱۸

ڈرامہ کے افراد:

یوسف صاحب

عبدو

سبیٹا

نبرد

عزیز (بڑھئی)

(یوسف، عبدو، سبیٹا اور نبرد یوسف کی بیچک میں بیٹھے ہیں۔)  
یوسف: ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آج رات پھر آپ عزیز خانہ پر تشریف لائے ہیں۔  
نبرد: یوسف صاحب بات یہ ہے کہ یہ موضوع بہت ہی دلچسپ اور اہم ہیں۔ میں نے تو آج تک ان پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فرصت نہ ملنے کے باوجود بھی میں یہاں حاضر ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔  
یوسف: چودھری صاحب خدا آپ کی مدد کرے تاکہ آپ ان کو ابھی طرح سمجھ جائیں،

عبدو!

عبدو: جی، فرمائیے؟

یوسف: ذرا جا کر میرے دوست عزیز بڑھئی کو تو بلا لاؤ۔ آج ہم ایک نئی بات پر غور کریں گے۔ میں نے اسے یہاں آنے کے لئے کہا تھا۔ وہ انتظار کر رہا ہوگا۔

عبدو: خباب، میں ابھی جاتا ہوں۔ (عبدو جاتا ہے)

نبرد: یوسف صاحب، آج رات ہم کیا کریں گے؟ آپ نے اپنے ہاتھ میں کاغذ کیوں پکڑ رکھے ہیں؟

یوسف: چند سبقوں سے میں ایک ڈرامہ لکھ رہا ہوں۔ بڑا مختصر سا ہے۔ شاید یہ ہیں اس بات کو سمجھانے میں مدد دے کہ کس طرح ممکن ہے۔ خدا تو کس بھی ہے اور ساتھ محبت بھی ہے۔

سبیٹا: آپ کا مطلب یہ ہے کہ آج رات ہم یہاں ڈرامہ کھیلیں گے؟

یوسف: ہاں، ہم سب ایک ایک پارٹ پڑھیں گے اور الگ الگ کردار ادا کریں گے۔  
(عبدو اور عزیز داخل ہوتے ہیں)

یوسف: خوش آمدید میرے دوست، خوش آمدید۔

عزیز: شکریہ یوسف صاحب، آداب عرض۔

یوسف: آداب عرض میرے دوست، آج رات، جیسا کہ میں چودھری صاحب کو بتا رہا تھا، ایک ڈرامہ کھیلیں گے۔ آپ سب کو سرت بیٹے کی کہانی تو معلوم ہی ہے؟

عبدو: بے شک، ہم سب کو یاد ہے۔

یوسف: بہت خوب۔ تو پھر آج رات ہم اس کہانی میں سے اس بیٹے کا کردار لیں گے جو کھرہ رات رہا تھا۔ آپ نے سرت بیٹے کی آمد کی خوشی میں ضیافت کی تھی۔

نبرد: جی ہاں، درست ہے۔

یوسف: ایک اس نے لوگوں کو ضیافت میں نہیں بلایا تھا؟

عبدو: بے شک بلایا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے اپنے گاؤں کے نبودار اور عبادت خانہ کے کاسن کو تو ضرور بلایا ہوگا۔

سبیٹا: یقیناً ان کو تو ضرور بلایا ہوگا۔

یوسف: اچھا تو اب میں چودھری صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اس ڈرامہ میں نمبردار کا کردار ادا کریں۔

نبرد: یہ تو میرے لئے بڑی عزت، افزائی کی بات ہوگی۔

یوسف: عبدو، تم کاسن کو پارٹ پڑھنا۔

عبدو: کیا ایک کاسن کا کردار ادا کر سکتا ہے؟

عبدو: بے شک، تم اس کھیل میں کاسن کا کردار بڑے عمدہ طریقے سے ادا کر دے گے یہ بات ہمارا پڑا یوسف عزیز، تو بڑے بیٹے کا کردار ادا کر دے گے۔

عزیز: ضرور ضرور۔

یوسف: لیکن میرے دوست، تم ڈرامہ کے دوران کمرے میں نہیں ہو گے۔ تم اپنا پارٹ پکڑ کر کھرہ رات بٹھنا، گویا کہ تم کھیت میں کھڑے بول رہے ہو۔ ہم صرف تمہاری آواز سنیں گے۔

سمجھائی نا؟

عزیز: خوش ہو کر! میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ نکرہ کریں۔

سبیٹا: اور میں کیا کروں گا۔

یوسف: سبیٹا، تم بہت ہی اہم کردار ادا کر دے گے۔ ہم تمہیں باپ کا پیغام دے جانے والا بنائیں

کے یعنی الچی -

بسیط: ہاں، میرے لئے ٹھیک رہے گا۔

عبود: بسیط، یوسف صاحب کا مطلب یہ ہے کہ تم نوکر بنو گے۔

یوسف: کوئی بات نہیں، کیا ہم سب خدا کے خادم نہیں ہیں؟

منہورار: بے شک، آپ سچ ہے۔

یوسف: لہذا بسیط تمہیں بہت اہم کردار ادا کرنا ہے۔ کیا سب لوگ سمجھ گئے ہیں؟ کیا سب! ہاں

ہم سمجھ گئے ہیں۔

یوسف: تو اچھا میرے دوستو! میں باپ کا کردار ادا کروں گا۔ میں نے ضیانت کی ہے ہم سب

ضیانت پر بیٹھے ہیں۔ منہورار میرے پاس بیٹھے ہیں "چودھری صاحب آپ ادھر

اگر بیٹھیں!"

منہورار: بہت اچھا جناب! منہورار یوسف کے پاس جا کر بیٹھ جاتا ہے

یوسف: بعد وہ تم یہاں آکر بیٹھو۔

عبود: ادھر، کیا مجھے بھی یہاں بیٹھنا چاہیے؟

یوسف: ہاں بھئی، یہاں آکر بیٹھو۔ اب میرے دوستو! ذرا غور سے سنو۔ عہدِ دہم عبادتِ خاز

کے کاہن ہونے کے باعث سب سے زیادہ عزت کے لائق ہو۔ بسیط تم یہاں دیوار کے

پاس کھڑے ہو جاؤ، اور اس ٹرے کو اپنے ماتھے میں پکڑ لو اور یہ ظاہر کرو کہ تم بیس

ہو۔

یوسف: ہاں بھئی، یہاں آکر بیٹھو۔ اب میرے دوستو! ذرا غور سے سنو۔ عہدِ دہم عبادتِ خاز کے

کاہن ہونے کے باعث سب سے زیادہ عزت کے لائق ہو۔ بسیط تم یہاں دیوار کے

ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اس ٹرے کو اپنے ماتھے میں پکڑ لو اور یہ ظاہر کرو کہ تم

بیس ہو۔

(یوسف میرے ٹرے اٹھا کر اسے پکڑتا ہے)

عزیز: تم دروازے کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ جب تمہاری باری آئے تو باہر چلے جانا

اور دہان سے پڑنا۔ اچھا تو کیا سب تیار ہیں؟ ہر شخص اپنا اپنا پارٹ باری باری اور

ٹھیک سے پڑھے۔ اچھا اب چودھری صاحب آپ شروع کریں۔

باپ: اور میں چودھری صاحب، بیٹا کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

(کھیل شروع ہوتا ہے)

منہورار: مبارک، صدمبارک، یوسف صاحب۔

باپ: خیر مبارک چودھری صاحب۔ آپ کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

منہورار: ارے کے کا صبح سلامت واپس آنا مبارک ہو۔

کاہن: یوسف صاحب، ہم سب اس بات سے بہت خوش ہیں کہ آپ کا لڑکا واپس آ

گیا ہے۔ سارا گاؤں ہی رین کر بہت خوش ہوا ہے۔

باپ: بے شک، بے شک۔ ہے بھی خوشی کا مقام۔ ہم تو یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ مر چکا ہے۔

اسے گئے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ ہمارا خیال تو یہ تھا کہ اس کی تشنگی پھر بھی نہ دیکھ سکیں گے۔

لیکن بعض اوقات دل میں امید بندھتی تھی کہ شاید زندہ ہو۔ آخر خدا نے ہماری

دلی مٹا پوری کر دی۔

منہورار: میرے اچھے دوست، ہم سب آپ کی خوشی میں شریک ہیں۔ لیکن اتنی پر تکلف

ضیانت دینے کی کیا ضرورت تھی؟ گوشت کی اتنی ہنات ہے کہ شاید سارے گاؤں

کے لئے مہینہ بھر کو کافی ہو۔

کاہن: صرف یہی نہیں بلکہ کھانا بھی نہایت مرغوب ہے۔

باپ: میرے دوستو! یہ تو کچھ بھی نہیں ہے یہ تو محض روکھا سوکھا کھانا ہے اور شاید پرے

موزوں دستوں کی شان کے لائق بھی نہیں ہے۔ لیکن مہمان عموماً کھانے کی تقریف

کیا ہی کرتے ہیں۔

منہورار: (تہنید لگاتے ہوئے) ادھر آپ اسے روکھا سوکھا کہتے ہیں؟ یوسف صاحب!

درحقیقت ہم اس میں دھولے کے لائق نہیں۔ بہر حال چونکہ آپ نے اپنے بیٹے کی

والہی کی خوشی میں یہ انتظام کیا ہے، لہذا ہمیں قبول ہے۔

باپ: شکریہ جناب شکریہ۔ اس عزت افزائی کے لئے شکریہ۔

بٹالیکا: (دروازے کے باہر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے) رشید، رشید، اور رشید کہہ رہے!

جلدی آ۔

نوکر: ابھی آیا سرکار (نوکر باہر جاتا ہے)۔

منہورار: یوسف صاحب کیا آپ کا لڑکا کچھ ناراض ہے؟ اندر نہیں آیا؟



باپ: نہیں، وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا ہے یہ اس کی عادت ہے۔ (باہر سے آوازیں آتے  
لگتی ہیں۔ بڑا لڑکا اور نوکر باتیں کر رہے ہیں)

بڑا لڑکا: (غصے سے) رشید کیا بات ہے؟ آج یہاں کیا ہو رہا ہے؟ مجھ سے صلاح و مشورہ  
کیوں نہیں کیا گیا؟

نوکر: کچھ بھی نہیں سرکار۔ آپ کے چھوٹے بھائی صاحب آج واپس آئے ہیں۔

بڑا لڑکا: میرا بھائی؟ وہ کون ہے؟

نوکر: آپ کا وہ بھائی جو اپنا حصہ لے کر یہاں سے چلا گیا تھا۔ آج وہ واپس  
آیا ہے۔

بڑا لڑکا: ہاں، ہاں کہو، پھر کیا ہوا؟ کیا وہ بہت سارے پیسے لے کر آیا ہے؟ کیا یہ دعوت اس  
نے دی ہے؟

نوکر: نہیں سر، مالک، وہ تو کچھ بھی نہیں لایا۔

بڑا لڑکا: یعنی؟

نوکر: وہ تو بڑی بڑی حالت میں واپس آیا ہے۔ اس کے جسم پر تو چھٹھڑے لٹک  
رہے تھے۔

بڑا لڑکا: مجھے ہی امید تھی۔ پھر کیا ہوا؟ کیا والد صاحب نے اسے مارا؟

نوکر: نہیں سرکار۔ جب آپ کے والد نے اسے در سے آتے دیکھا، تو وہ اس وقت

چھت پر بیٹھ کر بیٹھ رہے تھے۔ وہ حلیہ سے نیچے اترے اور دوڑ کر اس کی طرف گئے،

گھاؤں کے بہت سے لوگ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا گئے۔ پھر انہوں نے آپ

کے بھائی کو گلے سے لگایا اور چومے آپ کے بھائی نے انہیں کہا کہ وہ اسے نوکر کی

حیثیت سے رکھ لیں۔ لیکن آپ کے باپ نے انکار کر دیا۔ آپ کے باپ نے ہمیں حکم

دیا کہ فوراً نئے کپڑوں کا بندوبست کریں۔ اسے نبلٹیں دھلائیں اور اس کے ہاتھ میں انگوٹھی

اور پاؤں میں جوتی پہنائیں۔ ریوڑ میں سے مرٹے تازے جانور ذبح کریں اور شاندار

خیان تیار کریں۔

بڑا لڑکا: کیا یہ سب کچھ میرے باپ نے کیا ہے؟

نوکر: گھاؤں کے غبار دار اور عبادت خانہ کے کاہن بھی اس دعوت میں یہاں کی حیثیت سے

شریک ہیں۔ آپ کے والد صاحب نے کہا ہے کہ آپ آئیں اور انہیں

خوش آمدید کہیں۔

باپ: (کرسمس میں باتیں کرتے ہوئے) چودھری صاحب، مجھے ایسا لگتا ہے کہ بڑا لڑکا اندر  
نہیں آئے گا۔

منہو دار: کیونکر ممکن ہے؟ اسے ضرور یہاں آنا چاہیے۔

باپ: آؤ خاموشی سے ان کی باتیں سنیں، وہ کیا کہتا ہے۔

بڑا لڑکا: (باہر کھڑا کہتا ہے) میں اندر نہیں جاؤں گا۔

نوکر: (ڈر کر) نہیں سرکار، آپ کے والد سخت ناراض ہوں گے۔

بڑا لڑکا: انہیں ناراض ہونے دو مجھے اس کی پروا نہیں۔

نوکر: یہ تو بہت شرم کی بات ہوگی، باپ ہماروں کے ساتھ تو ایسا نہ کریں۔

بڑا لڑکا: میں اس کا زوردار نہیں ہوں۔ والد صاحب خود اس کے زوردار ہیں۔ نہیں کہو کہ میں اندر  
نہیں آؤں گا۔

نوکر: بہت اچھا سرکار (نوکر اندر آتا ہے اور اپنے مالک کو سرگوشی میں سب بات بتا  
دیتا ہے)۔

باپ: کوئی بات نہیں رشید۔ ہم نے سب باتیں سن لی ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ وہ اندر  
نہیں آنا چاہتا۔ بات کیا ہے رشید؟

نوکر: وہ ناراض ہے۔

باپ: کیوں ناراض ہے؟

نوکر: حضور گستاخی معاف! وہ آپ سے اور اپنے چھوٹے بھائی سے ناراض ہے۔

باپ: وہ کیوں؟

نوکر: حضور مجھے معلوم نہیں۔

باپ: بہت اچھا۔ تم جاؤ اور اپنا کام کرو۔

(نوکر جاتا ہے)

منہو دار: یو سٹ صاحب، وہ ناراض کیوں ہے؟

باپ: میرے خیال میں اس لئے کہ میں نے اس کے چھوٹے بھائی کو خوش آمدید کہا ہے۔

کاہن: اچھا تو یہ دجہ ہے ناراضگی کی۔

باپ: ہاں، مگر اصل وجہ کچھ اور ہے۔ وہ اس گھر میں اپنے آپ کو مجھ سے بھی بڑا سمجھتا ہے۔

وہ اس گھر کا سربراہ بننا چاہتا ہے۔

منہو دار: یہ کیسے ممکن ہے؟ وہ ایسی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟

باپ: معلوم نہیں، اگر وہ یہی چاہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ سب سے اہم ہے۔ آج وہ اس لئے ناراض ہے کہ اس دعوت کے بارے میں اس سے کیوں صلاح مشورہ نہیں کیا گیا۔ وہ بہت مغرور ہے۔ وہ اپنے آپ کو بہت ہی راستباز سمجھتا ہے۔

منہجدار: لیکن وہ فرمانبردار نہیں ہے۔

باپ: وہ صرف اپنے غرور اور اپنی خواہشات کا حکم مانتا ہے۔

کاسن: لیکن وہ اس گھر کا سربراہ تو نہیں ہو سکتا۔ سربراہ تو آپ ہیں۔

باپ: اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ ہے اس کے دل کی گہرائیوں میں یہ خواہش چھپی ہوئی ہے کہ کاش باپ مر جائے۔

منہجدار: خدا آپ کو عمر کی دلازی بخشے۔ یہ تو بہت شرم کی بات ہے۔

باپ: گو اسے اس بات کی خبر نہیں ہے، لیکن درحقیقت وہ یہی چاہتا ہے۔ وہ مجھ سے باغی ہو گیا ہے۔ ابلی سٹوم نے داؤد بادشاہ کے خلاف بغاوت کی۔ درحقیقت وہ اس سے اس کا تخت چھیننا چاہتا تھا۔ یہی حال میرے لڑکے کا ہے۔ وہ بہت مغرور ہے۔ وہ اس گھر کا سربراہ بننا چاہتا ہے۔

منہجدار: (غصے سے) یہ تو بہت زیادتی ہے۔ اسے سزا ملنی چاہیے۔ یہ بغاوت ہے، یہ سرکشی ہے۔ میں اس کاؤں کا منتظم ہوں۔ میں ایسی باتیں خوب سمجھتا ہوں۔ گھر کا نظم و نسق اور رفتار و حالات میں برقرار رہنا چاہیے۔

باپ: چودھری صاحب، کیا آپ سزا سنوڑی سمجھتے ہیں؟

منہجدار: بے شک، یہ بہت ضروری ہے تاکہ وہ اپنے باپ کی عزت کو نہ کیچھے۔ لڑکا آپ کا مذاق اڑا رہا ہے۔ آپ اس کے باپ ہیں۔ آپ کو ضرور اس کا سدباب کرنا چاہیے۔ ہر باپ فرمانبرداری چاہتا ہے۔ اس نے نافرمانی کی ہے۔ اسے ضرور سزا ملنی چاہیے۔ کیا وہ آپ کا بیٹا نہیں ہے؟

باپ: بے شک، جہاں طر پر تو ہے میرا بیٹا۔ لیکن روح کے لحاظ سے نہیں۔ جو کام میں اسے کہوں وہ کرتا ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ اس بات کی تلاش میں رہتا ہے کہ اسے سب سے اول درجہ دیا جائے۔ وہ اس گھر کا مالک بننا چاہتا ہے۔

منہجدار: آپ اسے ضرور سزا دیں۔ اس کا صرف یہ ایک علاج ہے کہ آپ اسے ماریں۔ اس طرح آپ اسے اپنے تابع زمان بنالیں گے۔

باپ: لیکن چودھری صاحب، میں تو اس سے ناراض نہیں ہوں۔ صرف وہ ہی مجھ سے ناراض

ہے۔ میں بد نہیں لینا چاہتا۔ میں تو اسے بیٹا بنا چاہتا ہوں۔ ایسا بیٹا جو میرے پیار کو سمجھے جو میرے پیار کو قبول کرے اور اس کا جواب پیار سے دے۔

منہجدار: میں آپ کی بات بالکل نہیں سمجھا۔ میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں کہ اگر کوئی نافرمانی کرے تو اسے ضرور ہی سزا ملنی چاہیے۔ آپ اسے سزا کیوں نہیں دیتے؟

باپ: جب وہ چھوٹا لڑکا تھا تو میں نے اسے کئی بار سزا دی۔ لیکن اب وہ جوان آدمی ہے اس کے لئے سزا کافی نہیں ہے۔

منہجدار: وہ کیسے؟ آپ کا "سزا کافی نہیں ہے" سے کیا مطلب ہے؟

باپ: اگر میں اسے ماروں تو وہ مجھ سے ڈرنے لگے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھ سے ڈرے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے قبول کرے اور میرے پیار کا جواب پیار سے دے۔

منہجدار: لیکن وہ سزا کا مستحق ہے۔

باپ: بے شک ہے۔ لیکن میرے دوست، وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ قصور وار ہے اسے یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ نافرمانی کر رہا ہے وہ تو صرف یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنا حق مانگ رہا ہے۔ اگر میں اسے سزا دوں تو یہ عین انصاف ہوگا، لیکن وہ اور بھی زیادہ ناراض ہو جائے گا۔ وہ یہ سمجھنے لگے گا کہ میں بے انصاف ہوں۔ پھر وہ بدلہ لینے کے متعلق سوچنے لگے گا۔ وہ غصہ میں مجھے جواب دے گا کہ "آپ مجھے کیوں مارتے ہیں؟ مجھ سے کیا قصور ہوا ہے؟" چودھری صاحب میں اس سے قطعی ناراض نہیں ہوں۔ میں بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ میں اسے بیٹا بنا چاہتا ہوں تاکہ وہ میرے پیار کو سمجھے اور اس کا جواب پیار سے دے۔

منہجدار: لیکن باپ کا رفتار اور اس گھر کی عزت کو تو ضرور ہی رکھنا چاہیے۔

باپ: چودھری صاحب، آپ کا ذہن یکساں ہے۔ لیکن میں اس سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔ میں ایسا بیٹا چاہتا ہوں جو اپنے باپ کو پیار کرے۔ میں ایسا بیٹا چاہتا ہوں جو باپ کے پیار کو سمجھے۔ وہ ابھی نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کی نافرمانی، کتنی بڑی ہے۔ اس دنت بھی جب وہ میرے ہمانوں کے سامنے میری کم کم کرتا ہے وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ میں اسے سزا دے سکتا ہوں مگر اس سے وہ بدلہ لے گا نہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ وہ غلطی پر ہے اگر میں اسے سزا دوں تو وہ اور بھی نافرمان بن جائے گا۔

منہجدار: اچھا تو پھر اس نافرمانی پر اسے جواز کر دیں۔ خوب بھاری جرمانہ یعنی نقد دینا

ایک ہزار روپیہ۔

باپ: (بڑے امنوس کے ساتھ) کیا مجھے پیسے کی ضرورت ہے؟ چودھری صاحب، ذرا اس کھانے پر نظر کریں۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مجھے پیسے کی ضرورت ہے؟ ایک ہزار روپے سے میرا کیا بنے گا؟ میں اس رطکے کو پیار کرتا ہوں۔ لیکن وہ میرے پیار کو نہیں جانتا ہے، ورنہ ہی میرے پیار کو قبول کرتا ہے۔ وہ میرے پیار کا جواب پیار بھی نہیں دیتا ہے۔

منہ بولدار: واقعی، یہ ایک نہایت بڑا مسئلہ ہے۔

باپ: اچھا فرض کر لیا کہ میں اسے اس نافرمانی پر حیران کرنا ہوں۔ شاید وہ اپنے دل میں یہ جانتا ہو کہ وہ غلطی پر ہے اور جرمانہ ادا کر کے مطمئن ہو جائے۔ اس وقت وہ محسوس کرنے لگے گا کہ اس نے میرا حساب بے لک کر دیا ہے۔ اب وہ پہلے کی نسبت اور بھی مغرور ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ اور بھی زیادہ نافرمانی کی صورت میں نکلے گا اور میں اس کا کوئی ناٹھ نہیں ہوگا۔

منہ بولدار: بے شک بے شک، یہ بہت ہی مشکل سوال ہے۔

باپ: چودھری صاحب، آپ کا خیال ویسے تو درست ہے کہ وہ سزا کا مستحق ہے اگر وہ نوکر ہو تا تو میں اسے سزا دیتا اور اس سے کوئی سرور کار نہ رکھتا۔ لیکن مجھے نوکر کی نہیں بیٹے کی ضرورت ہے۔ وہ اس گھر کا سربراہ بننا چاہتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میں مر جاؤں۔ وہ اپنے بھائی سے نفرت کرتا ہے۔ وہ میرے خلاف ہو گیا ہے۔ وہ مغرور ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو اچھا اور فرمانبردار سمجھتا ہے۔

کاسن: میرے پاس اس کا جواب ہے۔ آپ اسے پیار کرتے ہیں اور معاف کر دیں۔

باپ: (آہستہ آہستہ کہتا ہے) میں اسے پیار کر دوں اور معاف کر دوں۔ لیکن یہ تو میں کئی بار کر چکا ہوں۔ جب وہ بچہ تھا تو میں نے کئی مرتبہ اسے معاف کیا۔ وہ نافرمانی کرتا تھا اور میں اسے معاف کر دیتا تھا۔ مگر اب تو وہ جوان آدمی ہے اب یہ کافی نہیں ہے۔

کاسن: "یہ کافی نہیں ہے" اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

باپ: میرے دوستو، وہ اس بات کو قبول نہیں کرے گا۔ میں یہ کہنے کے لئے تیار ہوں "میں نے تجھے معاف کیا" لیکن وہ یہ کہے گا "معافی کس بات کی؟ میں نے تو

کوئی قصور نہیں کیا میں تو صرف اپنا حق مانگتا ہوں۔ غلطی پر میں تو نہیں ہوں باپ غلطی پر ہیں۔

کاسن: کیا آپ اسے یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ "کوئی بات نہیں، چلو معمول جاؤ؟" باپ: لیکن اس کا کیا ناٹھ ہوگا؟

منہ بولدار: میرا خیال ہے کہ یہ مفید نہ ہوگا، کیوں کہ اس طرح وہ سمجھنے لگے گا کہ نافرمانی ایک معمولی بات ہے۔

باپ: چودھری صاحب، آپ نے درست کہا۔ فرض کریں اگر میں یہ کہوں بھی کہ "کوئی بات نہیں" تو بھی اس کا کوئی ناٹھ نہیں ہوگا۔ وہ پھر بھی نفاذ پر آمادہ دے گا۔ مجھے ایسا بننا پھر بھی نہ مل سکے گا جو میرے پیار کو سمجھے اور اس کا جواب پیار سے دے۔ کاسن: لیکن آپ کو اسے اپنا پیار دکھانا چاہیے۔

باپ: یہ تو میں کرنے کو تیار ہوں، لیکن فرض کریں آپ کا لڑکا آپ کی بھینس پر مٹی کا تیل چھڑکے اور اسے لگ لگا دے۔ جب بھینس جل رہی ہو تو وہ کھڑا ہٹھکے گا، تو کیا آپ اسے یہ کہیں گے کہ کوئی بات نہیں؟

کاسن: نہیں۔

باپ: اگر اسے کہیں کہ "کوئی بات نہیں" تو کیا یہ پیار کا اظہار ہے؟

منہ بولدار: ہرگز نہیں۔ یہ تو کمزوری کا اظہار ہے۔

باپ: اگر آپ کا لڑکا چھوٹے لڑکے کو مارے اور چھت پر سے اٹھا کر مڑک پر پھینک دے تو کیا اسے کہیں گے کہ "کوئی بات نہیں"؟

کاسن: او، نہیں، ہرگز نہیں۔

باپ: اگر آپ ایسا کریں گے تو کیا یہ کمزوری ہوگی یا محبت؟

کاسن: میرا خیال ہے۔ یہ کمزوری ہوگی۔

باپ: بہت اچھا۔ میرے لڑکے نے میرے مہانوں کے سامنے میری نافرمانی کی ہے۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی کو خوش آمدید کہنے کو تیار نہیں ہے۔ کیا میں جا کر اسے کہوں کہ "کوئی بات نہیں ہے؟" کیا یہ محبت ہوگی یا کمزوری؟

منہ بولدار: بے شک بے شک۔ بات تو ایک ہی ہے۔ یہ بھی کمزوری ہے۔

کاسن: ٹال، میں آپ کے نکتے کو سمجھ گیا ہوں۔

باپ: (خدا مضطرب ہو کر) میں اپنے بیٹے کو سپر کرتا ہوں۔ میں اسے معاف کرنے



کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میں اسے اس طریقے سے معاف کرنا چاہتا ہوں کہ وہ تبدیل ہو جائے۔

کاہن: میرا خیال ہے یہ درست ہوگا۔

باپ: مجھے اس طریقے سے اسے معاف کرنا چاہیے تاکہ ہماری رفاقت پھر بحال ہو جائے۔  
منبودار: بے شک، یہ ٹھیک رہے گا۔

باپ: معافی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ جس نے غلطی کی ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔  
کاہن: تو پھر معافی کیا ہے؟

باپ: معافی کا مطلب رفاقت کی بحالی ہے۔

کاہن: تو کیا آپ اپنے لڑکے سے پھر میل ملاپ کرنا چاہتے ہیں؟

باپ: بے شک۔ لیکن یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ نافرمانی کرنا نہیں چھوڑتا۔  
اور وہ اس وقت تک نافرمانی نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ سے معذرت کو نہیں  
چھوڑ دیتا۔ معافی جو نفاذ کو نہیں رکھتی، وہ بے معنی ہے چودھری صاحب!

منبودار: فرمائیے، کیا بات ہے؟

باپ: اگر ڈاکو ہمارے گاؤں پر حملہ کر دیں اور ہم ان کا مقابلہ کریں۔ لیکن آپ لڑائی کے  
دوران انہیں کہتے ہیں کہ ہم انہیں معاف کرتے ہیں تو کیا وہ مانیں گے؟  
منبودار: میں کبھی یہ نہیں کہہ سکتا۔

باپ: کیوں نہیں؟

منبودار: یہ تو بالکل بے معنی بات ہوگی۔ وہ مجھ پر سنیں گے۔

باپ: کیا وہ لڑائی بند نہیں کریں گے؟

منبودار: ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ یہ سمجھیں گے کہ ہم ان سے کوئی جال چل رہے ہیں، اس لئے وہ اور  
مجھے زور و شور سے لڑیں گے۔

باپ: دیکھا آپ نے معزز کاہن؟ یہی حال میرے لڑکے کا ہے۔ معافی کا اس وقت تک  
کوئی مطلب نہیں جب تک کہ باطنی ہتھیار نہیں ڈال دیتا۔

منبودار: میں سمجھ رہا ہوں کہ گھر کی عزت اور وقار ہر حالت میں قائم رکھنا  
چاہیے۔

کاہن: لیکن چودھری صاحب، یہ باپ ہیں، اور باپ کی خاصیت یہ ہے کہ وہ محبت  
اور رحم کرے۔

باپ: میرے دوستو! آپ دونوں درست ہیں۔ چودھری صاحب آپ کا خیال درست ہے  
کہ گھر کی عزت و وقار قائم رکھنا چاہیے۔ لیکن میرے گھر کا وقار صرف اس صورت میں ہی  
قائم رہ سکتا ہے اگر میرا لڑکا میرے پیار کو جانتا، قبول کرتا اور پیار کا جواب پیار سے  
دیتا ہے۔ سزا سے وقتی طور پر وقار قائم رہ سکتا ہے لیکن اس طرح مجھے پتا نہیں ہے کہ منہ  
کاہن: آپ کا خیال بھی درست ہے۔ میں اسے بہت پیار کرتا ہوں۔ میں اسے معاف کرنا چاہتا،  
میں اس کے ساتھ مسلح کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس سے پھر رفاقت رکھنا  
پیار کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اب میں نہیں کر سکتا۔ میں  
اسے یہ نہیں کہہ سکتا کہ کوئی بات نہیں ہے، جب تک کہ وہ خود معافی نہ مانگے میں اسے  
معاف نہیں کر سکتا اور وہ اس وقت تک معافی نہیں مانگے گا جب تک کہ اسے معلوم ہو جائے  
کہ وہ غلطی پر ہے۔

منبودار: تو پھر آپ کیا کریں گے؟

باپ: میں اس کے سامنے اپنے آپ کو پست کر لوں گا اور اس کے پاس جاؤں گا۔

منبودار: نہیں، انہیں، آپ کو یہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، گنتی معاف، وہ غصے میں ہے۔  
کہیں آپ پر ہاتھ نہ اٹھا بیٹھے۔ کسی نوکر کو بھیج دیں نوکر کو کہیں کہ وہ اسے حکم  
ماننے کے لئے کہے۔

باپ: میں نے اکثر ایسا کیا۔ اپنے نوکروں اور اپنے دوستوں کو اس کے پاس بھیجا ہوں  
نے اسے تنکرا اور اس خواہش کو چھوڑنے کے لئے کہا۔ انہوں نے اسے جلیبی اختیار  
کرنے کے لئے بھی کہا۔

کاہن: پھر کیا ہوا؟ کیا اس نے ان کی بات مانی؟

باپ: نہیں، بلکہ اکثر اوقات وہ انہیں مارنے کو ہاتھ اٹھاتا۔

منبودار: پھر تو وہ آپ پر بھی حملہ کر سکتا ہے۔

باپ: میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر بھی ضرور حملہ کرے گا۔

منبودار: پھر تو آپ ہرگز نہ جائیں۔ یہ آپ کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

باپ: اب آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟

(غبردار اور کاہن دونوں خاموش رہتے ہیں، مختصری دیر بعد باپ پھر کہتا)

شرع کرتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ مجھے جانا ہی پڑے گا۔ تب ہی اسے معلوم ہوگا کہ اس کے معذرت کا کیا  
مطلب ہے۔ اگر وہ مجھے مارے گا، تو پھر اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی نفاذ

کیا ہے۔ شاید میں ایک طریقہ ہے۔ میں اس پر جواب نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ توبہ کرے۔ میں پست ہو کر محبت میں اس کے پاس جاؤں گا۔

نبودار! میں تو یہی کہوں گا کہ آپ اس کے پاس جائیں لیکن ہے آپ کو چوٹ نہ لگ جائے۔ باپ! کیا وہ چوٹ میرے موجودہ دکھ سے زیادہ ہوگی؟ حبیب! وہ مجھ سے دور ہے اور نارمان ہے تو کیا میرا دل اطمینان سے بھرا ہوا ہے۔

کاہن! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

باپ! اب میرا دکھ اس آدمی کا سا ہے جس کی محبت ٹھکرا دی گئی ہے۔ میں اس کے پاس جاؤں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ اپنے تکبر میں مجھے مارے گا۔ صرف اسی طرح میں بیل چاہتا ہوں۔ کاردارانہ کھول سکتا ہوں۔ شاید اس وقت ہی اسے معلوم ہو کہ بدی کیا ہے۔ شاید پھر وہ توبہ کرے۔ میرے دوستوں میں جاتا ہوں۔ مہربانی سے آپ میرے لئے رکاوٹ کا باعث نہ بنیں۔

باپ! باہر جانا ہے۔ کاہن! اور غبردار دونوں باہر کی آوازوں پر کان لگائے۔ سننے کی کوشش کرتے ہیں،

باپ! میرے بیٹے! تم کیوں ناراض ہو؟

لڑکا! میں ناراض نہیں ہوں۔

باپ! پھر ضیافت میں شامل کیوں نہیں ہوتے؟ یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ تم ہماروں کے سامنے اپنے باپ کی بے عزتی کرتے ہو۔ وہاں گانا بجانا ہوگا۔ ہمارے تہیں ہمارے ہیں۔ عبادت خانہ کے کاہن بھی وہاں موجود ہیں۔ وہ بھی تہیں یاد کر رہے تھے۔

لڑکا! مگر میں اندر نہیں جاؤں گا۔

باپ! کیوں میرے بیٹے! کیا بات ہے؟

لڑکا! مجھے میرے حقوق نہیں ملی رہے ہیں۔ میرے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا ہے۔

باپ! اس نے تمہارا کیا مطلب ہے؟

لڑکا! اتنے عرصہ تک میں آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں۔ میں نے کبھی آپ کی حکم عدولی نہیں کی، تو بھی آپ نے مجھے کبھی ایک بکری کا بچہ تک نہیں دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوشی منا سکوں۔ لیکن جب آپ کا یہ بیٹا آیا، جس نے آپ کا دل کبھیوں کی نظر کر دیا تو آپ نے اس کے لئے پلا ہوا بچہ ڈال دیا۔

باپ! یہ کتنے شرم کی بات ہے۔ تم کبھیوں کا ذکر کیوں کرتے ہو؟ کیا تم نے شام ہے؟

تم تو ابھی کھیتوں سے آ رہے ہو۔ ہم نے ابھی تک اس سے نہیں پوچھا کہ اس نے اپنا مال کیسے گنوا دیا!

نبودار! واقعی یہ شرم کی بات ہے کہ وہ ایسے کہے۔

کاہن! شش۔ ذرا سونوہ کیا بائیں کرتے ہیں۔

لڑکا! وہ مجرم ہے۔

باپ! بیٹا تم تو ہمیشہ میرے پاس ہو۔ جو کچھ میرا ہے وہ تمہارا ہے۔ یہ واجب تھا کہ ہم خوش نہ تھے کیوں کہ تمہارا بھائی مردہ تھا مگر اب زندہ ہے۔

لڑکا! وہ میرا بھائی نہیں ہے، وہ ایک مجرم ہے۔

باپ! اگر میں یہ خبر سنی کہ وہ مر گیا ہے تو کیا تم خوش ہوتے؟

لڑکا! ناں! یہ بہت اچھا ہوتا۔ اب مجھے ایک مجرم کے ساتھ گھر میں رہنا ہوگا۔

باپ! اگر میں اسے مارتا تو کیا تم خوش ہوتے؟

لڑکا! بے شک، یہی اس کا علاج تھا۔

باپ! لیکن وہ تمہارا بھائی ہے۔

لڑکا! وہ؟ میں اسے نہیں جانتا۔

باپ! (بڑے تحمل سے) لیکن وہ تمہارا بھائی ہے۔

لڑکا! آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں کروں؟ کیا میں اندر جا کر خاندان کا روپیہ برباد کرنے کے لئے اس کا شکریہ ادا کروں؟

باپ! نہیں! میں چاہتا ہوں کہ تم اندر جا کر اس سے معافی مانگو۔

لڑکا! (غصہ میں چھانٹتے ہوئے) میں! اس سے معافی مانگوں؟ آپ کا کیا مطلب ہے؟ اسے

مجھ سے معافی کی درخواست کرنی چاہیئے۔ غلطی پر وہ ہے۔ میں تو راستی پر ہوں۔ وہ

ایک مجرم ہے۔ میں ایک تالبدار، عزت دار اور محنتی انسان ہوں۔ میں ہمیشہ آپ

کا حکم مانتا رہا ہوں۔ میں نے زندگی بھر کبھی بھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔

باپ! نہیں میرے بیٹے۔ تمہیں ضرور اپنے بھائی سے معافی مانگنی چاہیئے۔ تمہیں مجھ سے بھی

یہی کہنا چاہیئے۔ تم بھی اس بات کے ذمہ دار ہو کہ اس نے گھر کیوں چھوڑا تھا۔ تب اس

کے پاس پیسے ختم ہو گئے، تو وہ گھرانے سے ڈرتا تھا۔ وہ مجھ سے نہیں، تم سے ڈرتا

تھا۔ تم نے ہمیشہ اس سے نفرت کی ہے۔ تم نے میری بھی بے عزتی کی ہے۔ آج تم نے میرے

مہلوے کے سامنے میری بے عزتی کی اور سمجھتے ہو کہ یہ ایک معمولی بات ہے! بے شک تم



نے میرا حکم مانا، مگر ہمیشہ بڑی بے دلی سے۔ پھر تمہیں اپنی فرائز برداری پر غصہ بھی ہے۔ آج رات تم اس نے غلاموں کو کہیں سے تم سے صلوات کیوں نہ لی۔ تم اپنے آپ کو اپنے باپ یعنی مجھ سے بھی بڑا سمجھتے ہو۔ میں ایسی فرائز برداری نہیں چاہتا جو کہ خدا اور بے دلی سے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے باپ کے گھر میں محبت اور خوشی سے خدمت کرو۔ تم اپنے بکتر کی وجہ سے اپنے بھائی اور باپ کو حقیر سمجھتے ہو۔

لڑکا: (بڑے غصے میں) آپ کیسے کہہ سکتے ہیں! صرف میں ہی محنت کرتا ہوں۔ میری دہی ہی سے گھر کی عزت بنی ہے۔ میرے بھائی نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے اور آپ انہیں مجھ پر ہی الزام لگاتے ہیں۔ آپ ہمیشہ مجھے ہی الزام دیتے رہے ہیں۔ آپ اسے پیار کرتے ہیں، مجھے بالکل پیار نہیں کرتے۔ میں بھی کسیوں میں جا کر گھر کا پیسہ لٹا دوں تو شاید پھر آپ مجھے پیار کرنے لگیں گے اور انعام دیں گے۔ اس وقت آپ میرے لئے ایک شاندار عیادت کا انتظام کریں گے۔ ہاں، میں میرا خیال ہے کہ آپ کریں گے۔ میری دہی سے یہ گھر اور اس کی عزت قائم ہے۔ میں اکیلا ہی کھیتوں میں محنت کرتا ہوں، مگر اس کا صلہ نہیں ملتا۔ اب میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اب مجھے آپ سے بھی گھر کو بھانا چاہیے۔ آپ اس گھر کی عزت و وقار کو بر باد کر دیں گے اور ان سب کی بھی، جو اس وقت گھر میں موجود ہیں۔ اب اس گھر کا حاکم میں ہوں۔ اگر میری بہن گھر کی عزت پر داغ لگائے گی تو میں اس داغ کو اس کے خون سے دھو ڈالوں گا۔ میں گھر کی عزت بچاؤں گا۔ اب صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ مجھے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مجھے اپنی پردہ نہیں ہے۔ گھر کی عزت و وقار کو ہر حالت میں قائم رکھوں گا۔ تم شیطان ہو۔ تم نے گھر کی عزت برباد کی ہے۔ ہاں، ہاں تم نے گھر کی عزت اور عظمت کو خاک میں ملا دیا ہے۔

(مار پڑنے کی آوازیں آتی ہیں۔ کمرے میں غبردار اور کاہن اچھل پڑتے ہیں۔ باہر ایک مجمع ملگ جاتا ہے۔ غبردار چلا کر لوگوں کو کہتا ہے کہ باپ کو اندر لے آؤ۔ مجمع بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اب بہت سی آوازیں اُسے لگتی ہیں۔ غبردار بلند آواز سے پکارتا ہے،

غبردار: آدم، تم کو کھرجا رہے ہو؟

لڑکا: (باہر سے جواب دیتا ہے) میں عبادت خانہ کو جا رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں بہت مذہبی آدمی ہوں۔ مجھے نماز میں دیر ہو رہی ہے۔ میں جلدی میں ہوں۔ خدا حافظ!

(لوکر اندر داخل ہوتے ہیں)

غبردار: کیا وہ زندہ ہیں؟

دشیدہ: جی ہاں۔

غبردار: کیا وہ کچھ کہہ رہے ہیں؟

دشیدہ: جی ہاں۔ وہ کہہ رہے تھے کوئی بات نہیں میرے بیٹے تم نہیں جانتے کہ تم کیسے

رہے ہو؟

غبردار: رشید تم جا کر ان کی خدمت کرو۔

(لوکر جاتا ہے)

غبردار: (دشیدہ سے ہنس کر) ہم نے اپنے گاؤں میں ایسا ہوتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ باپ کو لڑکے کو اس کی فرائز پر اڑنا چاہیئے تھا۔ مگر یہاں تو لڑکا باپ کو مار رہا ہے۔

کاہن: لیکن چودھری صاحب، آپ کو معلوم ہے کہ یوسف صاحب نے کیا کیوں کیا؟ انہوں نے یہ جان بوجھ کر کیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ بغاوت کی حقیقت کیا ہے۔ شاید اس طرح روک لٹکانے والے۔ اب صلح کا راستہ کھل گیا ہے۔ اس طرح ملکی ہے کہ لڑکا اپنے غرور سے توبہ کرے۔

غبردار: (مرکب خشن دیتے ہوئے) بے شک بے شک۔ میں نے کہا تھا کہ فرمان کو سزا ملنی چاہیئے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ نظم و ضبط اور گھر کی عزت و وقار کو قائم رکھنا چاہیئے۔ لیکن باپ نے بڑے عجیب طریقے سے اسے قائم رکھا ہے۔

کاہن: لیکن کیا صرف یہی واحد طریقہ نہیں تھا؟

غبردار: ہاں، اب میں محسوس کرتا ہوں کہ صرف یہی ایک طریقہ تھا۔

کاہن: میں نے انہیں کہا تھا کہ وہ اپنی محبت کو دکھائیں۔ اب تو انہوں نے اپنی عظیم محبت کا ثبوت دیا ہے۔ لب تو لڑکے کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کیا کرے۔ یقیناً اب وہ باپ کی معافی کو قبول کرے گا۔ چودھری صاحب، آپ کا کیا خیال ہے کہ لڑکا کیا کرے گا؟

غبردار: میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

کاہن: میرا خیال ہے وہ توبہ کرے گا۔ اسے پہلی دفعہ معلوم ہوا ہے کہ غرور کا مطلب کیا ہے۔ اب اسے یہ بھی احساس ہو جائے گا کہ وہ درپردہ اپنے باپ کی موت چاہتا تھا۔ وہ اپنے کئے پر بہت کھینچا ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ لغات کا مطلب کیا ہے۔ وہ یہ بھی جان لے گا کہ اس کا باپ اس کے پاس کیوں آیا تھا اور یہ کہ اس کا باپ جانتا



تھا کہ وہ اسے مارے گا۔ اب اس کے ذہن میں اپنے باپ کے خلاف بغاوت کا خیال نہیں آئے گا۔ اب وہ تو یہ کہہ رہا تھا کہ اس اور شکرے روح لے کر آئے گا اور اس طرح صلح ہو جائے گی۔ اس کی نافرمانی کی قیمت اس کے باپ نے ادا کر دی ہے۔ اب اسے معلوم ہوا کہ وہ حقیقت اس کا باپ اسے کتنا پیار کرتا ہے۔ اب اس کی بغاوت جڑ سے کھڑ جائے گی۔ وہ اپنا قصور مان لے گا اور توبہ کرے گا۔ چودھری صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟

نبودار: میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو۔ مگر مجھے ڈر ہے۔  
کاہن: آپ کو کس بات کا ڈر ہے؟

نبودار: وہ بہت مغرور ہے کہیں اس کے باپ کا یہ عظیم کام اسے اور سخت نہ کر دے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ لوگ ایک بے قصور کو مار رہے تھے۔ ان کے ضمیر نے انہیں بتایا کہ وہ بے قصور ہے۔ لیکن وہ اسے اور بھی زیادہ مارنے لگے تاکہ اپنے ضمیر کی آواز کو خاموش کر سکیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں اور بھی زیادہ مغرور نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ اپنے باپ کو اپنا دشمن سمجھنے لگے گا۔ وہ اپنے باپ کی محبت سے دور رہے گا۔ اس کی زندگی جہنم کا نمونہ بن جائے گی اور اس کا باپ اس کا دشمن ہو گا۔

کاہن: اگر ایسا ہوا تو اس کا باپ متواتر دکھ اٹھتا رہے گا۔ اس کا دکھ اس آدمی کا سارے ہر گاہ جس کی محبت کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔

نبودار: مجھے بھی یہی ڈر ہے۔ آج ہم نے یل ملاپ کا ایک عظیم کام دیکھا ہے۔ ہمیں ان باتوں پر غور کرنا چاہیے۔

یوسف: میرے دوستو! ڈرامہ ختم ہوا۔ بسیٹا، اب تم اندر آ جاؤ۔ عزت بھٹی تم کہہ رہا ہو؟ یہاں آ جاؤ۔ چودھری صاحب، آپ نے خوب پارٹ ادا کیا۔

عبدو: لیکن یوسف صاحب، آپ سب پر بازی لے گئے ہیں۔

یوسف: سیرے دوستو! کل شام آپ سب آئیں۔ ہم اس کہانی پر غور کریں گے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

نبودار: میرے خیال میں اس کہانی کا مطلب بہت گہرا ہے۔

عبدو: ہمیں مختصری بہت تو سمجھ آ گئی ہے۔ مگر اچھی طرح نہیں۔

بسیٹا: بھئی بھئی بات تو یہ ہے کہ میرے بچے کچھ بھی نہیں پڑا۔

یوسف: کل شام ضرور آئیں ہم اس کہانی کا مطلب بیان کریں گے۔

## بحث و تجویز کے لئے سوالات

- ۱۔ اس ڈرامہ میں باپ کی کونسا ہر کرتا ہے؟
- ۲۔ اس ڈرامہ میں نسر دار کون ہے؟ وہ کس کونسا ہر کرتا ہے؟
- ۳۔ کاہن کس کی نمائندگی کرتا ہے؟
- ۴۔ نبودار کی صلاح کیوں ٹھیک نہیں ہے؟
- ۵۔ کاہن کی صلاح کیوں اتنی اچھی نہیں ہے؟
- ۶۔ باپ اپنے بیٹے سے کیا چاہتا ہے؟
- ۷۔ بڑاڑ کا اپنی بابت کیا خیال کرتا ہے؟
- ۸۔ باپ اپنے بیٹے سے گفتگو کرنے کے لئے نوکر کو کیوں نہیں بھیجتا؟

- ۹۔ باپ کہتا ہے کہ جب وہ بچہ تھا، اس وقت وہ اسے سزا دیتا تھا، مگر اب اس کا کوئی ٹاڈہ نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟
- ۱۰۔ بڑاڑ کا درحقیقت کیا چاہتا تھا؟
- ۱۱۔ بڑاڑ کا کس کی نمائندگی کرتا ہے؟
- ۱۲۔ باپ بیٹے کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ اب بڑے کے سامنے دو باتوں میں سے ایک کسے گا وہ کون سی ہیں؟

- ۱۳۔ اس کہانی کے آخر میں بیٹے کے سامنے جو دو باتیں ہیں کہ وہ دونوں میں سے ایک چن لے، ان کو وضاحت سے بیان کریں۔

## خلاصہ سبق

انسان خدا کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ انسان اپنی زندگی میں اپنے دل کو اول درجہ دیتا ہے۔ وہ خدا کو اول درجہ نہیں دیتا۔ خدا قد دس ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی عزت و حریت رکھ

گہر گہر ہیں۔ ہمیں لازم ہے کہ ہم خدا کی مکمل تابعداری کریں، لیکن ہم نہیں کرتے بلکہ ہم گناہ کرتے ہیں۔ مسیح کا کہنا اور قربانی دونوں بنا۔ اس نے خدا کی مکمل تابعداری کرتے ہوئے اپنے آپ کو قربان کر دیا اور نجات کا راستہ کھول دیا۔ وہ ہمارے اور خدا کے درمیان صلح کا راستہ کھول دیتا ہے۔

تیسری تیشیل میداں جنگ سے لی گئی ہے۔ گناہ موت لاتا ہے۔ شیطان بھی کچھ جانتا ہے۔ شیطان انسان کی گناہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اس لئے وہ مرجاستے ہیں۔ شیطان نہیں چاہتا کہ ہم ملاکت سے بچیں۔ لہذا وہ مسیح کا مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن مسیح فتح مند ہوتا ہے۔ وہ گناہ اور موت پر فتح پا لیتا ہے۔ چنانچہ ہم بھی پولس کے ہم زبان ہو کر کہتے ہیں "خدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند مسیح کے وسیلے ہم کو فتح بخشا ہے"۔

خاکہ :

### خدا قدوس بھی ہے اور خدا محبت بھی

۱۔ بڑے بیٹے کی تیشیل کی تشریح۔

(الف) پاکیزگی کافی نہیں ہے۔

(ب) محبت کافی نہیں ہے۔

(ج) پاک عبت ہمیں بچا لیتا ہے۔

(د) اب ہمارے ساتھ دو باتیں ہیں۔

(۲) نئے عہد نامہ میں صلیب کی تیشیل۔

(الف) شریعت کی عدالت کی تیشیل۔

(ب) مذبح کی تیشیل

(ج) میدان جنگ کی تیشیل۔

### منظر نمبر ۱۹

ڈرامہ کے افراد:

یوسف صاحب

عبدو

بسیط

نبردوار

(چاروں افراد یوسف کی بیٹھک میں بیٹھے ہیں)

نبردوار: یوسف صاحب، وہ کل دالی تیشیل جو آپ نے ڈرامہ کی صورت میں لکھی ہے بڑی دلچسپ تھی۔ ہم سب اس سے بڑے لطف اندوز ہوئے۔

یوسف: اے شک وہ دلچسپ تھی، مگر چودھری صاحب، آپ نے اس کا مطلب بھی سمجھا ہے؟

نبردوار: ہاں، تقریباً بہت تو سمجھ گیا ہوں، مگر آپ ذرا سے تفصیل سے بیان کریں۔

عبدو: جی ہاں، وہ بہت ہی عجیب ڈرامہ تھا۔ یوسف صاحب، آپ اسے مزور کھول کر

پہن سمجھائیں۔

یوسف: بسیط میاں، تم بھی تو جلد سے رہے ہونا؟

بسیط: جی ہاں، میں دھیان سے سن رہا ہوں۔

یوسف: بہت اچھا۔ ہم سب سے پہلے اس ڈرامہ کے افراد پر غور کریں کہ وہ کسی کو ظاہر کرتے ہیں۔

ڈرامے میں خدا کو کون ظاہر کرتا ہے؟

نبردوار: یہ تو ظاہر ہی ہے کہ باپ خدا کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

یوسف: چودھری صاحب، اس ڈرامہ میں نبردوار کسی کو ظاہر کرتا ہے؟

نبردوار: مجھے معلوم نہیں۔ یہ میں بالکل نہیں سمجھا۔

یوسف: میرے دوستوں ذرا غور سے سنو۔ باپ خدا ہے۔ نبردوار قدوسیت ہے۔ تمہیں یاد ہے؟

ہم نے قدوسیت کے بارے میں گفتگو کی تھی؟ قدوسیت پاکیزگی ہے۔

خدا کا تقدس راست بازی کا تقاضا کرتا ہے۔ تقدس عدل کا تقاضا کرتا ہے۔ تقدس

نظام کو قائم رکھتا ہے۔

عبدو: یوسف صاحب، یہ نہیں یاد ہے۔

یوسف: اچھا، ڈرامے میں نبردوار تقدس یا قدوسیت ہے اور کاہن محبت ہے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ ہم

نے محبت کے بارے میں سیکھا تھا کہ خدا نے ہم سے کیسے محبت رکھی۔ محبت رحم اور مدد

کی خواہش ہے۔ ڈرامہ میں بھی کچھ کاہن چاہتا ہے۔

بسیط: ادعو تو یہ بات تھی اس وقت تو میں بالکل نہیں سمجھا تھا۔

یوسف: بڑا اچھا مذہب پرست گہر گہرا انسان کو ظاہر کرتا ہے۔

نبردوار: میں ایک مذہب پرست گہر گہرا بھی ہوتا ہوں؟

یوسف: بے شک، ہوتے ہیں۔ فریسی بہت مذہب پرست تھے۔ وہ سارے ملک میں سب سے

زیادہ مذہبی تھے۔ لیکن انہوں نے مسیح کو مطلوب کر دیا۔ ہم سب مذہبی گنہگار ہیں اور ہرگز  
ٹکا ہماری نمائندگی کرتا ہے۔ بدو کی تم مذہب پرست نہیں ہو؟

عبدو: جی ہاں۔ ہم سب مذہب سے پیار کرتے ہیں۔

یوسف: کیا تم گنہگار نہیں ہو؟

عبدو: بے شک ہوں۔

بسیط: لیکن اس ڈرامہ میں نوکر کس کو ظاہر کرتا ہے؟

یوسف: او ہاں، نوکر انبیاء کو ظاہر کرتا ہے۔ خدا نے ہمارے پاس نبی بھیجے۔ ہم نے نبیوں کو قتل کیا۔  
ڈرامہ میں باپ کوئی بار نوکر کو بھیجتا ہے تاکہ وہ اپنے بڑے لڑکے سے بات چیت کرے۔  
اس کا لڑکا نوکر کو مارتا ہے۔ وہ نوکر کی نہیں سنتا۔ کیا تم سب کچھ سمجھ رہے ہو؟ باپ  
خدا ہے۔ مگر خدا کی پاکیزگی ہے۔ کاہن خدا کی محبت ہے۔ بڑا لڑکا مذہب پرست گنہگار  
کی نمائندگی کرتا ہے۔ نوکر نبیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اچھا عبدو، اب تم بتاؤ کہ ڈرامہ کس  
طرح شروع ہوتا ہے؟

عبدو: میرا خیال ہے (تھوڑی دیر سوچا ہے) ہاں..... پہلے بڑا لڑکا آتا ہے اور ضیافت میں  
شامل نہیں ہوتا۔ وہ ناراض ہے اور باپ کو کھڑا کرتا ہے۔

یوسف: وہ ناراض کیوں تھا؟

عبدو: اس کا خیال تھا کہ اسے اس کا حق نہیں مل رہا ہے۔ وہ اپنے باپ سے ناراض ہے۔ وہ اپنے  
بھائی سے بھی ناراض ہے۔

یوسف: شایہ تم نے بالکل ٹھیک بیان کیا ہے۔ لیکن میرے دوستو! وہ ایک غلطی کرتا ہے۔ وہ  
اپنے آپ کو اپنے باپ سے بھی بڑا بنا لیتا ہے۔ یہی کچھ ہم سب بھی کرتے ہیں۔ گناہ کا  
بھی یہی مطلب ہے۔ ہم اپنے آپ کو اول درجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ خدا کا درجہ اول  
ہے۔ ہم اپنے آپ کو خدا سے بھی بڑا بنا لیتے ہیں۔ باخ عدل میں سانپ نے حوا کو کیک  
کہا تھا؟

لیودار: "تم خدا کی مانند بن جاؤ گے۔"

یوسف: ٹھیک ہے۔ ہم سب بے حد مغرور ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بہت راست باز ہیں ہم سے ایک  
بڑی غلطی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اپنی زندگی کا سربراہ بنا لیتے ہیں۔  
حالانکہ یہ خدا کی ہے اور صرف اسے ہی ملنی چاہیے۔ ہم خود خدا بننا چاہتے ہیں۔ یہی ہمارا  
گناہ ہے۔ مگر ڈرامہ میں کیا اصلاح مشورہ دیتا ہے؟

عبدو: اسے مزاد، اسے مارو؟

یوسف: یہ صلاح غلط ہے یا درست؟

لیودار: اس بات میں تو کوئی شک نہیں کردہ سزا کا حقدار ہے۔

یوسف: بے شک چودھری صاحب یہ صحیح ہے۔ لیکن کیا سزائزالت کو پھر بحال کر سکتی ہے؟  
لیودار: نہیں۔

یوسف: اب چونکہ خدا قُدوس ہے اور خدا کی قدسیت راست بازی کا مطالبہ کرتی ہے اس لئے  
خدا کو اپنی عزت و وقار کو برقرار رکھنا ہے۔ اس نافرمانی کی قیمت ادا کرنی لازمی ہے۔ یہ  
ضروری بات ہے کہ خدا ہمیں دکھائے کہ ہماری نافرمانی کتنی مری چسپ نہ ہے۔ اس کے علاوہ ہزار  
کی اصلاح دیتا ہے؟

لیودار: وہ جہاز کی اصلاح دیتا ہے۔

یوسف: اس کے علاوہ؟

عبدو: وہ کہتا ہے کہ اس کے لئے کچھ قوانین مقرر کئے جائیں۔

یوسف: مگر یہ درست نہیں ہے۔ خدا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی محبت کو جانیں۔ اسے بتول کریں  
اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دیں۔ خدا رفاقت کو دوبارہ بحال کرنا چاہتا ہے۔

لیودار: یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے اس کا نقصان پورا کریں۔ لیکن اس طرح تو ہم اور بھی مغرور  
بن جائیں گے۔ خدا ہمیں تو انہیں دے سکتا ہے اس نے پرانے ہندو میں تو انہیں دیئے، لیکن  
وہ کافی نہیں تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان قوانین کو نہ مانا اور خدا سے دھوکے کئے۔ بہت سے  
لوگوں نے ان کو مانا اور مغرور بن گئے لہذا وہ بھی خدا سے دور ہو گئے۔ مغرور ایک ایسا  
گناہ ہے جو ہمیں خدا سے دور کر دیتا ہے۔

لیودار: مگر میرا خیال ہے کہ ڈرامہ میں لیودار نے بالکل صحیح صلاح دی تھی۔ عزت و وقار  
کو ضرور برقرار رکھنا چاہیے۔

یوسف: بے شک! ہم اپنی عزت کو برقرار رکھنا بہت اہم خیال کرتے ہیں۔ پھر خدا کی عزت  
کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیونکہ خدا تو بہت ہی عظیم ہے۔ اسے تو اپنی عزت برقرار رکھنا  
بہت ضروری ہے۔ اس کی پاکیزگی راست بازی کا مطالبہ کرتی ہے۔ آدمیوں نے خدا کی  
حکم عدولی کی ہے۔ اب خدا کو اپنی عزت و وقار کو ضرور ہی برقرار رکھنا ہے۔ لیکن سزا کافی  
نہیں ہے۔ کیوں کہ سزا سے رفاقت بحال نہیں ہوتی۔ عبدو اب تم بتاؤ کہ اس  
کی کیا ہے؟



عبود: وہ کہتا ہے کہ ہم محبت رکھیں اور معاف کر دیں۔  
یوسف: لیکن کیا یہ کافی ہے؟

عبود: نہیں۔

یوسف: کیوں نہیں؟

عبود: کیوں کہ اگر لڑکا یہ محسوس نہیں کرتا کہ وہ غلطی پر ہے تو معافی بے معنی ہے۔

یوسف: شاباش عبود۔ بسیٹ، اگر باپ باہر جا کر لڑکے کو کہتا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو کیا ہوتا؟

بسیٹ: وہ اور بھی ناراض ہو جاتا اور کہتا کہ مجھے معافی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں قصور وار نہیں ہوں۔

یوسف: شاباش بسیٹ۔ پس خدا جو کہ محبت ہے، وہ ہمیں معاف کرنے کے لئے تیار ہے لیکن معافی اس وقت تک بیکار ہے جب تک کہ انسان یہ مانے کہ وہ گنہگار ہے اور معافی نہ مانگے۔

ہم خدا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری لغات خدا کے خلاف ہے، چنانچہ قدسیت اور محبت کافی نہیں ہیں۔ مسیح ہمیں نجات کے بارے میں بتانے نہیں آیا، بلکہ وہ نجات مہیا کرنے آیا۔ یہی صلح ہے۔ یہی میل ملاپ ہے۔ یہی خدا کے ساتھ نفاقت کا بحال ہونا ہے۔  
نبودار: یہ صحیح ہے۔ باپ باہر جا کر لڑکے کو صلح کرنے کے بارے میں نہیں کہتا اور نہ ہی وہ اس کے سامنے صلح کی پیشکش کرتا ہے بلکہ وہ دکھ اٹھا کر صلح مہیا کرتا ہے۔

یوسف: چودھری صاحب، خدا آپ کے ذہن کو اور بھی متور کرے۔ آپ نے بالکل درست سمجھا ہے۔ باپ باہر جا کر دکھ اٹھاتا ہے تاکہ بیٹے کے ساتھ میل ملاپ ہو جائے۔ خدا مسیح ہیں جو کہ ہمارے پاس آیا ہے تاکہ ہمارا اس کے ساتھ میل ملاپ ہو جائے۔ پولس رسول نے کہا "خدا نے مسیح میں جو کہ اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا۔"

عبود: کیا اس حوالے کا یہی مطلب ہے؟

یوسف: بے شک یہی ہے۔ کہانی میں بیٹا باپ کو روتا ہے حالانکہ باپ کو بیٹے کو مارنا چاہیے تھا اسی طرح خدا کو ہمیں سزا دینی چاہیے تھی، لیکن خدا اس جہان میں آیا اور ہم نے اسے سزا دی۔ اس نے سزا اس لئے اٹھائی تاکہ دنیا کا اس کے ساتھ میل ملاپ ہو سکے۔

نبودار: بے شک، ہم بہت بیکار اور غلط کار ہیں۔

یوسف: اب میرے دستور ذرا غور سے سنو۔ کہانی میں باپ یہ جان بوجھ کر اور کسی مقصد کے تحت

کرتا ہے۔ لڑکا کسی چالاکی سے اپنے باپ کو باہر نہیں بلاتا اور نہ وہ گھات لگا کر اپنے باپ کو باہر نہیں بلاتا اور نہ گھات لگا کر اپنے باپ کو پکڑتا اور مارتا ہے اس کا باپ خود ہی اس کے پاس اپنی مرضی سے اور کسی مقصد کے تحت جاتا ہے۔

بسیٹ: مجھے اس بات کی بالکل سمجھ نہیں آئی۔

نبودار: (ذرا بے صبری سے) بسیٹ خاموش رہو، عبود تمہیں بعد میں سمجھا دے گا۔ جو کچھ یوسف صاحب کہہ رہے ہیں وہ غور سے سنو۔

بسیٹ: بہت اچھا جناب۔

یوسف: اسی طرح مسیح دوستو۔ آدمیوں نے مسیح کو چالاکی سے نہیں پکڑا اور نہ ہی اس کی مرضی کے خلاف اسے پکڑا۔ اگر یہ الیا ہی ہوتا تو ہم کہہ سکتے کہ وہ کمزور ہے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ ان اس کے ساتھ الیا کرنے گئے۔ وہ جان بوجھ کر یہ دکھ اٹھاتا ہے تاکہ میل ملاپ کا راستہ کھل جائے۔ ایک طرف تو اس کی پاکیزگی راست بازی کا تقاضا کرتی ہے اور دوسری طرف وہ ہمارے گناہوں کے مطابق ہمارے ساتھ سلوک نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ محبت ہے یہ کسی طرح ممکن ہے کہ ایک طرف تو وہ قدوس ہونے کے باعث ہم سے راست بازی کا تقاضا کرے۔ اور ساتھ ہی محبت ہونے کے باعث معافی کی پیشکش کرے؟

عبود: وہ یہ دونوں مسیح کی صلیب پر سہرا انجام دیتا ہے۔

یوسف: عبود تم نے بالکل درست جواب دیا۔ خدا نے ہمارے لئے کتنی بڑی نجات مہیا کی ہے۔ خدا مسیح میں جو کہ دنیا کا اپنے ساتھ میل ملاپ کر رہا ہے۔

نبودار: ہم تو سخت بیکار ہیں۔

یوسف: لیکن ایک ادبات پر بھی غور کرو۔ آخر میں لڑکے کے سامنے دو باتیں ہیں۔ وہ کون کون سی ہیں؟

نبودار: وہ اپنے باپ کے پیار کو قبول کرے یا رد کر دے۔

یوسف: بے شک، ہمیشہ الیا ہی ہوتا ہے۔ اس ڈرامہ میں کاہن کہتا ہے کہ شاید لڑکا قبول کر لے، اسی طرح آدمی بھی اگر چاہیے تو خدا کی محبت کو قبول کر سکتا ہے۔ بعض لوگ اپنے گناہوں کو محسوس کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے خدا کے خلاف لہجہ دیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کو مدد دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں خدا کی جگہ اپنی ذات کو اول درجہ دیا ہے۔ وہ جان لیتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی بات پرستی ہے۔ ہم بھی جانتے ہیں کہ ہمارے گناہ بیکار کے گناہ ہیں۔ یہ بیکار ہی تھا

جس نے مسیح کو مصلوب کیا۔ ہم مذہبی گنہگار ہیں۔

عبود: میرا خیال ہے کہ چودھری صاحب ٹیک ہی کہتے ہیں کہ "ہم سخت بدکار ہیں"۔

یوسف: عبود مجھے اس بات سے خوشی محسوس ہوئی کہ اب تم سمجھنے لگے ہو۔ خدا اس محبت کرنے والے کی مانند جس کی محبت ٹھکانا دی گئی ہو، بڑا دکھ اٹھاتا ہے اگر ہم خدا کی محبت کو قبول کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے بکر کو ٹوٹا پڑے گا ہم جانتے ہیں کہ مسیح نے ہماری قیمت ادا کر دی ہے۔ ہم تو بکر کے معافی کے طلب گار ہو سکتے ہیں۔

غبردار: لیکن دوسری طرف لڑکا اپنے باپ کی محبت کو ٹھکانا بھی سکتا ہے۔

یوسف: بے شک روکر سکتا ہے۔ اسی طرح بہت سے آدمی خدا کی محبت کو رد کرتے ہیں۔ وہ خدا کے میل ملاپ کے راستے کو جو اس نے خود ہتھ کیا، قبول نہیں کرتے۔ وہ خدا کے دشمن بننا پسند کرتے ہیں۔ میرے دوستو! درخدا کے دشمن بننے پر غور کرو۔ عبود ذرا عبرت لو۔ ۱۰: ۲۶-۲۷

عبود: (پڑھتا ہے) "کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور تشریفاتی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضبناک آتش بآگ ہے، جو ہمارے گناہوں کو کھائے گی۔ جب موسیٰ کی شریعت کا زمانہ والا دو یا تین شخصوں کی گواہی سے بغیر دم کٹے مارا جاتا ہے تو خیال کرو کہ وہ شخص کس قدر زیادہ مزاحم کے لائق ٹھہرے گا جس نے خدا کے بیٹے کو پامال کیا اور عہد کے خون کو جس سے وہ پاک ہوا تھا پامال کرنا اور فضل کے روح کو بے عزت کیا۔ کیوں کہ اسے ہم جانتے ہیں جس نے مسلمانوں کو انتقام لینا کام ہے۔ بدلہ ہی دلوں کا اور پھر یہ کہ خداوند اپنی امت کی عدالت کرے گا زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے"۔

یوسف: کچھ لوگ خدا کو مسیح میں ہو کر آیا قبول نہیں کرتے۔ وہ خدا کے دشمن بننا پسند کرتے ہیں۔ لیکن خدا ان کا دشمن نہیں بنتا۔ لہذا وہ خدا کی محبت کو قبول کئے بغیر بھی زندہ رہتے ہیں، یہی دوزخ ہے۔ دوزخ کا مطلب، خدا کی محبت کے بغیر زندہ رہنا ہے چنانچہ کچھ لوگ اس دین میں رہتے ہوئے بھی دوزخ میں رہتے ہیں۔ وہ خود بدکار ہیں اور جو کچھ ان کے ارد گرد ہے اسے بھی بدکار بنا دیتے ہیں۔ خدا نے ان کے ساتھ میل ملاپ کا راستہ کھولا ہے اگر وہ اسے رد کر دیتے ہیں تو سزا کا حق دار بن جاتے ہیں۔

بسیط: میرے پتے تو کچھ ہی ہیں پڑا۔

یوسف: (بڑی محبت سے) کوئی بات نہیں بسیط۔ میں تمہیں یہ بات سمجھانے کے لئے سارا مہینہ صرف کر سکتا ہوں۔ یہ تمہاری زندگی کا سب سے اہم سوال ہے۔ تمہیں اسے ضرور پانچ دفعہ سمجھنا چاہیے۔

غبردار: یوسف صاحب! آپ نے دوا میں تو مسیح کی صلیب کو بڑی اچھی طرح سمجھایا، لیکن بائبل مقدس اسے کیسے بیان کرتی ہے۔

یوسف: مجھے خوشی ہوئی چودھری صاحب کو آپ نے یہ سوال پوچھا ہے۔ ہمیں اس پر ضرور غور کرنا چاہیے۔ بائبل مقدس اسے تین ٹیٹلوں کے ذریعہ سے بیان کرتی ہے۔ ہر ایک ٹیٹل مسیح کی صلیب کو بیان کرتی ہے۔

عبود: وہ کون کون سی ہیں؟

یوسف: پہلی شریعت کی عدالت کی، دوسری مذہب کی ٹیٹل اور تیسری میدان جنگ کی ٹیٹل ہے۔ غبردار: میں نے تو کبھی اس بات پر غور ہی نہیں کیا۔

یوسف: اوہم باری باری ان پر غور کریں۔ ان میں سے ہر ایک ایک مشکل کو بیان کرتی ہے ہمارے سامنے تین ٹیٹلیں ہیں اور تین ہی مسئلے ہیں۔ ہم خدا کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ خدا ہم سے میل ملاپ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن تین مشکلات درپیش ہیں۔

عبود: وہ کون کون سی ہیں؟

یوسف: پہلی، ہم نے کیا کیا ہے، دوسری ہم نے کیا نہیں کیا اور تیسری، شیطان چاہتا ہے کہ گناہ موت لائے۔

عبود: یوسف صاحب! میں اسے سمجھ نہیں سکا۔

یوسف: یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ ہمارے سامنے تین مسئلے ہیں۔ پہلا یہ کہ ہم نے کیا کیا ہے یعنی وہ گناہ جو ہم نے کئے ہیں۔ یہ سزا کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہم نے کیا نہیں کیا یعنی راستبازی اور پاکیزگی۔ خدا جو پاک ہے۔ وہ پاکیزگی کا تقاضا کرتا ہے۔ وہ مکمل پاکیزگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے مکمل تابعداری۔ یہ ہم نے نہیں کیا۔ قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ تیسرا یہ کہ شیطان جلا دی مانند ہے وہ بڑا ظالم ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ گناہ کریں کیوں کہ گناہ موت لاتا ہے۔ لہذا ہمیں ایک شخص کی ضرورت ہے جو گناہ اور موت پر غالب آجائے۔ مسیح نے اس کام کو سر انجام دیا۔ مسیح نے قربانی دے کر قیمت ادا کی اور فتح مند ہوا۔ چنانچہ مسیح ہی ہیں ان تین مشکلات سے رہائی دیتا ہے۔ اب ہم ان پر باری باری غور کریں۔

عبود: یوسف صاحب! اب میں کریں۔ ہم اتنی گہرائی تک سوچنے کے عادی نہیں ہیں۔ ہمیں محض غور و فکر کر کے سمجھنا ہے۔

یوسف: عبود میں جاننا ہوں۔ اوہم پہلے عدالت کی ٹیٹل پر غور کریں۔ یہاں جو مشکل ہے وہ گناہ ہے، کیوں کہ گناہ کی مزدوری موت ہے۔ اس کی قیمت ضرور ادا کرنی پڑے گی۔ گنہگار



چاہے بھی تو گناہ کی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں ایک کہانی سنا ہوں۔

بسیط: یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ شاید اب میں کچھ سمجھ جاؤں۔ آج تو میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔  
عبدو: کوئی بات نہیں بسیط۔ اؤ کہانی سنیں۔

یوسف: گزریے ماہ ایک آدمی میرے پاس ساتھ واسے گاؤں سے آیا۔ وہ بڑا پریشان دکھائی دیتا تھا۔ دراصل اس نے گاؤں کے کسی آدمی کے بارے میں کچھ ناگوار باتیں معمولی جھگڑا کر اس نے اسے ایک بہت بڑی کہانی بنا ڈالا اور کہانی بھی ایسی جو کہ بہت بڑی تھی اس نے یہ کہانی گاؤں کے ہر آدمی کو سنائی۔ اس کے بعد اس کی خبر نے اسے چین نہ لینے دیا۔ چنانچہ وہ میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اسے کہا کہ ایک مرغابی مارے اور اس کے سینے کے پرے کر گاؤں کے ہر ایک گھر کے دروازے پر ایک ایک پر لگا دے۔ اور میرے پاس واپس آجائے۔ اس نے سمجھا کہ میں مذاق کر رہا ہوں۔ مگر میں نے اسے زور دے کر کہا۔ وہ چلا گیا اور دوسرے دن ایک مرغابی مار کر اس کے پر گاؤں کے ہر گھر کے دروازے پر لگا دیئے۔ دوسرے دن حیب وہ میرے پاس واپس آیا تو میں نے اسے کہا کہ "اب وہ ان پرل کو جمع کرے۔"

عبدو: وہ انہیں جمع کر ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔

یوسف: بے شک، یہ درست ہے وہ مجھے کہنے لگا کہ "میں اب انہیں کیسے جمع کر سکتا ہوں؟ وہ تو پر نہیں کہاں کہاں اڑ گئے ہوں گے۔ میں انہیں کیسے واپس لا سکتا ہوں؟ تب میں نے اسے سمجھایا کہ گناہ کس طرح کا ہے۔ ہم جھوٹ بولتے ہیں، دغا دیتے، حمد کرتے، رشوت لیتے، اور لاپرواہ کرتے ہیں۔ جب ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں تو ہمارا گناہ ساری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ اس آدمی نے ایک کہانی گاؤں والوں کو سنائی۔ وہ کہانی پھیلے پھیلے دوسرے گاؤں میں بھی پہنچ گئی۔ شاید اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی یہ بدی کہاں تک پھیل چکی ہے۔ بدی پروں کی مانند ہے۔ پھرنے سے چھوٹا گناہ ان پروں کی مانند ہے جو گھروں پر لگائے گئے تھے وہ اڑ کر مختلف جگہوں پر پہنچ جاتا ہے اور ہمیں معلوم تک نہیں ہوتا کہ وہ کہاں کہاں پہنچ چکا ہے۔ میں نے اس آدمی کو بتایا کہ وہ اب اپنے گناہ کو واپس نہیں لا سکتا۔ وہ میری بات سمجھ گیا۔ اس نے بڑا پریشان ہوا۔ وہ کہنے لگا کہ میں کیوں تو نہیں کر سکتا؟ کیا میں اس آدمی کے پاس جا کر اس گناہ کی معافی نہیں مانگ سکتا؟ میں نے اسے بتایا کہ اس طرح تمہیں کچھ نہ کچھ تکین تو حاصل ہوگی، مگر جو بانی تم پھیلا چکے ہو وہ واپس نہیں آسکتی۔

منہودار: بے شک۔

یوسف: میں میرے دوستوں، ہمارے گناہ بھی ایسے ہیں۔ جو گناہ ہم کرتے ہیں، وہ ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں ہم انہیں واپس نہیں لا سکتے۔ ہم ان کو سنا نہیں سکتے۔ تو یہ کافی نہیں ہے۔ اس سے ہمارے گناہ نہیں دھنپ سکے۔ ہم سے مراد ہوتے تو یہ ہیں کیا کرنا چاہیے؟ بسیط: (خوش ہو کر) میں اس کہانی کو سمجھ گیا ہوں۔ یہ پہلی بات ہے جو میں نے آج رات بھی ہے۔ عبدو: کوئی بات نہیں بسیط۔ بس ذرا غور سے سوچئے جاؤ۔

یوسف: صاحب، میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے گناہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یوسف: ہاں عبدو، ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے گناہ کو دھنپ نہیں سکتے۔ عبدو: اب تم ذرا گھنٹیوں ۱۳:۳۰ تو پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "سیح جو ہمارے لئے لعنت بنا، اس نے ہمیں مولیٰ کر شریعت کی لعنت سے بچھڑایا، کیونکہ کھائے کہ جو کوئی گڑبگڑ پر لگا گیا وہ لعنت ہے۔"

یوسف: بسیط، تم ۱۱:۲ پڑھو۔

بسیط: (پڑھتا ہے) "وہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گناہ کے اعتبار سے مر کر راست بازی کے اعتبار سے جیئیں اور اسی کے مار کھانے سے تم بچنا پاؤ۔"

یوسف: اب چودھری صاحب آپ ۲- کر قیروں ۱۱:۵ پڑھیں۔

منہودار: (پڑھتا ہے) "جو گناہ سے واقف نہ تھا اسی کو اس نے ہمارے واسطے گناہ ٹھہرایا تاکہ ہم اس میں ہو کر خدا کی راست بازی ہو جائیں۔"

یوسف: میرے دوستو! یہ ہے عداوت کی تشکیل۔ ہم پر سزا کا حکم ہے۔ ہماری گناہوں کی قیمت منہودار کی جانی ہے لیکن ہم ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ صرف تو ہی کافی نہیں ہے۔ جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ اسے دھنپ نہیں سکتی۔ تھوڑے خدا گناہ پر اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے پھر خدا سیح میں ہو کر اس فیصلہ کو قبول کرتا اور ہمارے گناہ کی قیمت خود ادا کر دیتا ہے۔

منہودار: یوسف صاحب، ہر بانی سے اسے پھر دھرائیں۔

یوسف: (آہستہ آہستہ دھراتا ہے) تھوڑے خدا گناہ پر فیصلہ کر دیتا ہے۔ پھر خدا خود ہی سیح میں ہو کر اس فیصلہ کو قبول کرتا اور ہمارے عوض ہمارے گناہوں کی قیمت ادا کر دیتا ہے۔ میں ایک اور کہانی سناؤں تاکہ بسیط بھی خوش ہو جائے۔

بسیط: ضرور ضرور۔ بے کہانیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں انہیں آسانی سے سمجھ سکتا ہوں۔



یوسف: تقریباً دو سال پہلے توپ میں ایک آدمی گرا، میں نے قیادت کر دی۔ وہ اور اس کے ساتھی حکومت کے خلاف لڑ رہے تھے۔ وہ پہاڑوں میں رہتے تھے۔ ان کے لیڈر کا نام شعلی تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کے گروہ کا کوئی رکن دشمن کو اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیتا ہے۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ اس خد کو ہارے گا۔ چند دن بعد انہوں نے اسی جگہ کو پکڑ لیا جو خداری کرتا تھا۔ گروہ مرو نہیں تھا بلکہ عورت تھی۔ شعلی کو یہ کہ بہت امنوس ہوا کہ وہ عورت اس کی اپنی ماں ہے۔ اس نے دو تین دن تک بالکل کھانا نہیں کھایا۔ بس سوچتا رہا۔ ایک دن وہ اپنے خیمے سے باہر آیا اور اعلان کیا کہ خد کو ضرور مزا ملے گی۔ چنانچہ اس کے ساتھیوں نے اس کی بات کو پکڑ کر کچھ سے باندھ دیا۔ یہ دیکھ کر شعلی چلایا "نہیں نہیں۔ اسے کھول دو"۔ اس کی جگہ باندھ دو۔ میں اس کی جگہ کوڑے کھاؤں گا۔" چنانچہ انہوں نے شعلی کو جبراً کان کا لیڈر تھا، اس کی ماں کی جگہ باندھا اور ہم کوڑے مارے۔

نبودار: اُن میرے خد یا یہ تو بہت عجیب کہانی ہے۔

یوسف: میرے دوستو، یہی کچھ خد نے ہمارے لئے کیا ہے۔ یہ عدالت کی تشکیل ہے گناہ سزا کا تقاضا کرتا ہے۔ خد کی پاکیزگی گناہ پر سزا کا فیصلہ سنا ہے۔ پھر خدا مسیح میں ہوا کہ اس فیصلہ کو قبول کرنا اور سزا اپنے اوپر اٹھالیتا ہے۔ اب ہم دوسری تشکیل پر غور کریں یعنی مذبح کی تشکیل پر۔ دوسری تشکیل یہ ہے کہ جو ہم نے نہیں کیا ہے۔ یعنی ہم پاک اور راست باز نہیں ہیں۔ خدا کے حضور ہم ذمہ دار ہیں۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس کی مکمل تابعداری کریں۔ مگر ہم نے اس بات پر غل نہیں کیا۔ بیعت یعقوب م: ۱۰ پڑھو۔

مسیح: (پڑھتا ہے) "جو کوئی بھلائی کرنا جانتا ہے اور نہیں کرتا اس کے لئے یہ گناہ ہے۔"

عبد: کیا یہ بھی گناہ ہے؟

یوسف: خد ہم سے مکمل تابعداری چاہتا ہے۔ کچھ ایسے کام ہیں جن کا کرنا گناہ ہے۔ ہم ان کے بارے میں کیا کر سکتے ہیں؟ ہمیں خد کی مکمل تابعداری کرنی چاہیے۔ ہم کس طرح کر سکتے ہیں؟ ہم خدا کے مقروض ہیں اور قرض یہ ہے کہ ہم اس کی مکمل تابعداری کریں۔ ہم یہ کس طرح کر سکتے ہیں؟

نبودار: یہ ناممکن ہے۔ مگر یہی درحقیقت خد ہم سے مکمل تابعداری کا تقاضا کرتا ہے۔

یوسف: کیوں نہیں؟ اگر ہم گنہگار نہ ہوتے تو اس کی مکمل تابعداری کرتے۔ ہم اس لئے مقروض ہیں کہ ہم اس کا حل نہیں مانتے۔ چر دھری صاحب، جب گاؤں میں کوئی شخص شرارت کرتا ہے تو آپ اسے پکڑ لیتے ہیں۔ آپ اسے کہتے ہیں کہ "تم نے یہ کیوں کیا؟" وہ کیا جواب

دیتا ہے؟

نبودار: وہ لپکتا ہے اور کہتا ہے "میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

یوسف: اسی طرح خد ہم سے پوچھتا ہے کہ ہم کہتے ہیں "ہم غلطی پر نہیں ہیں، ہم نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ لیکن ہمارے اپنے افعال ہی ہمیں مجرم بناتے ہیں۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کی تابعداری کرنی لازم تھی۔ ہمیں مکمل راست بازی سے چلنا چاہیے۔ خد ہم سے پوچھ رہا ہے کہ کیا اب بیلو عاتہ رہائی کیلئے شروع ہوتی ہے۔

مسیح: "اے ہمارے باپ، اقوم آسمان پر ہے۔ پیرا نام پاک مانا جائے۔"

یوسف: میرے دوستو، ذرا غور کرو۔ ہم یوں دعا نہیں کر سکتے کہ "ہم تیرے نام کو پاک بناتے ہیں۔" اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خدا کے نام کو پاک بناتے ہیں بلکہ ہم یوں دعا کرتے ہیں کہ "پیرا نام پاک مانا جائے۔" ہم خدا کے نام کو کیسے پاک مانتے ہیں۔

عبد: اچھے معلوم نہیں۔

یوسف: عبد، یہ تو بہت آسان سی بات ہے۔ خدا پاک ہے۔ اس لئے وہ پاکیزگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا نام صرف اس وقت ہی پاک مانا جاتا ہے جب کہ اس کی مخلوق اس کے حضور پاکیزگی پیش کرتی ہے۔ یعنی اس کی مکمل تابعداری کرتی ہے۔

عبد: لیکن ہم یہ نہیں کر سکتے۔

یوسف: یہ ٹھیک ہے۔ کسی کو ہمارے لئے یہ کرنا ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح خد کی طرف سے آیا تاکہ خدا کے حضور مکمل تابعداری پیش کرے۔

نبودار: اسے سمجھنا قدرے مشکل ہے آپ مہربانی سے اسے پھر بیان کریں۔

یوسف: مسیح خد کی طرف سے آیا تاکہ خدا کے حضور مکمل تابعداری پیش کرے۔ میرے دوستو، مسیح ہمارے خدا کے حضور قربانی پیش کرتا ہے۔ وہ قربانی مکمل تابعداری کی قربانی ہے۔ لیکن یہ بہت مشکل قربانی ہے۔ گناہ اس دنیا میں موجود ہے۔ گناہ تابعداری کی مخالفت کرتا ہے۔ مسیح مکمل تابعداری میں چلنے کے لئے آیا۔ لیکن پولس رسول کہتا ہے مسیح "یہاں تک فرما بزدل رہا کہ موت جلدیسی موت گوارا کی۔" یہ گناہ کی وجہ سے ہوا۔ اس مکمل تابعداری کی قربانی کا انجام موت ہے۔ یہ ہے مذبح کی تشکیل کا مطلب۔ مسیح کا ہمیں اور قربانی دونوں ہے۔ مسیح ہماری خاطر اپنے آپ کو بطور قربانی پیش کرتا ہے۔ اب ہم اسے ایک دوسرے درخ سے دیکھیں۔ اہم بات یہ نہیں کہ یہ مارجیر کہ وہ کس طرح مرا۔

عبد: یوسف صاحب مجھے تو بالکل سمجھ نہیں آئی۔

کونہ سے موت پیدا ہوتی ہے۔ شیطان کی کوشش تھی کہ مسیح کسی طریقے سے نافرمانی کرے۔ یہی کچھ اس نے خواہ کے ساتھ کیا تھا اور یہی کچھ وہ مسیح کے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ میان جنگ سے دینا ہے۔ شیطان کے پاس دو ہتھیار ہیں۔ پہلا آزمائش، اس نے مسیح کو زنا مارا دوسرا فرمانبرداری کو مشکل بنا دیا ہے۔ وہ مسیح کو کہتا ہے "اگر تم فرمانبرداری پر قصد رہے تو میں فرمانبرداری کے راستہ کو صلیب تک پہنچا دوں گا"۔ یہ ہیں شیطان کے ہتھیار۔ مسیح اس لڑائی میں ان دونوں کا مقابلہ فرمانبرداری کے ہتھیار سے کرتا ہے۔

مذکورہ: یہ قومیت عجیب و غریب جنگ ہے۔  
یوسف: اب تک یہ عجیب ہے، لیکن یہ زمانوں کی لڑائی ہے۔ یہ ایک عظیم ترین جنگ ہے شیطان کہتا ہے کہ "اگر تم فرمانبرداری کے راستے پر چلو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور میں جیت جاؤں گا"۔

عبدو: لیکن وہ جیتا نہیں۔ مسیح فتح مند ہوا۔

یوسف: یہ بالکل درست ہے۔ عبدو ۱: ۵۴-۵۵ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) "موت فتح کا ثقفہ ہو گئی۔ اسے موت تیری فتح کہاں رہی؟ اسے موت تیرا ڈنک کہاں رہا؟ موت کا ڈنک گناہ ہے اور گناہ کا زور شریعت ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند مسیح کے وسیلے سے ہم کو مستحیض بناتا ہے"۔

یوسف: بیسٹم تم برائیوں ۱۲: ۱۵-۱۶ پڑھو۔

بیسٹم: (پڑھتا ہے) "پس جس صورت میں کوڑے کے خون اور گوشت میں شریک ہیں تو وہ خود بھی ان کی طرح ان میں شریک ہو جاتا کہ موت کے وسیلے سے اس کو جیسے موت پر قدرت حاصل تھی۔ یعنی ابلیس کو تباہ کر دے اور جو عمر بھر موت کے ڈر سے غلامی میں گرفتار رہے انہیں چھڑا دے"۔

یوسف: پھر ہم کلیسیوں کے نام خط میں پڑھتے ہیں "اسی نے ہم کو تاریکی کے قبضہ سے چھڑا کر اپنے عہد بڑی کی بادشاہی میں داخل کیا، جن میں ہم کو غلطی یعنی گناہوں کی معافی حاصل ہے"۔ چنانچہ میرے دوستو۔ تیسری نیل میدان جنگ کی ہے۔ یہاں بہت بڑی جنگ لڑی جاتی ہے۔ مسیح فتح مند ہوتا ہے۔ پس میں بھی پولس کے ہم زبان ہو کر کہنا چاہتا ہوں خدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند مسیح کے وسیلے سے ہم کو فتح بخشتا ہے"۔

یوسف: فرض کرو مسیح بلاخانہ میں پطرس سے کہتا کہ "یہ ہوداہ عتد ہے، اس لئے اسے قتل کر دو"۔ پطرس اپنی تلوار کھینچتا اور اسے تکی کر دیتا۔ پھر مسیح وہاں سے بھاگنے کا پروگرام بنانا وہ سب بھاگ جاتے۔ رات بیت عیناہ میں رہتے۔ دوسرے دن بریجہ کی طرف چل پڑتے۔ اس اثنا میں سردار کاہن کو خبر مل جاتی کہ مسیح اور اسکے شاگرد بھاگ گئے ہیں۔ وہ اپنے پیاہی ان کے تعاقب میں بھیجتا۔ پیاہی مسیح اور شاگردوں کو بریجہ کی سڑک پر گھیر لیتے۔ وہاں لڑائی شروع ہو جاتی۔ شاگرد بہادری سے لڑتے کچھ مر جاتے۔ کچھ زخمی ہوتے۔ پیاہی بھی مرتے اور زخمی ہوتے۔ مسیح بھی لڑائی کے دوران مارا جاتا۔ اب عبدو، اگر ایسا ہوتا تو کیا مسیح کی موت ہماری نجات کا باعث ہوتی؟ اس طرح مسیح مرنا تو بھی ہمارے نجات کا باعث نہ ہوتا۔ اہم بات یہ نہیں ہے کہ مسیح مر گیا۔ بلکہ وہ کس طرح مر گیا۔ اس لئے ایسا کرنا مکمل تابعداری کی تالی پیش کرے۔ یہی اس قسم کی تابعداری کی علامت ہے۔ مسیح نے تابعداری کی خاطر موت ہی۔ وہ خوشی خوشی موت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ موت مکمل طور اس لئے بڑھا۔ کیونکہ مکمل تابعداری کی قربانی پیش کرنے کا صرت یہی طریقہ تھا۔ اس طریقے سے خدا کا نام پاک مانا جاتا ہے۔ خدا مسیح میں ہو کر خود اپنے نام کو پاک کرتا ہے۔ عبدو ۱۱: ۱۵-۱۶ پڑھو۔

عبدو: (پڑھتا ہے) ہر ایک کاہن تو کھڑا ہو کر ہر روز عبارت کرتا ہے اور ایک ہی طرح کی قربانیاں بار بار گزرتی رہتی ہیں جو گزرتی ہیں۔ لیکن یہ شخص ہمیشہ کے لئے نئی ہوں کے واسطے ایک ہی قربانی گزارا کہ خدا کی دہم کی طرف جا بیٹھا اور اسی وقت سے منتظر ہے کہ اس کے دشمن اس کے پاؤں تلے کی چوکی بنیں۔ کیونکہ اس نے ایک ہی قربانی چڑھانے سے ان کو ہمیشہ کے لئے مکمل کر دیا ہے جو پاک کئے جاتے ہیں"۔

یوسف: پڑھنا ہم نام میں لوگ ایک بے عیب دے داغ جانور لاتے تھے یہ پاک دیے عیب جانور خدا کے حضور پاکیزگی کی قربانی کے طور پر نذر کیا جاتا تھا، جو کہ انسان خود پیش نہیں کر سکتا یہ جانور بظاہر کرتا تھا کہ مسیح کی قربانی کو پیش کرتا ہے۔ پھر مسیح آیا۔ مسیح نے برے کی قربانی نہیں دی۔ اس نے خود اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ وہ پاک اور بے عیب ہے۔ خدا پاکیزگی چاہتا ہے۔ خدا مسیح میں ہو کر خود اپنے حضور قربانی گزارتا ہے۔

مذکورہ: یوسف صاحب، یہ خیالات تو بڑے وسیع اور گہرے ہیں۔

یوسف: میرے دوستو، یہ تو محض ابتداء ہے۔ ہم صرت اس کا کچھ حصہ ہی سمجھ رہے ہیں۔ اب تک ہم نے شریعت کی عدالت اور مذبح کی تمثیل پر غور کیا ہے۔ لیکن اب میرے دوستو، تم تیسری تمثیل پر غور کریں۔ تیسری تمثیل یہ ان جنگ کی ہے۔ شیطان گناہ اور موت چاہتا ہے۔ وہ جانتا ہے

## بحث و تمحیص کے لئے سوالات

- ۱۔ یوسف نے جو ڈرامہ لکھا، اس کے افراد کس کس کو ظاہر کرتے ہیں؟
- ۲۔ یوسف کی ہر کیسی بیان کرتا ہے؟
- ۳۔ مذہب پرست اور گنہگار کیسے کہتے ہیں؟
- نہ۔ نبرد ار کا جواب کیوں کافی نہیں ہے؟
- ۵۔ محبت کیوں کافی نہیں ہے؟
- ۶۔ خدا ایک ہی وقت میں قدوس اور محبت کیسے ہے؟
- ۷۔ ہمارے سامنے کون سی دو باتیں ہیں جنہیں ہم چن سکتے ہیں؟
- ۸۔ اگر ہم خدا کے پیار کو قبول کر لیں تو کیا ہوگا؟
- ۹۔ اگر ہم خدا کے پیار کو ٹھکرا دیں تو کیا ہوگا؟
- ۱۰۔ مخلصی کی تین مشکلات کون سی ہیں؟
- ۱۱۔ عدالت کی تشکیل بیان کریں؟
- ۱۲۔ قیمت ادا کرنا کیوں ضروری ہے؟
- ۱۳۔ مذبح کی تشکیل بیان کریں؟
- ۱۴۔ وہ کونسا قسم ہے جو ہم ادا نہیں کر سکتے؟
- ۱۵۔ میدان جنگ کی تشکیل بیان کریں؟
- ۱۶۔ شیطان کون سے دو اختیار استعمال کرتا ہے؟
- ۱۷۔ وہ کونسا اختیار ہے جو مسیح استعمال کرتا ہے؟

### خلاصہ سبق

خدا یحییٰ ہو کر گناہ کی قیمت ادا کرتا ہے۔ خدا مسیح ہیں ہو کر فرمانبرداری کی سکل قربانی گزارتا ہے۔  
خدا مسیح ہیں ہو کر گناہ اور موت پر غالب آتا ہے۔

### مقولہ

خدا نے صلیب مہیا کی تاکہ انسان خدا تک پہنچ سکے۔

سبق نمبر ۲۰

## باپ کے حقیقی فرزند

(خدا کی قدوس محبت اور ہمارا جواب)

سلاوت کے لئے: ۱۵: ۲۰-۳۲؛ ۱-۱۱۔ کرنتھیوں باب ۱۳، متی: ۵: ۴۴-۴۵؛ ۹: ۱۴-۱۵  
تفصیل سبق: خدا قدوس ہے اور خدا محبت ہے۔ پاکیزگی عدل اور راستبازی کا مطالبہ کرتی ہے۔ محبت دم اور معافی کی تلاش میں رہتی ہے۔ خدا نے یہ دونوں کام کئے۔ یہ اُس نے مسیح کی صلیب پر کئے۔ اس کے بعد خدا ہم سے کیا توقع رکھتا ہے؟ اس ڈرامہ میں جو یوسف نے لکھا، ہم نے دیکھا تھا کہ باپ نبرد ار کا بہن سے کہتا ہے کہ خدا تین چیزیں چاہتا ہے۔ وہ ایسا بیٹا چاہتا ہے جو اُسے قبول کرے اور اس کے پیار کا جواب پیار سے دے صرف بیٹے کی کہانی میں دونوں بیٹوں کو پرنا چاہئے تھا خدا رفاقت کو بحال کرنا چاہتا ہے۔ یہ صرف اُس وقت ہی ممکن ہے جب ہم خدا کو جائیں اُسے قبول کریں اور اس کے پیار کا جواب پیار سے دیں۔

خاکہ:

### باپ کے حقیقی فرزند

- ۱۔ ہمیں خدا کی قدوس محبت کو جاننا ہے۔  
(۱) بڑے بیٹے کے لئے اُس نے رفاقت کا راستہ کھول دیا۔  
(۲) چھوٹے بیٹے کو باپ نے مفت معافی دی۔
- ۲۔ ہمیں خدا کی قدوس محبت کو قبول کرنا ہے۔  
(۱) چھوٹے بیٹے کو توبہ کرتے ہوئے صفائی اور بحالی قبول کرنی ہے۔  
(۲) بڑے بیٹے کو فروتن بن کر اپنے باپ کے ٹکڑے اٹھانے کی ذمہ داری کو قبول کرنا ہے۔
- ۳۔ ہمیں خدا کی قدوس محبت کا جواب محبت سے دینا ہے۔  
(۱) چھوٹے بیٹے کو شکر گزاری کا مطالبہ کرنا ہے۔  
(۲) بڑے بیٹے کو اپنے باپ اور چھوٹے بھائی سے محبت رکھنی ہے۔



## منظر نمبر ۲۰

ڈرامہ کے افراد :- یوسف صاحب

عبدو

لیٹ

نبردوار

(یوسف میٹنگ میں بیٹھا پڑھ رہا ہے)

یوسف : "اے عزیز! آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے اور جو کوئی محبت رکھتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے اور خدا کو مانتا ہے۔ جو محبت نہیں رکھتا وہ خدا کو نہیں مانتا۔ کیونکہ خدا محبت ہے۔ جو محبت خدا کو ہم سے ہے وہ اس سے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اس کے سبب سے زندہ رہیں"

(لیٹ اور عبدو آتے ہیں)

یوسف : خوش آمدید میرے دوستو۔

عبدو : آداب عرض یوسف صاحب۔ آج سارا دن ہم اس میٹنگ کا انتظار کرتے رہے ہیں۔ آپ نے میری مہربانی کو بڑی اچھی طرح بیان کیا ہے۔ اُس دن جو ہم نے ڈرامہ کھیلا تھا وہ نہایت ہی سبق آموز تھا۔

لیٹ : میں نے بھی نوکر کا پارٹ بڑی اچھی طرح ادا کیا تھا۔ کیوں کیا خیال ہے؟

نبردوار : (داخل ہوتا ہے) میرے دوستو آداب عرض۔

سب : آئیے آئیے چودھری صاحب۔ مزاج بخیر؟

یوسف : آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔

نبردوار : یوسف صاحب میں تو آج اس میٹنگ کا بڑی شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے فوراً شروع کریں۔ آج کا مضمون کیا ہے؟

یوسف : کیا کسی کو یاد ہے کہ باپ اپنے بیٹے سے کیا چاہتا تھا؟

نبردوار : وہ چاہتا تھا کہ وہ اندر آئے اور دنیا فٹ میں شریک ہو۔

یوسف : بے شک، لیکن درحقیقت وہ کیا چاہتا تھا؟ اُس نے کیا کہا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے؟

عبدو : ادب! مجھے یاد آیا۔ وہ ایسا بیٹا چاہتا تھا جو کہ اُسے قبول کرے اور اس کے پیار کا جواب پیار سے دے۔

یوسف : عبدو تمہارا جواب قریب قریب ٹھیک ہے۔ تم نے صرف ایک بات چھوڑی ہے۔ باپ اپنے

بیٹے سے تین باتیں چاہتا تھا۔ وہ ایسا بیٹا چاہتا ہے جو کہ اُسے جانے لے قبول کرے اور اس کے پیار کا جواب

پیار سے دے۔ لیٹ : اب تم بتاؤ وہ کیا چاہتا تھا؟

لیٹ : وہ ایسا بیٹا چاہتا تھا جسے جانے قبول کرے اور پیار کا جواب پیار سے دے۔

یوسف : شاباش لیٹ۔ اچھا چودھری صاحب کیا باپ چھوٹے بیٹے سے بھی یہی توقع نہیں رکھتا تھا؟

نبردوار : یقیناً وہ اپنے چھوٹے بیٹے سے بھی یہی کچھ چاہتا تھا۔

یوسف : اچھا اب ہم اس بات پر غور کریں گے کہ دونوں بیٹوں کو باپ کے پیار کو جاننے، قبول کرنے اور اس

کا جواب پیار سے دینے کے لئے کیا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن لیٹ میاں، چھوٹے بیٹے کو کہہ دوں

بیٹے کون ہیں؟

لیٹ : (دھماکے آکر) مجھے تو معلوم نہیں۔

یوسف : کوئی بات نہیں۔ اس دفتر میں ضرور جان جاوے گا۔ بڑا بیٹا مذہب پرست گنگا اور چھوٹا بیٹا غیر مذہبی

گنگا کو کون سا کہتا ہے۔

لیٹ : آپ کا کیا مطلب ہے؟ میں نہیں سمجھا۔ ایک آدمی مذہب پرست ہو کر گنگا کے کہے ہوئے کہتا ہے؟

یوسف : (کچھ انگریز کے ساتھ) کیا ابھی تک تمہیں سمجھ نہیں آئی، لیٹ؟ فریسی ہی مذہب پرست

تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے مسیح کو صلیب دیا۔ مذہبی لوگوں میں تکبر، خود ساختہ استغناء

اور حسد کا لگاؤ ہوتا ہے۔ غیر مذہبی لوگوں میں شراب نوشی، زنا کاری اور قتل جیسے گناہ ہوتے ہیں۔

وہ دونوں گنگا کہتے ہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ دونوں معافی پائیں اور خدا کے خداؤں میں شریک

ہو جائیں۔

عبدو : لیٹ، میں یہ سب کچھ بعد میں تمہیں سمجھا دوں گا۔

نبردوار : لیٹ، یہ تو ڈرامہ میں صاف نظر آتا تھا۔ بڑا ادا کا مذہب پرست تھا۔ لیکن وہ گناہ گار تھا۔ اس نے

اپنے باپ پر حملہ کیا۔

لیٹ : ادب! اب مجھے یاد آگیا ہے

یوسف : اچھا اب ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ دونوں کس طرح اپنے باپ کے پیار کو جان سکتے، قبول کر سکتے اور اس

کا جواب محبت سے دے سکتے ہیں۔ بذراچھوٹے بیٹے پر غور کرو۔ وہ اپنے باپ کے پیار کو فخر و فتنہ

معلوم کرتا ہے۔

نبردوار : اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

یوسف : میرا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے پیار کو تین درجوں میں جانتا ہے۔ پہلا یہ کہ جب وہ دُور دراز

مکان میں تھا تو وہ اپنے باپ کے بارے میں سوچتا تھا کہ شاید میرا باپ مجھے کھانا دے اور اپنے

لوگوں میں رکھے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ بالکل بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ اسے اپنے کھانگے انہیں  
تھا۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اس کا باپ اس سے زیادہ اُسے پیار کرے گا۔  
نمبردار: لیکن وہ کرتا ہے۔

یوسف: بے شک، یہ دوسرا درجہ ہے۔ جب وہ گھر آتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہم دکان  
سے بھی زیادہ اس کا باپ اُسے پیار کرتا ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے مگر ساتھ ہی اپنے باپ کے  
عظیم پیار کو دیکھ کر شرمندہ بھی ہوتا ہے۔

عبدو: اور تیسرا درجہ کیا ہے؟

یوسف: میں ابھی بتاتا ہوں۔ پھر وہ اپنے باپ کے گھر میں رہتا ہے اور اس کی خدمت کرتا ہے لیکن جتنا  
زیادہ عرصہ وہ وہاں رہتا ہے اُسے اتنا ہی زیادہ پتہ چلتا جاتا ہے کہ اس کے باپ کا پیار کتنا  
گہرا اور وسیع ہے۔

بسیط: میں تو بالکل نہیں سمجھا۔

نمبردار: بسیط ہم بھی نہیں سمجھے۔ یوسف صاحب! اسے مہربانی سے پھر بیان کریں۔

یوسف: بیحد ہی صاحب، یہ تو بالکل سادہ اور آسان سی بات ہے۔ لڑکے کو اس بات کا  
بالکل اندازہ نہیں ہے کہ اُس نے اپنے کو کتنا دکھ دیا ہے۔ اس نے اپنے باپ کو مین طرح  
سے دکھ پہنچایا۔ اُس نے اپنے باپ کی موت سے پہلے ہی جائیداد کا مطالبہ کر دیا۔

نمبردار: ہاں اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ وہ اپنے باپ کو مردہ دیکھنا چاہتا تھا۔

یوسف: پھر اُس نے اپنے باپ کا گھر چھوڑ دیا۔ یعنی اس نے اپنے باپ کے پیار اور اس کی رفاقت کو قبول  
کرنے سے انکار کر دیا۔

عبدو: تیسرا کیا ہے؟

یوسف: تیسرا یہ کہ اُس نے اپنے باپ کی جائیداد کو جو اُسے درشتے میں ملی برباد کر دیا۔ جب وہ گھر آیا  
تو خالی ہاتھ تھا۔ جب وہ گھر آیا تو اُس نے ان باتوں کے بارے میں بالکل نہیں سوچا۔ اس  
نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اس کا باپ اپنے پیار کے قبول نہ کئے جانے کے باعث کتنا دکھ اٹھا  
رہا ہے۔ لیکن اب ذرا غور سے اس بات کو سنو۔ جتنا زیادہ عرصہ وہ اپنے باپ کے گھر میں  
رہے گا، اتنا ہی زیادہ اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اپنے باپ کو کتنا دکھ دیا ہے۔

نمبردار: اور اس طرح وہ اپنے باپ کے عظیم پیار کو اور بھی زیادہ سمجھتا جائے گا۔

یوسف: خدا آپ کے ذہن کو اور بھی روشن کرے، آپ نے درست کہا ہے۔ جتنا زیادہ وہ اپنے باپ  
کے پاس رہے گا۔ اتنا ہی زیادہ اُسے معلوم ہو گا کہ اس کے باپ کو اس کی خاطر کتنا دکھ اٹھانا

بڑا ہے لیکن میرے دوستو! یہی کچھ ہمارے بارے میں بھی صحیح ہے۔ جتنا زیادہ ہم خدا کے نزدیک ہوتے  
ہیں اتنا ہی زیادہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کچھ اور بنادت کتنی بڑی ہے۔ تب ہی ہمیں معلوم ہوتا  
ہے کہ خدا کو اس سے کتنا دکھ پہنچتا ہے اور خدا کا پیار کتنا عظیم ہے۔ اب ہم بڑے لڑکے پر  
غور کریں۔

عبدو: ہاں، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

یوسف: لیکن اس بات کا بھی خیال رکھو کہ غرور محبت کو قبول نہیں کرتا۔ جب جھوٹا لڑکا فروق بنا اس وقت  
ہی باپ کے گھر واپس آیا تھا۔ وہ معزور بن کر واپس نہیں آ سکتا تھا۔ صرف فروق ہی باپ کے پیار  
کو پہنچاتی ہے۔ اب ہم بڑے لڑکے پر غور کریں۔

عبدو: بہت اچھا جناب۔

یوسف: یہاں ہیں و قسم کی محبت ملتی ہے۔

نمبردار: اب میں سمجھا نہیں، آپ کا کیا مطلب ہے؟

یوسف: انسان کی محبت دوسروں کو خوش کرنا چاہتی ہے۔ الہی محبت دوسروں کی بہتری  
چاہتی ہے۔

عبدو: یوسف صاحب، اسے ذرا وضاحت سے بیان کریں اس کا سمجھنا قدرے مشکل ہے۔

یوسف: عبدو! اس کا سمجھنا اتنا مشکل تو نہیں ہے بڑی آسان بات ہے۔ اگر باپ اپنے لڑکے سے سادہ محبت ہی  
رکھتا تو وہ اُسے کہتا "میں نہیں میرے بیٹے، ناراض نہ ہو تم ضیافت چاہتے ہو۔ بہت اچھا۔ میں تمہاری  
خاطر بڑی شاندار دعوت کروں گا۔ تو امرعا، دس بندہ بکرے اور دو تین موٹے تازے بکھرے ذبح  
کروں گا۔ میں اس دعوت میں شہر کے معزز ترین آدمیوں کو مدعو کروں گا۔ میں گورنر کو بھی دعوت  
دوں گا۔ تمہاری تعریف میں ایک تقریر کروں گا۔ اب تو ناراض نہ ہو۔ تم نے واقعی بہت محنت

کی ہے۔ تم اس دعوت کے حقدار ہو"

بسیط: پھر تو وہ لڑکا بڑا خوش ہوتا۔

یوسف: لیکن کیا باپ نے یہی کچھ کیا؟

عبدو: نہیں۔

یوسف: اس طرح بڑا لڑکا اور بھی معزور ہو جاتا۔ وہ اور بھی زیادہ اپنے بھائی سے حقارت کرنے لگتا۔ وہ  
اپنے باپ کو بھی حقیر سمجھنے لگتا۔ وہ اور بھی زیادہ کوشش کرنے لگتا۔ کہ گھر کا مالک بن جائے۔

نمبردار: بے شک، بے شک۔

یوسف: لیکن باپ اس سے اس قسم کا پیار نہیں رکھتا۔ وہ اس سے قدس محبت رکھتا ہے۔ الہی محبت

کسی کو خوش کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ الہی محبت چلانے کی کوشش کرتی ہے۔



عبدو: ڈرامہ میں بھی باپ اپنے بیٹے کے لئے یہی کچھ کرتا ہے۔

جوستا، بے شک، بے شک۔ محبت کہتی ہے کہ ”محبوب خوش ہو جائے“ لیکن قدوس محبت کہتی ہے کہ ”محبوب پاک اور استباز بنے“! اکثر اوقات ہم خدا سے پہلی قسم کی محبت کے متوجہ ہوتے ہیں لیکن خدا کے پاس اس قسم کی محبت نہیں ہے۔ ہم پاک اور استباز بنائیں تو ہمیں بنا چاہیے۔ عام محبت خوش کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ لیکن الہی محبت بچانے کی کوشش کرتی ہے۔

مفتی: آپ کے الفاظ ہم پر گہرا عبید کھولتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ہم خوشی کی تلاش میں رہتے ہیں۔  
ہم غصی کی تلاش نہیں کرتے۔

یوسفؑ : میں جانتا ہوں میرے دوستو! لیکن یہ خدا کی پاک محبت ہے۔ ہمارے ڈرامہ میں بڑے لڑکے پر ایسا ہی پیار ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ ایسے پیار کا مشاہدہ کرتا ہے جو کہ میل ملاپ کی راہ کھول دیتا ہے۔ اب یہ اسکی مرضی ہے کہ اُسے قبول کرے یا نہ کر دے۔ "اس سے زیادہ محبت کو فی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دے دے"۔ ہمیں بھی میرے دوستو، خدا کی عظیم محبت کو جاننا چاہیے۔ یہیں اسے دونوں لڑکوں کی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ باپ اور کیا چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا کرے؟

عبداللہ: وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا اس کے پیار کو قبول کرے۔  
یوسف: بہت خوب۔

یوسف: بہت خوب۔

بیض : میں تو اس بات کو بالکل نہیں سمجھا۔ کیا کوئی محبت کو بھی رد کرتا ہے، کچھ لوگ مجھے بے وقوف کہتے ہیں، لیکن ایک اتو بھی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کوئی بھی محبت کو رد نہیں کرتا۔

یوسف: لیکن بسیط میاں، خدا کی محبتِ قدوس محبت ہے۔ ہم ایسی محبت چاہتے ہیں جو ہمیں تحفے دے اور جس حالت میں ہم ہوں، ویسے ہی چھوڑ دے۔ الہی محبت ایسی نہیں ہے۔ الہی محبت ہمیں تبدیل کر دے گی۔ ہم اپنی خودی کو چھوڑنا نہیں چاہتے ہم ایسی محبت چاہتے ہیں جو ہمیں تحفے دے اور جس۔ لیکن باپ یہ نہیں کرتا۔ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو اور پیسے دے کر وہاں دور دراز ملک کو نہیں بھیج دیتا۔ وہ اپنے بڑے لڑکے کو بھی مڑا تازہ پھیرا دے کر دوستوں کے پاس نہیں بھیجتا۔

بسیار ہاں ایہ تو ٹھیک ہے۔

یوسف: ہم میں خدا کی پاک محبت کو قبول کرتے وقت تین باتوں کا ہونا لازمی ہے۔ تو بہ، نکلنا ہوں گا، اصل جہاننا اور کمال ہم ان میں سے ہر ایک پر غور کریں۔ یہ لازم تھا کہ جھوٹا بیٹا تو بہ کرے۔ اب میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔

بیٹا اکھانی ابا کی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔

یوسف کسی آدمی کے پاس کھجوروں کا باغ منتقل اس میں بہت عمدہ کھجوریں لگتی تھیں۔ کھجوروں کے پکنے کا موسم آگیا وہ جانتا تھا کہ ہر سال کھجوریں اتاری جائیں گی۔ ایک دن وہ صبح بچے اپنے باغ میں گیا۔ اس نے ایک درخت پر نظر دوڑائی۔ گراس پر تو ایک کھجور بھی نہیں لگی تھی۔ لیکن درخت کے ساتھ ایک رقعہ بندھا ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا: "جناب! میں ایک غریب آدمی ہوں۔ میں نے آپ کی کھجوریں چرائی ہیں مجھے انھوں نے کہ آپ کی کھجوریں چرا رہا ہوں۔ میں اپنے کئے پر توبہ کرتا ہوں اور اس بات کے معافی مانگتا ہوں مجھے معاف کر دیں۔ پس اس آدمی نے اپنے دل میں سوچا "چلو معاف کر دیتے ہیں" دوسری صبح جہر باغ میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک دوسرے درخت سے بھی کھجوریں غائب ہیں اس درخت کے ساتھ بھی ایک رقعہ بندھا ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا: "جناب! میں نے آپ کی کھجوریں چرائی ہیں۔ مجھے انھوں نے اس دفعہ میں توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کبھی نہیں چراؤں گا۔ مجھے معاف کر دیں" اس آدمی کو غصہ ہوا کہ تو کیا میرا کئے پر توبہ کرتا ہوں۔ "چلو کوئی بات نہیں، جانے دو"۔

میسرے دن وہ صبح سویرے باغ میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ تیسرے درخت سے بھی کھجوریں غائب ہیں اور درخت کے ساتھ وہی رقعہ بندھا ہوا ہے۔ جہر اس آدمی نے اپنے دل میں کہا "میں یہاں چوکیدار بھٹاؤں گا اور ہر کوئی کہ پوچھیں کہ جو مالے کروں گا۔ وہ کہتا ہے کہ میں توبہ کرتا ہوں مگر وہ اسے یہاں نہ کر اور زیادہ چوری کرے گا۔ میں اسے جلی صبح دوں گا اور اسے اس وقت تک غلامی نہیں ملے گی جب تک کہ وہ ایک ایک کلوڑی ادا نہ کر دے"

لیٹا : یہ تو بہت اچھی کہانی ہے۔

عبدو : یوسف صاحب اب اس کا مطلب بھی یہی سمجھا دیں۔

یوسف: کھجوروں کا چور کہتا ہے کہ ”وہ تو بے کرتا ہے“ لیکن اس تو بے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا دل تبدیل ہو گیا ہے۔ اس قسم کی تو بے ہرگز تو بے نہیں ہے۔ جھوٹا لڑکا تو بے کرتا ہے اور واپس اپنے گھر لوٹ آتا ہے۔ وہ بالکل بدل گیا ہے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتا کہ ”میں تو بے کرتا ہوں“ مگر اس دور دراز ملک میں رہ کر سوچ رہا ہے۔ لیکن یہ تو بے بے معنی ہوتی ہے۔ ہم بھی اکثر تو بے تو کرتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔ ہم بے نہیں ہیں۔ ہم پھر وہی گناہ کرتے گئے ہیں۔ یہ تو بے نہیں ہے۔ یہ خدا کا مذاق اڑانا ہے جس طرح کہ اسی چور نے کھجور کے باغ کے مالک کا مذاق اڑایا۔

عبداللہ: پھر ویسی توبہ جیسی کہ آپ کہہ رہے ہیں کون کر سکتا ہے؟

یوسف مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم اسے مشکل سمجھے ہو۔ کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ ”سچی بننا آسان ہے“ لیکن میں تجھ کو اس کے ادراک کی توہ کے بارے میں کچھ اور بھی دیکھنا چاہیے۔ اس نے یقیناً یہ سوچا ہوگا



کہ اس کی قبر اس نقصان کو جو اس نے کیا ہے پورا نہیں کر سکتی۔ عہدہ، فرض کرو تمہارا لڑکا کھاس توڑ دیکھے اور اگر وہ یہ کہے کہ مجھے افسوس ہے " تو کیا اس کے یہ کہنے سے گلاس دوبارہ بڑا سکتا ہے؟ عہدہ، ہرگز نہیں۔

یوسف: میری حال ہماری قبر کا ہے۔ میں مزدور قبر کرنی چاہیے، لیکن اس سے ہمارے کٹے کی تلافی نہیں ہوتی۔ چھوٹا لڑکا قبر کرتا ہے اور اپنے باپ کے پاس واپس لوٹ آتا ہے کیا اس طرح وہ نقصان جو اس نے کیا پورا ہو جاتا ہے؟

نبردوار: نہیں۔

یوسف: کیا اس طرح اس بے عزتی کی، جو اس نے اپنے باپ کی کٹی تلافی ہو جاتی ہے؟ عہدہ، ہرگز نہیں۔

یوسف: چنانچہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہوئے گھر آتا ہے کہ اس میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ وہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ اپنے باپ کے پیار کو قبول کرنے کے لئے یہ سب سے پہلی چیز تھی جو اسے کرنی تھی۔ تب ہی اس کے باپ نے اسے پاک صاف کیا کیا یہ اس کی اپنی فحش کا نتیجہ تھا؟

سیتھا: نہیں نہیں، یہ اس کے باپ نے کیا۔

یوسف: لڑکے کا تو یہ خواب تھا کہ وہ ایک شاندار گھوڑے پر سوار ہو کر گھر واپس جائے۔ وہ گاؤں کے سرکردہ لوگوں کے لئے بیش قیمت تحائف لے جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی انتہائی قیمتی تحفے لے جانا چاہتا تھا تاکہ وہ اس کا مذاق اڑا سکے۔ وہ اسے کہے "تمہارا خیال تھا کہ میں جا بڑا کا حصہ لے کر غلطی کر رہا ہوں۔ اب تو تمہارا منہ بند ہو گیا ہو گا۔ ذرا اس ساز و سامان پر غور کرو جو میں لایا ہوں۔ میرے پاس تم سب سے زیادہ مال و دولت ہے۔ اب کیا کہتے ہو؟

عہدہ: یقیناً وہ ہی خواب دیکھ رہا تھا۔

یوسف: لیکن اسے اپنا غرور چھوڑنا لازمی تھا۔ اسے اپنے باپ سے معافی قبول کرنی تھی۔ اسے اس بات کا اقرار کرنا پڑا کہ وہ اپنی مدد آپ نہیں کر سکتا۔ مگر اسے ایک اور بات بھی قبول کرنی تھی۔

نبردوار: وہ کیا تھی؟

یوسف: اسے بحالی بھی قبول کرنی تھی۔ اس کا باپ کہتا ہے کہ وہ اسے پھر اپنا بیٹا بنائے گا۔ باپ اسے بیٹے کے درجے پر بحال کرنا چاہتا ہے۔

سیتھا: بے شک، وہ بحالی قبول کرے گا۔

یوسف: نہیں سیتھا، یہ اتنا آسان نہیں ہے۔

سیتھا: آپ کا کیا مطلب ہے؟ مجھے تو یہ بہت آسان نظر آتا ہے۔ یوسف: لیکن اسے قبول کرنے کی نیت مفروضہ آسان ہے۔ پھر وہ اپنے باپ سے اس طرح کہتا "میں نہیں آتا ہوں، میں اس عزت کو قبول نہیں کر سکتا۔ اب میں بہت فروتن بن گیا ہوں کسی زمانہ میں بہت مغرور تھا اس وقت میں اتنا مغرور تھا کہ میں اپنے باپ سے کام نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اب تو میں آپ کے پاس بہت فروتن بن کر آیا ہوں۔ میں کھیتوں میں کام کروں گا۔ میں دوسرے مزدوروں کے ساتھ سارا دن ہل چلاؤں گا۔ اب میں ایک فروتن آدمی بن گیا ہوں۔ آپ بس مجھے اپنا نوکر بنالیں۔"

عہدہ: قواس میں کیا برائی ہے؟

یوسف: اگر تم اس پر ذرا سوچ بچار کرو تو یہ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ یہ دنیا میں سب سے مغرور آدمی کی تعریف ہے۔ ایسا آدمی اپنی فروتنی پر فخر کرتا ہے۔ اس قسم کے مغرور آدمی کے لئے بہت کم امید ہوتی ہے۔ عہدہ: بہت فروتن آدمی ہی ایسی عزت کو قبول کر سکتا ہے، جس کا وہ مستدار نہیں ہوتا ہے۔ یہی کچھ چھوٹے بیٹے کو کرنا پڑا۔ ہر شخص جانتا تھا کہ وہ اس عزت کا مستدار نہیں ہے۔ ضیافت میں شریک مہمان جانتے تھے کہ وہ چھپے کپڑوں میں گھس آیا تھا۔ اب اسے بیٹے کے درجے پر بحال کیا جا رہا ہے۔ اب اگر وہ نہایت ہی فروتن اور شکستہ دل ہے۔ تب ہی وہ اسے قبول کر سکتا ہے اور ساتھ ہی اسے اپنی قبر کو بھی دھیان میں رکھنا لازمی ہے۔

نبردوار: اس کا کیا مطلب ہے؟

یوسف: اب وہ اس طرح کہہ سکتا ہے "ہاں، جب میں گھر آیا تو خالی ہاتھ تھا۔ میرے کپڑے بھی گدے اور مجھے ہوسے تھے۔ لیکن میری قبر پر بھی غور کرو اس کا کتنا اچھا نتیجہ نکلا۔ وہ جو میں نے لوگوں کے سامنے گواہی دی تھی وہ کتنی شاندار تھی۔ لوگ میری قبر اور فرشتوں سے کہتے متاثر ہوئے تھے۔ میری جیسی شاندار قبر شاید ہی کسی نے کی ہو۔"

نبردوار: تو اس میں کیا برائی ہے؟

یوسف: میرے دوستو، میں ایک مغرور انسان کی آواز ہے۔ ہم اپنی فروتنی پر فخر کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی قبر پر بھی فخر کر سکتے ہیں، شیطان بہت ہوشیار ہے۔ وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے کہ میں فخر کرنے کیلئے لگتا ہوں۔ مغرور ہی کی بدولت ہم شیطان کی خدمت کرنے لگے۔ جی مغرور ہمیں تباہ کر دیتا ہے۔ اس سے پہلے کہ چھوٹا بیٹا اپنے باپ کے پیار کو قبول کرے، اسے ان تمام باتوں کو چھوڑنا ہے۔

عہدہ: ہم سب سے نہایت ہیں۔ ہم سب اسی طرح کرتے ہیں۔

یوسف: (کچھ سوچ کر) بے شک عہدہ، میں جانتا ہوں۔ لیکن اب بڑے بیٹے کے بارے میں سوچو۔ اسے اپنے باپ کے پیار کو قبول کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

بسیط: یوسف صاحب! ہمیں کیا معلوم۔ مہربانی سے آپ ہی بیان کریں۔  
یوسف: بڑے سچے کو یہ جانتا لازمی ہے کہ اس نے اپنے باپ کو دکھ دیا ہے۔ جب تک وہ اس بات کو نہیں

نہیں کرتا وہ اپنے باپ کی پاک محبت کو قبول نہیں کر سکتا۔ اپنے اس ڈرامے کے متعلق سوچو۔ درحقیقت باپ کو سچے کو مارنا چاہیے تھا، مگر بیٹا باپ کو مارتا ہے۔ اُسے اس بات کو محسوس کرنا اور اس کا اقرار کرنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر وہ اپنے باپ کے پیار کو قبول نہیں کر سکتا۔  
بسیط: صحیح یہ تو بہت مشکل بات ہے۔ میں تو بالکل نہ سمجھا۔

عبدالوہاب: ذرا جھجھکا ہٹ سے (تم تو ساری عمر بھی اسے نہیں سمجھ سکو گے۔  
یوسف: عبدالوہاب! تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہیے۔ بسیط ذرا اس پر کافی سوچ بچار کرو تو تمہیں خود بخود سمجھ آ جائے گی۔ بسیط: اب ذرا غور سے سنو۔ ہم کہتے ہیں کہ ”میرے گناہوں کی خاطر مرا“ کیوں ”درست“

ہے نا؟

بسیط: جی ہاں۔

یوسف: اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے گناہوں نے اسے مار دیا۔

بسیط: (دآہستہ آہستہ اور سوچتے ہوئے ان الفاظ کو دہراتا ہے) ایت ہمارے گناہوں کی خاطر مرا ہمارے گناہوں نے اسے مار ڈالا۔ ہاں، بے شک یہ درست ہے۔

عبدالوہاب: لیکن یوسف صاحب! ہم نے مسیح کو نہیں مارا۔ بہت عرصہ ہو گیا، یہودیوں نے اسے مار ڈالا تھا۔ یوسف: بچہ دھری صاحب! اگر میرے گناہوں نے اسے نہیں مارا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ میرے گناہوں کے بدلے نہیں چڑھا۔

عبدالوہاب: آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟

یوسف: اسے بیان کرنا ذرا مشکل ہے، لیکن میں کوشش کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ڈرامے میں بڑا بیٹا اپنے آپ کو گھر میں سب سے بڑا بنانا چاہتا تھا۔

عبدالوہاب: بے شک، مجھے یاد ہے۔

یوسف: اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت تک گھر کا سربراہ نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ اس کا والد

زندہ ہے۔ لیکن درحقیقت وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کا باپ مر جائے۔

عبدالوہاب: ہاں یہاں تک تو میں سمجھتا ہوں۔ وہ اپنے باپ کی موت کو چاہتا تھا۔

یوسف: اب ذرا اس بات پر غور کرو کہ کیا یہ خدا کا حق نہیں ہے کہ اسے ہر ایک زندگی میں اول درجہ ہے؟

عبدالوہاب: بے شک، یہ اس کا حق ہے۔

یوسف: خدا کا یہ حق ہے کہ ہماری سوچ، ہمارے احساسات اور ہماری خواہشات میں اس کا درجہ اول

ہو۔ لیکن کیا ہم اسے اول درجہ دیتے ہیں یا اپنے آپ کو؟

عبدالوہاب: نہیں اور حقیقت ہم اپنے آپ کو اول درجہ دیتے ہیں۔ ہر شخص پہلے اپنی ہی خدمت کرتا چاہتا ہے۔

یوسف: (بڑی سنجیدگی سے) چودھری صاحب! ٹھیک ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے خدا کی جگہ لے لی ہے۔ یعنی ہم چاہتے ہیں کہ خدا مر جائے۔ ہم اپنے غرور کی وجہ سے اس کی موت چاہتے ہیں۔ اولیت اس کا حق ہے۔ لیکن ہم اپنی زندگیوں میں خود اول رہنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل کی گہرائیوں میں یہ خواہش چھپی ہوئی ہے کہ خدا مر جائے۔

عبدالوہاب: لیکن کوئی شخص بھی اس طرح سوچتا تو نہیں ہے۔

یوسف: بے شک آپ نے درست فرمایا ہے۔ میں اس بات کو جانتا ہوں۔ تو بھی ہم یہی کچھ چاہتے ہیں۔ اچھا اب ہم آگے بڑھیں۔ مسیح ہمیں اس سے بچانے کے لئے آیا۔ یہ ہے دینا کا وہ گناہ جسے اٹھانے کے لئے وہ آیا۔ کچھ میں بھی یہ غرور ہے۔

بسیط: میری سچ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔

یوسف: عبدالوہاب! بسیط سے ناراض نہ ہو۔ بسیط! جو کچھ باپ نے ضیافت میں کہا، تمہیں یاد ہے نا؟

بسیط: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

یوسف: اس نے کہا کہ وہ ایک ایسے شخص کی طرح دکھ اٹھا رہا ہے جس کی محبت کو ٹھکرا دیا گیا ہو۔ تمہیں

یاد ہے نا؟

بسیط: جی ہاں! مجھے یاد ہے۔

یوسف: اچھا اگر بڑا لڑکا اپنے باپ کو مارنے کے بعد بھی معذور اور سرکش رہے اور اپنے باپ سے

میل ملا نہ کرنا چاہے تو؟ اگر وہ اپنے باپ کے دکھ اٹھانے کے بعد بھی بیٹا بننے کے لئے تیار

نہیں ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟

بسیط: اس کے باپ کو بہت افسوس ہو گا۔

یوسف: اسے صرف افسوس ہی نہیں ہو گا۔ بسیط! بلکہ اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ وہ اب بھی اس آدمی

کی طرح دکھ اٹھائے گا جس کی محبت کو ٹھکرا دیا گیا ہو۔

بسیط: بے شک، بے شک۔ ایسا ہی ہو گا۔

یوسف: ہم سب کا حال یہی ہے۔ جب ہم اپنی زندگیوں میں اپنے آپ کو اول درجہ دیتے ہیں تو خدا بھی

اسی طرح دکھ اٹھاتا ہے۔ اس نے میل ملاپ کا راستہ کھول دیا ہے۔ اگر ہم اسے قبول کر لیں تو پھر ہم

خدا کو اپنی زندگی میں اول درجہ دے سکیں گے اور جب ہم اسے قبول نہیں کرتے تو خدا کا دل



لوٹ جاتا ہے یعنی میری اور تمہاری عبادت اُسے دکھ پہنچاتی ہے۔ وہ اب بھی باپ ہے۔ اگر ہم اُس بڑے کام کو کرنے کے باوجود بھی جو اُس نے ہمارے لئے کیا، اُسے قبول نہیں کرتے تو یقیناً اسے دکھ ہوتا ہے اور اس دکھ کا باعث ہم لوگ ہی ہیں۔

شہزاد: یوسف صاحب، یہ سخت الفاظ ہیں۔

یوسف: بے شک ہیں، لیکن اگر ہم اس بات کو قبول کر لیں گے تو بچ جائیں گے، میرے دوستو! ہمیں خدا کی پاک محبت کو ضروری جاننا اور قبول کرنا چاہیے۔ لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ اسکی قدس محبت جسم کرنے والی آگ ہے۔

عبدالو: دھڑکی دہر سوچنے کے بعد، پھر ہم کس طرح اسکی محبت کا جواب محبت سے دے سکتے ہیں؟

یوسف: عبدالو، یہی وہ قسری بات ہے جس پر اب ہم غور کریں گے، اگر ہم اس کے پیار کا جواب پیار سے نہیں دیتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اُسے قبول ہی نہیں کیا ہے۔ اگر ہم اُسے قبول کر لیں گے تو اسکی محبت کا جواب دینے بغیر نہیں رہیں گے۔ آؤ اب ہم پھر ان دونوں بیٹوں پر غور کریں۔ چھوٹا بیٹا اب اپنے باپ کی خدمت شکرگزاری کے ساتھ کرے گا۔

بسیط: یقیناً وہ کرے گا۔

یوسف: لیکن بسیط، ذرا دھیان سے سنو۔ بیٹا اپنے باپ کی خدمت کرے گا، کیونکہ باپ پہلے ہی اس کے لئے بہت کچھ کر چکا ہے۔ اب وہ اس لئے خدمت نہیں کرتا کہ ان کا باپ اس خدمت کے عوض اس کے لئے کچھ کرے گا۔

عبدالو: آپ کے خیالات کچھ گہرے ہیں۔ ہم انہیں سمجھ نہیں سکتے۔

یوسف: لیکن وہ تو بہت سادہ ہیں۔ اچھا اب ذرا غور سے سنو، کیا بیٹا اس لئے اس کی خدمت کرتا ہے کہ

ایک نہ ایک دن اس کا باپ اُسے قبول کرے گا؟

عبدالو: نہیں۔ اس کا باپ تو اُسے پہلے ہی قبول کر چکا ہے۔

یوسف: لڑکے نے یہی سوچا تھا اگر وہ ایک نوکر کی حیثیت سے کام کرے تو شاید کسی دن باپ اُسے قبول کرے

گا لیکن جب وہ گھر پہنچا تو اُسے اس بات پر بڑی ذراحت محسوس ہوئی، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جو کچھ اُس

نے کیا ہے وہ اس کی کافی کبھی نہیں کر سکتا۔ لیکن اب وہ پورے دل سے اپنے باپ کی خدمت

کرے گا، کیونکہ باپ اس کے لئے پہلے ہی بہت کچھ کر چکا ہے۔ وہ اب اس لئے خدمت نہیں کرتا کہ اس کا

باپ اس کے لئے کچھ کرے۔ بڑا لڑکا اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کام کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ غرور

بن گیا تھا، لیکن ہم چھوٹے بیٹے پر ہی غور کریں۔

بسیط: ہاں، ہم پہلے اس پر پوری طرح غور کریں۔ کیونکہ مجھے اب کچھ سمجھ آ رہی ہے۔

یوسف: میرے دوستو! ہم لوگوں کی خدمت اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان سے کچھ حاصل کریں۔ ہم لوگوں سے ملے ہیں تاکہ انہیں اپنا دوست بنا سکیں۔ ہم دوست اس لئے بناتے ہیں تاکہ ایک ایک دن وہ ہمارے کام آ سکیں۔

شہزاد: ہم لوگوں کو تنگے میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ ہمارے کام آجائیں۔ ہم لوگوں کی اس امید پر مدد کرتے ہیں،

کہ وہ بھی ہماری مدد کریں گے۔

عبدالو: بے شک ہم ہی کچھ کرتے ہیں۔

یوسف: چنانچہ ہم ہی کچھ خدا کی بات بھی درست خیال کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہمیں ہمیشہ کی زندگی اور

برکت دے۔ لہذا اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس کی خدمت کرتے ہیں تاکہ وہ ہم سے خوش

ہو۔ اگر خدا ہم سے خوش ہوگا تو وہ ہماری ہر خواہش پوری کرے گا۔ پس ہم گرجے میں جبا کر

دعا مانگتے ہیں۔ پادری صاحب کی مالی مدد کرتے ہیں۔ ان کے دوستوں کی دعوت کرتے ہیں۔ ہم ان کے

گھر کھانا بھیجتے ہیں۔ ہم خوبصورت سی بائیک لے کر اپنی بیٹنگ میں رکھ دیتے ہیں۔ اور اپنے دل

میں خیال کرتے ہیں "خدا ہم سے یہی کچھ چاہتا ہے۔ اب وہ یقیناً ہم سے خوش ہوگا۔ اب خدا بے خوفانہ بنا دیا کہ اب خدا مجھے

نیک اولاد دے گا۔ میرے کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی۔ میری بھینس اور زیادہ دودھ دینے لگے

گی۔ اگر ہم خدا کی خدمت کر لیں گے تو پھر ہی وہ ہمیں اس کا اجر دے گا۔ اگر ہم اس کی تھوڑی خدمت

کریں گے تو وہ ہمیں تھوڑا اجر دے گا۔ اور اگر ہم اس کی بہت سی خدمت کریں گے تو پھر وہ ہمیں

دھیر سا اجر دے گا۔"

عبدالو: یوسف صاحب، ہم سمجھوں گا یہی خیال ہوتا ہے۔

بسیط: بے شک، تقریباً ہر انسان کا یہی خیال ہے۔

یوسف: لیکن خدا انسان نہیں ہے۔ اس نے ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے اُس نے میل ملاپ کا راستہ

کھولنے کے لئے بہت دکھ اٹھایا ہے۔ ہمیں اس کی محبت کا جواب اسکی خدمت کر کے دینا چاہیے، ہم

اس کی خدمت اس لئے کرتے ہیں کہ اُس نے پہلے ہی ہمارے لئے کچھ کیا ہے۔ اگر ہم اسکی خدمت

صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے کچھ کرے تو پھر ہم اُس بڑے لڑکے کی مانند ہیں۔ ہم ابھی

تک خدا کے عظیم پاک پیار کی بابت کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے ابھی تک اس کی اپنی محبت کو قبول نہیں

کیا ہے۔

عبدالو: آپ کے الفاظ تو ہمیں بھسم کے دیتے ہیں۔

یوسف: میرے بیٹے! کاش اس آگ کی روشنی تمہارے راہ کو روشن کرے۔ اگر ہم خدا کے پیار کو جانتے اور



قبول کرتے ہیں تو ہم اس کی خدمت کرتے ہیں کیونکہ ہمیں اس کا اجر پہلے ہی مل چکا ہے۔ اب ہم بڑے  
بڑے پر غور کریں۔ ذرا اس درامر پر نظر دوڑاؤ۔ باپ نے میل ملاپ کا راستہ کھول دیا ہے۔ اب  
بڑا بیٹا اپنے باپ کے پیار کو جان سکتا اور قبول کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو وہ اپنے باپ  
کے پیار کا جواب پیار سے دے گا۔ لیکن اُسے اپنے باپ اور بھائی کو پیار کرنا لازمی ہے۔  
منہجودار: کیا یہ کافی نہیں کہ وہ صرف اپنے باپ کو پیار کرے؟

یوسف: چودھری صاحب، جب آپ کسی کے بہت گہرے دوست بن جاتے ہیں تو اس کی روح آپ کو معذور  
کر دیتی ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ نہیں؟  
منہجودار: بے شک، یہ درست ہے۔

یوسف: اس طرح جب خدا سے ہمارا میل ملاپ ہو جاتا ہے تو اس کا روح چلائے دل کو معذور کر دیتا ہے۔  
خدا کا روح پاک محبت کا روح ہے۔ چنانچہ ہم دوسروں سے محبت رکھیں گے۔ اس کی محبت ہمارے  
دلوں سے نکل کر دوسروں تک پہنچے گی۔ خدا کے ساتھ رفاقت کا مطلب یہ ہے کہ ہم محبت کرنے والے  
بن گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں اجر ملے گا۔ عہدہ ملے گا۔ ۴:۱۰ پڑھو۔  
عبدالو: (پڑھتا ہے) ”اس نے کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف  
کرے گا۔ اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے قصور معاف  
نہ کرے گا۔“

یوسف: یہ کیوں ہے عہدو؟

عبدالو: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

یوسف: ہمیں اپنے قصوروں کی معافی کے لئے دوسروں کے قصور معاف کرنا کیوں لازم ہے؟ یہ کبھی کبھار ہم  
وہاں سے رہائی میں کہتے ہیں۔

عبدالو: بزرگ یوسف، مجھے تو معلوم نہیں۔

یوسف: عبدالو، ذرا بڑے لڑکے پر غور کرو۔ باپ اسے خاندان کی محبت میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ  
درحقیقت اپنے خاندان سے شراکت رکھ سکتا ہے۔ جبکہ اس کی اپنے بھائی سے نہیں بنتی؟  
عبدالو: اب میں سمجھا کہ آپ کا کیا مطلب ہے۔ نہیں وہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ اپنے بھائی کے ساتھ نہیں  
رہ سکتا تو وہ درحقیقت اپنے خاندان میں شامل نہیں ہے۔

یوسف: یہی حال ہمارا اور خدا کا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم اس کے خاندان میں شامل ہو جائیں۔ لیکن اگر ہم  
اپنے بھائیوں سے محبت نہیں رکھ سکتے تو ہم خدا کے خاندان میں شامل نہیں ہیں۔ اگر ہم کسی کو معاف  
نہیں کرتے تو خدا ہمیں معاف نہیں کر سکتا۔ یہ اس لئے ہے کہ ہم اس کے خاندان میں شامل ہوں

جس اور اس کی محبت ہم تک نہیں پہنچ سکتی۔ بیسیٹا اب غور سے سنو۔ میں ایک کہانی سنانا ہوں۔

بیسیٹا: غور ضرور، بزرگ یوسف مجھے کہانیاں بہت پسند ہیں۔

یوسف: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی کی زمین دریا کے کنارے تھی۔ اس نے وہاں تربوز بڑے۔ اُسے تربوز  
کو دریا سے پانی بھر کر خود ہی دینا تھا۔ اس کے پاس ایک اچھی ملک تھی۔ وہ ہر روز صبح تربوزوں کے کھیت  
میں جاتا اور اپنی ملک کو منہ لگا کر اس میں ہوا بھرتا اور پھر اُسے تربوزوں کے کھیت میں چھوڑ دیتا۔ وہ  
کئی گھنٹے ہر روز لگاؤ لگا رہتا۔ لیکن اُسے بڑی سی اپنے کھیتوں میں دریا سے پانی بھر کر لاتے  
اور اپنے اپنے کھیتوں میں پانی ڈالتے رہے۔ وہ آدمی سمجھتا تھا کہ اپنے بڑوسیوں کی طرح کرنا ضروری  
نہیں ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا ”میں اپنے تربوزوں کو اپنی سانس سے پانی لگاؤں گا۔ یہی کافی ہے۔“  
لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران تھا کہ اس کے تربوز تو آگے تک نہیں ہیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کتنا بڑا  
بے وقوف ہے۔

منہجودار: یہ تو بے وقوفی کی بات۔ بھلا آدمی اپنے سانس سے کیسے کھیت کو پانی دے  
سکتا ہے؟

یوسف: لیکن چودھری صاحب، ہماری حالت اس آدمی جیسی ہی ہے۔ ہم لوگوں سے محبت کرنا اور انہیں  
معاف کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ غفور ہیں اور معافی نہیں چاہتے ہیں۔ وہ محبت  
نہیں کرتے ہیں اور ہمارے پیار کا جواب پیار سے نہیں دیتے۔ ہم انہیں اپنی کوشش سے پیار  
کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم نہیں کر سکتے۔ یہی اپنی زندگی کو زندگی کے پانی سے بھرنا لازمی ہے۔ ہمیں  
اپنی زندگی کو خدا کے روح سے بھرنا ہے اور اس روح کو ہمیں دوسری پیاسی زندگیوں پر انڈیلنا ہے  
یہ روح اور یہ پانی ان کی زندگیوں میں کام کرے گا۔

عبدالو: ہم اس روح کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

یوسف: عبدالو، مجھ میں خدا کے پیار کو جانو اور قبول کرو تو اس کا روح ہمیں معذور کر دے گا۔ تب ہی تم  
اس کے پاک پیار سے خدا سے محبت رکھ سکتے ہو، کیونکہ اس کا روح تم میں ہوگا۔ اس کے بعد ہی  
تم اس پاک محبت کے ذریعے سے دوسروں سے محبت رکھ سکو گے۔ اگر خدا کی محبت ہم سے نہیں نکلتی  
تو وہ ہمیں مل بھی نہیں سکتی ہے۔

بیسیٹا: (آہستہ سے کہتا ہے) امیر خیاں ہے اب میں سمجھ گیا ہوں۔

یوسف: ہم نے بہت سی باتوں پر غور کیا۔ خدا اعظم ہے۔ خدا نور ہے۔ خدا ایک ہے، خدا قدوس ہے  
اور وہ محبت ہے۔ اسے خداوند تیرا نام کیا ہی بھلا والا ہے۔ عبدالو، ہر بانی سے۔ ا۔ یوحنا  
۷: ۱-۲ پڑھو۔

عبداللہ (پڑھتا ہے) "اے عزیزو! اؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں۔ کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے اور جو کوئی محبت رکھتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے اور خدا کو مانتا ہے۔ جو محبت نہیں رکھتا وہ خدا کو نہیں جانتا کیونکہ خدا محبت ہے جو محبت خدا کو ہم سے ہے وہ اس سے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اس کے سبب سے زندہ رہیں۔ محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اس میں ہے کہ اس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ اے عزیزو! جب خدا نے ہم سے محبت کی تو ہم پر بھی ایک دوسرے سے محبت رکھنا فرض ہے۔ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا، اگر ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں تو خدا ہم میں رہتا ہے اور اس کی محبت ہمارے دل میں کامل ہو گئی ہے۔

چونکہ اس نے اپنے روح میں سے ہمیں دیا ہے اس سے ہم جانتے ہیں کہ ہم اس میں قائم رہتے ہیں اور وہ ہم میں۔ اور ہم نے دیکھ لیا ہے اور گواہی دیتے ہیں کہ باپ نے بیٹے کو دنیا کا نبی کر کے بھیجا ہے جو کوئی اقرار کرتا ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے خدا اس میں رہتا ہے اور وہ خدا میں جو محبت خدا کو ہم سے ہے اس کو ہم جان گئے اور ہمیں اس کا یقین ہے۔ خدا محبت ہے اور جو محبت میں قائم رہتا ہے۔ وہ خدا میں قائم رہتا ہے اور خدا اس میں قائم رہتا ہے۔ اسی سبب سے محبت ہم میں کامل ہو گئی ہے۔ تاکہ ہمیں عدالت کے دن ویسے ہی ہو، کیوں کہ جیسا وہ ہے۔ ویسے ہی دنیا میں ہم بھی ہیں۔ محبت میں خوف نہیں ہوتا بلکہ کامل محبت خوف کو دور کر دیتی ہے۔ کیونکہ خوف سے عذاب ہوتا ہے اور کوئی خوف کرنے والا محبت میں کامل نہیں ہوا۔ ہم اس لئے محبت رکھتے ہیں کہ پہلے اس نے ہم سے محبت رکھی، اگر کوئی کہے کہ میں خدا سے محبت رکھتا ہوں اور وہ اپنے بھائی سے عداوت رکھتے تو جھوٹا ہے کیونکہ جو اپنے بھائی سے جیسے اس نے دیکھا ہے۔ محبت نہیں رکھتا وہ خدا سے بھی جیسے اس نے نہیں دیکھا محبت نہیں رکھ سکتا۔ اور ہم کو اس کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ جو کوئی خدا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے بھائی سے بھی محبت رکھے۔"

یوسف: (دعا مانگتا ہے) "اے خداوند جو کچھ تو ہے اس کے لئے ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ تو نے عظیم ہونے کے باوجود بھی ہمیں یہ اختیار دیا ہے کہ ہم تیری محبت کو قبول کریں یا نہ کریں۔ تو نے اپنی عظمت میں اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کیا ہے اور ہمیں نجات دینے کے لئے آیا ہے۔

پیارے باپ! بخش دے کہ ہم تیرے پیار کو سمجھیں۔ ہمیں ایسا دل عطا کر جو تیرے پیار کو قبول کرے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے پیار کا جواب پیار سے دے سکیں۔ اپنے نجات دہندہ کے نام سے یہ دعا مانگتا ہوں، آمین۔"

### خلاصہ سبق:

ہمیں خدا کے مقدس پیار کو ماننا چاہیے۔ تب ہی ہمیں معلوم ہوگا کہ میل ملاپ کا راستہ کھل گیا ہے۔ ہمیں خدا کی قدس محبت کو قبول کرنا چاہیے۔ تو بہ کے وسیلہ سے ہم پاک و صاف ہو جائیں گے اور بھال ہوں گے۔ ہمیں خدا کی قدس محبت کا جواب محبت سے دینا چاہیے۔ تب ہی ہمیں بڑی شکر گزار کی اس کی خدمت کریں گے کیونکہ اس کا اجر ہمیں پہلے ہی مل چکا ہے۔

### بحث و تمحیص کے لئے سوالات

- ۱۔ پچھلے اسباق کی نظر ثانی کریں اور کم از کم پچھلے چار اسباق میں سے دو سوال پوچھ لیں۔
- ۲۔ چونکہ خدا کی محبت مفت ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت سستی ہے؟
- ۳۔ چھوٹا بیٹا اپنے باپ سے معافی کیسے حاصل کرتا ہے؟
- ۴۔ ڈرامہ میں باپ بڑے لڑکے کے لئے کون سا راستہ کھولتا ہے؟
- ۵۔ چھوٹے بیٹے نے باپ کو تین طرح کا دنگہ دیا۔ وہ کون کون سے ہیں؟
- ۶۔ چھوٹے بیٹے کو باپ کی دو باتیں قبول کرنی پڑیں۔ وہ کون سی ہیں؟
- ۷۔ چھوٹے بیٹے کو اپنے باپ کے پیار کا جواب کیسے دینا ہے؟
- ۸۔ بڑے بیٹے کو اپنے باپ کے پیار کا جواب کیسے دینا ہے؟
- ۹۔ شنگ کی کہانی سنائیں۔ اصل نکتہ کیا ہے؟
- ۱۰۔ گھڑ سوار اور شرابی کی کہانی بیان کریں۔ اس کا اصل مطلب کیا ہے؟
- ۱۱۔ ہم کس طرح خدا کے پیار کو جان سکتے، قبول کر سکتے اور اس کا جواب پیار سے دے سکتے ہیں؟

مقولہ:

چونکہ ہمیں پہلے ہی اجر مل چکا ہے اس لئے ہمیں اس سے محبت رکھ کر اس کی خدمت کرنی ہے۔

ختم شد